یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَO

(سورۃ البقرۃ آیت22)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِO

(سورۃ الذاریٰت آیت57)

قرآنِ کریم کی روشنی میں

مَعْبُودِ حَقِیْقی

یعنی

ھَمَارا تُمھَارَا خُدَا

مرتبہ

محمد حفیظ بقاپوری

درویش دارالمسیح قادیان

سابق ایڈیٹر بدر و ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

13-10-48/69

۱۳ تبوک ۱۳۴۸ ھجری شمسی بمطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ عیسوی

نام کتاب: معبودِ حقیقی ۔یعنی ہمارا تمہارا خدا
مرتبہ: حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش قادیان
Maboode Haqeeqi Yani Hamara Tumhara Khuda (Urdu)
Worship-able **Real God** *Yours and Mine*
By : Maulana Mohammad Hafeez Baqapuri
اشاعت: ایڈیشن اوّل 2010
تعداد: 1000
ناشر: بقاپوری پروڈکشنز ۔قادیان ۔ٹورانٹو ۔فلاڈلفیا ۔وینکور۔
پرنٹر: Printwell Press Amritsar India

****

Publisher:

Abdul Basit Qamar Baqapuri

10610 Jane St. Maple Ont. L6A 3A2 Canada

email:abasit2454@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ

روانگی نمبر L.149/4-7-72

27-7-1972

مکرم ومحترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش قادیان

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ادارہ ھذا آپ کو یہ خوشخبری دینے میں مسرت محسوس کرتا ہے کہ علمی تحقیقی تصانیف کے انعامی مقابلہ بابت 1969ء میں آپ نے اپنا جو مقالہ بعنوان ''معبود حقیقی'' پیش کیا تھا انعام کے فیصلہ کے لئے مقررہ بورڈ نے اسے انعام کا مستحق قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے.

والسلام خاکسار

دستخط

سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ

روانگی نمبر 18/65/IV

27-4-2009

مکرم و محترم عبدالباسط قمر صاحب بقاپوری کینیڈا

اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آنمحترم کی چٹھی بابت مقالہ محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش قادیان بنام '' **معبودِ حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا**'' جو کہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ ہے ملی۔

آپکی خواہش کے مطابق مقالہ کی فوٹو کاپی آپکی خدمت میں بھجوائی جا رہی ہے۔ نیز آنمحترم نے مقالہ کی اشاعت کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ادارہ ہذا کی طرف سے آپ کو مقالہ شائع کرنے کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو نافع الناس بنائے، اس کے نیک اثرات ظاہر فرمائے اور بہتوں کی ہدائت اور رہنمائی کا موجب ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

والسلام خاکسار

سید عبدالحی

نائب صدر فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ

ناظر اشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از مکرم ومحترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان وڈائیریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن بھارت وامیر جماعت احمدیہ قادیان

انعام یافتہ مقالہ بعنوان ''معبودِ حقیقی۔ یعنی ہمارا تمہارا خُدا'' مصنفہ اُستاذی المحترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری درویش قادیان مرحوم ومغفور کے مسودہ کواُن کے سعادتمند فرزند عزیز مکرم عبدالباسط قمر سلمہٗ، حال مقیم کینیڈا، کتابی صورت میں طبع کروانے کی توفیق پارہے ہیں۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِس کارِخیر کی باپ بیٹے دونوں کو احسن جزاء عطا فرمائے اور معبودِ حقیقی کے متلاشیوں کے لئے یہ کتاب مشعل راہ ثابت ہو۔ آمین!

پیش لفظ میں اِس پُر معارف مقالے کا تعارف کرانے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک ایسے سوال کا جواب ہے جس کی صدا فطرت سے بُلند ہوتی ہے اور ہر نیک فطرت کے اندر ہی سے اس کا جواب اُٹھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ج شَهِدْنَا ج﴾ (سورۃ الاعراف آیت 173)

کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسان کی فطرت سے سوال کیا:

''کیا میں تمہارا ربّ نہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں! ہاں! ہم (اِس بات کی) گواہی دیتے ہیں'' (کہ تُو ہی ہمارا ربّ ہے۔)

سوچیئے! کتنا برحق سوال ہے اور کس قدر سچّا اور برجستہ جواب ہے۔ لیکن سچّی فطرت کے اِس فطری مکالمہ سے ہٹ کر دُنیا پر نظر کی جائے تو فطرت کی اِس سچّی گواہی کے خلاف نظّارہ ہے۔ آج دُنیا کی پچانوے فیصد آبادی اپنے معبودِ حقیقی، سچّے خالق اور مالک سے برگشتہ نظر آتی ہے۔

قرآن کریم وہ مصفّٰی آئینہ ہے جو معبودِ حقیقی کا حسین چہرہ دکھلاتا ہے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ قرآن کی طرف منسوب ہونے والے اور مسلمان کہلانے والے بھی اُس مالکِ حقیقی کی ذات اور صفات سے بے بہرہ ہیں اور آج یہ زمانہ ہے کہ جس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس فریاد کی گونج سُنائی دے رہی ہے جو قرآن کریم میں بطور پیشگوئی یُوں بیان ہوئی ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۝﴾

(سورۃالفرقان آیت 30)

اور رسولؐ نے کہا، اے میرے ربّ! میری قوم نے تو اِس قرآن کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے۔

لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اسی زمانہ کے متعلق مخبرصادق حضرت اقدس محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت بھی موجود ہے جو بخاری شریف میں سورۃ جمعہ کی تفسیر میں درج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا تھا:

"لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثّرَیَّا ، لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ ھٰؤُ لَآءِ"

کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ان (اہل فارس) میں سے ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص اُس کو پالیں گے۔

پس بانی ٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی ٔ معہود علیہ السلام ہی وہ رُجلِ فارس ہیں جنہوں نے خدا کے فضل سے ایمان اور قرآن کو ثریا ستارے سے اُتار کر دُنیا میں نافذ فرما دیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں: ؎

اے دوستو! جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو

اب دیکھو میری آنکھوں سے اِس آفتاب کو

کہ قرآن کریم تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ لیکن اُس پر سچا ایمان اور عمل بھی ہونا ضروری ہے۔ اگر تم قرآن کریم کے حقائق و معارف سے

فیضیاب ہونا چاہتے ہو اور معبود حقیقی کا حسین چہرہ اس مصفّٰی آئینہ میں دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ! میری آنکھوں سے دیکھو!

محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری مرحوم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی پُر معارف تحریرات اور ملفوظات سے قرآن کریم کے محاسن اِس مقالے میں سجائے ہیں جو زندہ خدا، معبود حقیقی کا پیارا اور حسین چہرہ دکھا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قارئین کو اس قیمتی مقالہ سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق بخشے اور ہر لحاظ سے اِس کو نافع الناس بنائے۔ آمین۔

خاکسار

محمد انعام غوری

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان و

ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن بھارت

امیر جماعت احمدیہ قادیان

17-03-2010

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کے جذبات سے لبریز دل کے ساتھ یہ کلمات تشکر لکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم اور احسان ہے کہ اُس نے حضرت والد صاحب مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش سابق ایڈیٹر اخبار بدر و سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان کی تصنیف ''معبودِ حقیقی'' کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ اس تصنیف کو دراصل فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے 1969 میں انعامی مقابلہ کے لئے حضرت والد صاحب نے تحریر کر کے قادیان سے ربوہ بھجوایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مقالہ انعام کا مستحق قرار پایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہُ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اپنے دست مبارک سے یہ انعام عنایت فرمایا۔ حضرت والد صاحب ہندوستان کے واحد وجود ہیں جن کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ صلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود و مہدی معہود کے طور پر مبعوث فرمایا تا اُس کی خالص توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت پوری دنیا میں روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا نے ایک بار پھر اسلام کے پیش کردہ معبودِ حقیقی کا پرکشش حسین وجمیل چہرہ اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا۔ اور حق کے طالبوں کی کثیر تعداد اس نور سے منور ہوئی۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر بمقام طور ظاہر ہوا اور حضرت مسیح پر شعیر کے پہاڑ پر طلوع فرمایا اور

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فاران کے پہاڑ پر چمکا۔ وہی قادر قدوس خدا میرے پر تجلی فرما ہوا ہے۔اُس نے مجھ سے باتیں کیں اور مجھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ وجود جس کی پرستش کے لئے تمام نبی بھیجے گئے، مَیں ہوں۔ مَیں اکیلا خالق و مالک ہوں اور کوئی میرا شریک نہیں۔ اور مَیں پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہوں۔''

(ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ 8)

نیز آپ فرماتے ہیں:

''اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آرہا ہے۔اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نور قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کررہا ہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ 15)

آجکل دنیا میں ہر طرف توحید اور ہستی باری تعالیٰ پر آئے دن حملے ہورہے ہیں اور دنیا دہریت کے زہر کا شکار ہو رہی ہے۔حال ہی میں لندن میں دہریہ تنظیم British Humanist Association (BHA) نے لندن میں بسوں پر بڑے بڑے بورڈ لگا کر یہ اشتہار دیا کہ "There's probably no God" نعوذ باللہ ''شاید خدا کا وجود ہی نہیں ہے'' بی بی سی کی 21 اکتوبر 2008 کی خبر کے مطابق یہ دہریہ تنظیم ہزاروں پاؤنڈ خرچ کر کے بسوں میں اشتہار دے کر لوگوں کو دہریت کی طرف دعوت دے رہی ہے۔ اس نیوز رپورٹ کے مطابق وہاں کے چرچ کے سربراہان نے اس اقدام پر تعجب کی بجائے مسرت کا اظہار کیا ہے۔ اس قسم کے دہریت کے حملوں کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''آجکل توحید اور ہستی الٰہی پر بہت زور آور حملے ہو رہے ہیں۔ عیسائیوں نے بھی بہت کچھ زور مارا اور لکھا ہے۔لیکن جو کچھ کہا اور لکھا وہ

اسلام کے خدا کی بابت ہی لکھا ہے نہ کہ ایک مُردہ مصلوب اور عاجز خدا کی بابت۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود پر قلم اُٹھائیگا اس کو آخر کار اُسی خدا کی طرف آنا پڑے گا جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ کیونکہ صحیفۂ فطرت کے ایک ایک پتّے میں اس کا پتہ ملتا ہے اور بالطبع انسان اُسی خدا کا نقش اپنے اندر رکھتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 79)

اس مقالہ کی تصنیف کا اصل مقصد حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں دقیق اور پیچیدہ فلسفیانہ بحثوں میں پڑے بغیر عام فہم رنگ میں قرآنی آیات کی روشنی میں معبود حقیقی کو اس طور پر پیش کرنا مقصود ہے کہ قاری کے ذہن میں وہ صحیح اور اصل تصور قائم ہو جسے اسلام یعنی قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُن غلط تصورات ونظریات کا ازالہ بھی ہوتا جائے جو ذاتِ الوہیت حقّہ کے بارہ میں بے خبر دنیا لئے بیٹھی ہے۔ نیز معبود حقیقی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والے طالب صادق کی اجنبیت دور ہو، نفرت اور کدورت کی الائشیں دُھل کر دل میں محبت الٰہی اور جذبۂ اشتیاقِ باری پیدا ہو۔ طبائع خود بخود اس محسنِ حقیقی سرچشمۂ محبت کی طرف مائل ہوں۔......... آنکھوں پر سے بُعد وحرماں کے حجاب اُٹھ جائیں۔ اور ایک بندۂ ناچیز کے دل میں ذاتی طور پر معبود حقیقی کا پُرکشش حسین وجمیل چہرہ کی اصل نورانی صُورت دیکھ لینے کا ولولہ پیدا ہو۔ اور محسن حقیقی کے احسانات عظیمہ کے تذکرہ سے اُس کی روح آستانۂ الوہیّت پر گداز ہونے لگے۔ چونکہ ایسی تاثیرات عظیمہ کا مخزن کلام اللہ ہی ہے۔ چنانچہ اس سارے مقالہ میں مصنف نے آیات قرآنیہ ہی کے ذریعے جمع مباحث کی عمارت اُٹھائی گئی ہے۔ اور مناسبِ حال آیات کے ترجمے اور تشریح کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں کل 12 باب ہیں۔ جن میں پہلے باب میں ہستی باری تعالیٰ کے

نا قابل تردید ثبوت ۔ دوسرے باب میں توحید باری تعالیٰ کا ثبوت ۔ تیسرے باب میں شرک کیا ہے؟ اُس کا ردّ اور اُس کے عظیم نقصانات ۔ چوتھے باب میں حق تعالیٰ کی معرفت ۔ پانچویں باب میں معبود حقیقی اور اس کی عبادت ۔ چھٹے باب میں معبود حقیقی حسن و احسان کا سرچشمہ۔ ساتویں باب میں معبود حقیقی کا بندوں سے مکالمہ و مخاطبہ۔ آٹھویں باب میں رویئت باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ کا پرتوَ انسان پر، انسان کاملؑ پر صفات باری تعالیٰ کا کامل پرتوَ ۔ نویں باب میں اسلام کا روحانی اور تعُبدی پہلو۔ دسویں باب میں آزمائشوں کی بھٹی ۔ گیارہویں باب میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خفگی، جنت اور دوزخ کا بیان۔ بارہویں باب میں معبود حقیقی اور اُس کے اَوْلیاء کی مرادیابی ۔ ان تمام موضاعات پر قرآنی آیات کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ آخر میں معبود حقیقی کے حضور عاجز بندوں کی بعض دعاؤں کا ذکر ہے۔

خدا کرے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ٹھہرے ۔ ان تمام عظیم مقاصد کو پورا کرنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو نافع الناس بنائے، اس کے نیک اثرات ظاہر فرمائے اور بہتوں کی ہدایت اور رہنمائی کا موجب ہو۔ آمین

یاد رہے کہ یہ تصنیف درویشی کے ایک تاریخی دور میں لکھی گئی ہے اور جس دور میں درویشانِ قادیان نے ہر لحہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشانات کا خود مشاہدہ کیا۔ چنانچہ مصنف مقالہ 'معبود حقیقی' ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ O﴾ (سورت یونس آیت نمبر 63)

سنو! اللہ کے اولیاء اور تعلق داروں پر نہ خوف مستولی ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں ۔!!

اللہ اکبر کتنا زبردست سہارا ملتا ہے ان مختصر الفاظ میں اور کس قدر

ہمت بلند ہو جاتی ہے اُس شخص کی جو چاروں طرف سے مصائب اور فکر مندیوں کے طوفانوں میں گھرا ہوا ہے۔ وہ خدا کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کر لیتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ خدا کے ہزاروں ہزار اولیاء کی زندگیوں کے بیشمار سچے واقعات اس حقیقت پر شاہد ناطق ہیں۔ نہ صرف پرانے زمانہ کے بلکہ اس زمانہ کے تازہ بتازہ واقعات بھی کچھ کم نہیں۔ ہماری درویشی کا ایک ایک دن ایک ایک ساعت اُس زبردست سہارے پر چل رہی ہے۔ ہمارے سامنے روزمرہ ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو نہ صرف ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر سننے دیکھنے والا اس کا بذات خود گواہ ہوتا ہے۔ ہر قسم کے مخالف حالات میں درویشان کا قادیان میں ٹھہرنا اور پھر خدمت واشاعت دین کی ایسی توفیق پانا جو ایک مثالی رنگ رکھتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے طاقتور سہارے کا ناقابل تردید زندہ ثبوت ہے۔"

(معبودِ حقیقی۔ نواں باب ۔اسلام کا روحانی اور تعبدی پہلو)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کی تقسیم ملک کے بعد دور درویشی میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے 40 سال سے زائد عرصہ تک ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں رہائش کا موقعہ عطا فرمایا۔ الحمد للہ۔ حضرت والد صاحب نے یہ مقالہ 1969 کی گرمی کی تعطیلات کے دوران لکھا جبکہ ہمارے گھر میں پنکھا میسر نہ تھا (اور قریبا ہر درویش کا یہی حال تھا)۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ والد صاحب مرحوم شدید گرمی کی لو میں ہمارے گھر کے صحن میں موجود شہتوت کے درخت کے نیچے یہ مقالہ تحریر فرماتے رہے اور ہم سب بہن بھائی والد صاحب کے اس عظیم کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے بہت محنت اور عرقریزی اور دعاؤں کے ساتھ یہ مقالہ لکھا۔ یہ حسن اتفاق ہے یا خدائی مصلحت کہ یہ شہتوت ٹھیک اُسی جگہ پر واقعہ تھا (باروایت حضرت بھائی جی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ) جس مقام پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سالہا سال تک قرآن کریم کا درس دیتے رہے۔ سبحان اللہ۔ گویا اس مبارک مقام سے بھی اس مقالہ نے حصہ پالیا۔

حضرت والد صاحب مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش کی ساری زندگی قادیان دارالامان میں خدمت اسلام و احمدیت میں گزری۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمات پر اظہارِ خوشنودی فرماتے ہوئے 9 دسمبر 1967 کو خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ: ''آپ قادیان میں خدمت دین اور خدمتِ احمدیت میں چوبیس گھنٹے مصروف ہیں۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ 5 فروری 1968)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گراں بہا خدماتِ دینیہ کی توفیق بخشی۔ آپ نے اپنے ہم عصروں، شاگردوں، اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے خدمت وفدائیت کی نہایت درخشندہ مثال قائم کی۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں آپ کے کارنامے سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔ آپ کا نمونہ ہم سب کے لئے قابل قدر ہی نہیں، قابلِ تقلید بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس سے فیضیاب ہوتی چلی جائیں۔ آمین

حضرت والد صاحب کی یہ شدید خواہش تھی کہ اس مقالہ کی جلد از جلد اشاعت ہو اور پھر اس کے تراجم دوسری زبانوں میں کروا کر پوری دنیا میں پھیل جائیں تا دنیا اپنے مولائے حقیقی کو پہچان لے۔ حضرت والد صاحب کی یہ خواہش اُن کی زندگی میں دورِ درویشی کے مالی حالات کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی۔ جب اسکی اشاعت ممکن نہ ہو سکی تو والد صاحب (ایڈیٹر اخبار بدر) نے 1979 میں اس مقالہ کا کچھ حصہ قسط وار اخبار بدر کے شماروں میں شائع کیا۔ جو اللہ کے فضل سے بہت مقبول ہوا اور قارئین بدر کی طرف سے اس خواہش کا اظہار ہوا کہ جلد اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ عالمی نوبیل انعام یافتہ محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خط (بنام مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب ایڈیٹر اخبار بدر) میں ان مضامین کو اخبار بدر میں پڑھ کر تعریفی کلمات تحریر فرمائے اور مبارکباد دی۔ نیز آپ نے ان مضامین کو یکجائی طور ایک کتاب کی

صورت میں شائع کروانے کی خواہش کا بھی اظہار فرمایا۔

الحمد للہ۔ثم الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی خواہشات کو پورا کرتے ہوئے اس مقالہ کو اب شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔مقالہ کے آخر میں خاکسار نے اظہارِ تشکر کے طور پر اُن تمام افراد کے نام درج کردئے ہیں جن کے تعاون و مدد کے بغیر یہ کام ممکن نہ تھا۔اللہ تعالیٰ اُن سب افراد کو بہترین جزائے خیر عطاء فرمائے آمین۔

احقر العبد

طالب دعا

عبد الباسط قمر بقاپوری آف قادیان حال مقیم ٹورانٹو کینیڈا

ریجنل ناظم مجلس انصار اللہ کینیڈا جی۔ٹی۔اے ریجن و قاضی قضاء بورڈ کینیڈا

23 مارچ 2010

فہرست مضامینِ مقالہ

فضلِ عمر فاؤنڈیشن ربوہ
سے

انعام یافتہ مقالہ
قرآنِ کریم کی روشنی میں

معبودِ حقیقی

یعنے

ہمارا تمہارا خُدا

مرتبہ

محمد حفیظ بقاپوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

<u>سورۃ الفاتحہ مکیۃ و مدینۃ وھی سبع آیات</u>

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ O اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ O اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ O صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ O غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآ لِّیۡنَ O

(آمِیۡن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ہمارا تمہارا خدا

کلمات طیبات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام

1- ''اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری رُوح اور ہمارا ذرّہ ذرّہ وجود کا سجدہ کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ سے ہر اک رُوح اور ہر ایک ذرّہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے تصرف سے۔ نہ اس کے خلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اور اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی وہ ہمارا سچا خدا بے شمار برکتوں والا ہے اور بے شمار قدرتوں والا اور بے شمار حُسن والا، احسان والا، اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔''

(نسیم دعوت صفحہ 3)

2- ''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے۔اگرچہ جان دینے سے ملے۔اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔

اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو! کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ

تمہارا یہ خدا ہے!

تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں''

(کشتی نوح صفحہ 19-20)

خدا نُما قرآن

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے !
بے اِس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے
وہ رہ جو ذاتِ عزّ و جل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے
وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
وہ رہ جو اس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے
اُس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شُبہ تھے سب کو مٹا دیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی
ظُلمت جو تھی دِلوں میں وہ سب نور ہوگئی
جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جاڑے کی رُت ظُہور سے اس کے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اَٹ گئی

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 1۔ درثمین اُردو۔ محاسنِ قرآن کریم)

باعث تالیف

مقدس امام جماعت احمدیہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز جولائی 1967ء میں یورپ کے سفر پر تشریف لے گئے۔ حضور انور نے اس مبارک سفر کی اغراض پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا تھا:

''میرے دل میں درد ہے کہ دُنیا کے لئے ایک ہولناک تباہی مقدر ہے۔ اور دُنیا کی قومیں اس سے بے خبر ہیں۔ میرا فرض ہے کہ میں اُنہیں بتاؤں کہ ان کے لئے ایک عظیم تباہی مقدر ہے۔ اُنہیں چاہیئے کہ وہ اس راستہ کو اختیار کریں جس پر چل کر اس تباہی سے بچ سکتے ہیں وہ راستہ یہی ہے کہ وہ اسلام کی عافیت بخش آغوش میں آئیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوں اور پاک دل اور پاک ارادہ ہو کر آستانہ الوہیت پر گریں۔ اور خدا کی امان کے نیچے جمع ہوں۔ ضروری ہے کہ ان قوموں کو وقت سے پہلے خبردار کیا جائے تا ان پر اتمام حجت ہو جائے یہی میرے اس سفر کا مقصد ہے'' (بدر قادیان 13 ر جولائی 1967ء)

حضور انور نے یورپین ممالک میں تشریف لے جا کر بڑے ہی دلنشیں انداز میں ان اقوام کو خبردار فرماتے ہوئے اُن پر اتمام حجت فرمائی۔ اب جو کوئی سعید الفطرت اُن میں سے، یا ان کا ہم خیال دوسرے خطۂ ارضی کا باشندہ معبودِ حقیقی کے بارہ میں معلومات ذاتی کی خاطر خواہش کرے اور چاہے کہ حقیقی الوہیت کے مالک خدا کے بارہ میں اُن نظریات و تفصیلات سے آگاہی بخشی جائے جو اسلام نے پیش کئے ہیں تو ہر ایسے طالبِ صادق کے لئے ہمارے پاس اب مرتّب لٹریچر موجود ہونا عین وقت کی ضرورت ہے۔

جس جامع و مانع طریق پر معبود حقیقی کی معرفت سے قرآن مجید نے آگاہی بخشی ہے۔ اور جو پُر لطف، بے نظیر بیان اس کتاب عزیز میں وارد ہوا ہے؟ کوئی دوسری الہامی یا

غیر الہامی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی فنعم مَا قَال المسیح الموعود۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

پس ذاتِ الوہیت حقّہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کلام اللہ سے ہدایت اور نُور حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔

﴿ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ﴾ (سورۃ البقرہ آیت 121)

﴿ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّضِلٍ ﴾ (سورۃ الزمر آیت 38)

اسلئے پیش کردہ مقالہ میں اُسی نوروں سے معمور کتاب اللہ سے نورِ الٰہی کے اقتباس کی کوشش کی گئی ہے۔

دقیق اور پیچیدہ فلسفیانہ بحثوں میں پڑے بغیر عام فہم رنگ میں قرآنی آیات کی روشنی میں معبود حقیقی کو اس طور پر پیش کیا گیا ہے کہ قاری کے ذہن میں وہ صحیح اور اصل تصور قائم ہو جسے اسلام یعنی قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ اُن غلط تصورات ونظریات کا ازالہ بھی ہوتا جائے جو ذاتِ الوہیت حقّہ کے بارہ میں بے خبر دنیا لئے بیٹھی ہے۔

چونکہ یہ ایک نہایت ہی وسیع وعریض مضمون ہے جس کی سیر حاصل تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔اس لئے مختلف النوع مباحث میں سے صرف اہم مباحث کا انتخاب عمل میں لاکر اُنہیں بھی بڑے اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔تا ضروری اور اہم امور کا اصولی تذکرہ بھی ہو جائے اور اطنابِ بیان قارئین کی طبائع کے لئے موجب ملال بھی نہ ہو۔

مباحث کے انتخاب اور ترتیب میں اس امر کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ معبود حقیقی کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے والے طالب صادق کی اجنبیت دور ہو،نفرت اور کدورت کی آلائشیں دُھل کر دل میں محبت الٰہی اور جذبۂ اشتیاقِ باری پیدا ہو۔ طبائع خود بخود اس محسنِ حقیقی سرچشمۂ محبت کی طرف مائل ہوں۔.......... آنکھوں پر سے بُعد و حرماں کے حجاب اُٹھ جائیں۔اور ایک بندۂ ناچیز کے دل میں ذاتی طور پر معبود حقیقی کے پر

کشش حسین وجمیل چہرہ کی اصل نورانی صُورت دیکھ لینے کا ولولہ پیدا ہو۔ اور محسن حقیقی کے احسانات عظیمہ کے تذکرہ سے اُس کی روح آستانۂ الوہیّت پر گداز ہونے لگے۔

چونکہ ایسی تاثیرات عظیمہ کا مخزن کلام اللہ ہی ہے۔ اس لئے سارے مقالہ میں آیات قرآنیہ ہی کے ذریعہ جمیع مباحث کی عمارت اُٹھائی گئی ہے۔ اور مناسبِ حال آیات کے ترجمے اور تشریح کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اگرچہ ہمارے لٹریچر میں ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر جلیل القدر مصنفین کی کتب موجود ہیں اوران کا افادی دائرہ بھی مسلم ہے۔ تاہم

ہر گلے را رنگ و بُوئے دیگراست

زیرنظر مقالہ ایک دوسرے انداز سے مرتب کیا گیا ہے۔ جو اسی سے مخصوص ہے۔ ضمناً اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ قارئین کرام کی توجہ علومِ قرآنی کی طرف مبذول ہو۔ اور اس اہم امر کی طرف حضرت امام عالی مقام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ساری جماعت احمدیہ کی توجہ کو مرکوز فرما دینا چاہتے ہیں شکر اللہ سعیہ و بارک اللہ فی حیاتہٖ آمین

ان چند امور کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اب قارئین کرام سے اصل مقالہ کا بالااستیعاب مطالعے کی درخواست کرتا ہوں۔ واللہ الموفق

محمد حفیظ بقاپوری

درویش دارالمسیح قادیان

مرتب ومصنف ''معبودحقیقی''

13-10-48/69

۱۳ تبوک ۱۳۴۸ ہجری شمسی بمطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ عیسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

تمہید

انسان کی سائنس میں محیّر العقول ترقی کا یہ کمال ہی ہے کہ آج اس کے قدم ڈھائی لاکھ میل بلندی پر چاند کی سطح کو چھو چکے ہیں۔ اور اب وہ دوسرے سیّاروں میں بھی پہنچ جانے کے منصوبے بنانے لگا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ زمانہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور علوم وفنون کے عروج کا ہے۔ لیکن یہ غیر معمولی ترویج و ترقی انسان کو اِلحاد اور بے دینی کی طرف تو لے گئی۔ مگر وہ ذاتِ پاک جو سب سے زیادہ ظاہر و باہر ہے جس کی عظیم قدرتیں پتے پتے سے آشکارا ہیں۔ آج اُسی کی ہستی سے انکار کیا جانے لگا ہے۔ محض انکار ہی نہیں بلکہ جدید فلسفہ کے نام پر بے محابہ ایسے خیالات پھیلائے جا رہے ہیں۔ جن سے سچے اور حقیقی خدا سے بیزار اور متنفر کیا جا رہا ہے۔ روحانی قدریں جن پر اخلاقِ فاضلہ کی شاندار عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اور انسان کو حیوانات سے امتیاز ملتا ہے۔ سب کی سب مادہ پرستی کی زبردست یورش کے سبب مدھم پڑ گئی ہیں۔

خدا کائنات کا خالق اور تمام موجودات کی جان ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے ہر چیز اور ہر حرکت وسکون کو جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی ہستی سے ثابت تر کوئی اور ہستی نہیں اور اس سے ظاہر تر کوئی اور چیز ظاہر نہیں۔ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ (سورت الحدید آیت نمبر 4) کا وہی مصداق ہے۔ بایں ہمہ وہ لطیف اور وراء الوراء ہے۔ جسے انسان کی مادّی آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ مگر جس طرح دیگر غیر

مادّی اشیاء وعناصر کوان کی صفات کے ظہور اور اثرات سے ثابت کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خُدا کی قدرتیں اُس کی پُر جلال ہستی پر زبردست ثبوت ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ان عظیم قدرتوں پر شاہد ناطق ہے۔ بیشک مادی آنکھیں اس کے مشاہدہ اور ادراک سے قاصر ہیں۔ مگر وہ قادر وتوانا خود آنکھوں تک پہنچتا اور اپنی قادرانہ تجلّی سے أنا الموجود کا یقین دلاتا ہے۔ قدم قدم پر حُسن واحسان کی عظیم تجلیات سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ اور الطافِ کریمانہ سے اپنے بندوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اور ایسی محبت وشفقت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ماں باپ کی مثالی رحمت وشفقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ زندگی کی تاریک گھڑیوں میں جب سب خویش واقارب چھوڑ جاتے ہیں حتی کہ انسان کا اپنا سایہ بھی اس سے جُدا ہوجاتا ہے وہی ہے جو ٹوٹے دلوں کو جوڑتا ہے اور گرتی ہمتوں کا سہارا بن جاتا ہے۔ پریشان کن مصائب ومشکلات سے نجات بخشتا اور مخلصی عطا فرماتا اور اپنے فضلِ خاص سے کشائش کے سامان کرتا ہے۔

پہلا باب

اَنّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقّْ
(سورۃ لقمان آیت نمبر 31)

ہستی باری تعالیٰ کے ناقابلِ تردید ثبوت

پہلا باب

اَنّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ (سورۃ لقمان آیت نمبر 31)

ہستی باری تعالیٰ کے ناقابل تردید ثبوت

خدا تعالیٰ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ﴾

(سورۃ لقمان آیت نمبر 31)

کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق اور ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اور باوجودیکہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کی ہستی کا ثبوت دے رہا ہے اور پتے پتے سے اُس کی عظیم قدرتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ پھر بھی دُنیا میں ایسے لوگ ہوئے چلے آتے ہیں جو خدا کے وجود اور اس کی ہستی سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور صاف کہتے ہیں کہ کوئی خدا نہیں اور نہ ہمارا کوئی خالق و مالک ہے۔ مگر یہ سب انسان کی اپنی غلطی اور کوتاہ اندیشی ہے۔ دنیاوی آرام و آسائش میں نہایت درجہ انہماک اور ذاتی خودسری کی وجہ سے وہ بھول جاتا ہے۔ اپنی اُس بے بسی اور بے چارگی کو جو قدم قدم پر اُس کا منہ چڑاتی اور ناچار کر کے آستانۂ الوہیت پر گرا دیتی ہے۔ وہ بھول جاتا ہے اپنی بے بسی کی اُن گھڑیوں کو جب وہ کسی بیرونی سہارے کے لئے نہایت درجہ بیتاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی خودسر بھولے بھٹکے انسان کو قرآن کریم مخاطب کر کے فرماتا ہے:

﴿ یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِO الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَO فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَO ﴾

(سورۃ الانفطار آیت نمبر 7 تا 9)

ترجمہ: اے انسان تجھے کس نے تیرے رب کے بارہ میں مغرور اور دھوکہ خوردہ

بنا دیا ہے۔ جس نے تجھے پیدا کیا اور ہر قسم کی صلاحیتیں دیکر بے عیب اور معتدل القامت بنایا اور ساتھ ہی جو صورت اُس نے پسند کی اُس میں تجھے ڈھال دیا۔

اب ذرا اس بات پر غور کیجئے موجودہ زمانہ کا فلسفہ زدہ انسان اپنے آپ کو کس طرح شریعت اور خدا سے بالا سمجھتا ہے۔ اور اپنے گندے فلسفہ کی بنا پر خیال کرتا ہے کہ انسان اپنے آپ پیدا ہو گئے۔ نہیں سوچتے کہ ان کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ جس کا زبردست ثبوت قرآنی الفاظ: ﴿ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ﴾ میں پیش کیا گیا ہے۔ قدرت قادر کا سامنے انسان کی بے بسی اور نہایت درجہ بے چارگی کی واضح مثال انسان کی اپنی شکل وصورت کا اچھا یا برا ہونا ہے۔ دُنیا کی اربوں ارب آبادی میں کوئی بھی شخص اس امر میں آزاد نہیں کہ جس طرح کی شکل وصورت دیکر قدرت نے اُسے اس دنیا میں بھیجا ہے اُس میں کسی قدر اختیار رکھتا ہو، کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے۔ کسی کا قد لمبا ہے، کسی کا پست، کسی کی ناک چپٹی ہے۔ اور کسی کی اونچی۔ کسی کی پیشانی ابھری ہوئی ہے اور کسی کی پچکی ہوئی کوئی سڈول جسم کا ہے اور کوئی بھدّا۔ اب دیکھیں قدرت نے انسان کو ایسے زبردست حالات میں جکڑ رکھا ہے کہ ناممکن ہے جو اِن جکڑ بندیوں سے آزاد ہو۔ اگر انسان اپنا خالق آپ ہوتا تو ان جکڑ بندیوں سے نکل جاتا۔ کم سے کم اپنی شکل وصورت کو تو اپنی پسند کے مطابق ڈھال لیتا، مگر دنیا میں کتنے ہیں جو خُو برُو بن جانے اور سڈول جسم پا لینے کی حسرتیں لے کر اس جہاں سے کوچ کر گئے اُن کے پاس مالی وسائل کی کمی نہ تھی، ماہرین کا مشورہ حاصل تھا۔ لائق معالج موجود تھے ہر قسم کی دوا میسّر تھی لیکن دل کی حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں۔!!

قدرت قادر کے ہاتھوں صرف انسان ہی بے بس اور ناچار محض نہیں بلکہ قرآن کریم نے تو معبودانِ باطلہ تک کی بے بضاعتی سے پردہ ہٹاتے ہوئے صاف فرمایا ہے:

﴿ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِہَۃً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ وَ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِہِمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا وَّ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مَوۡتًا وَّ لَا حَیٰوۃً وَّ لَا نُشُوۡرًا ۝ ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 4 پارہ نمبر 18)

بعض لوگ حقیقی خدا کو چھوڑ کر بعض ایسے وجودوں کو الوہیّت کا مقام دے دیتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ اگر حقیقت پر نگاہ ڈالی جائے تو اُلٹا وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی ان کا اپنا خالق کوئی اور ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اور آگے بڑھیں تو دیکھیں کہ ایسے بے بس ہیں کہ اپنی ذات کے لئے نہ کسی ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر اسی طرح اپنی ہی موت و حیات کے مالک نہیں۔''

اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایسے کمزور وجودوں کو کون معقولیت پسند الوہیّت کے بلند مقام پہ بٹھائے گا؟

(ii) انسان کی ایسی ہی بے بسی کا ایک اور نمایاں پہلو جسے قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک اور ناقابل تردید ثبوت کے طور پر پیش کیا وہ ہے۔ ''انسان کی تمناؤں اور دلی خواہشات کا اُس کی اپنی منشا کے مطابق پورا نہ ہوسکنا۔''

دُنیا کا کوئی آدمی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اور ساری دُنیا میں گھوم جایئے آپ کو ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملے گا جو کہے کہ اس کی تمام دلی خواہشات پوری ہوگئیں۔!! ایک ادنیٰ فقیر سے لیکر بااختیار مقتدر بادشاہ تک سب کا یہی حال ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے:

﴿ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی O فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی O﴾

(سورۃ النجم آیت 26-25 پارہ نمبر 27)

وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ اپنے وجود کا وہ آپ خالق ہے اسے غور کرنا چاہیئے کہ کیا انسان کو وہ کچھ مل رہا ہے۔ جس کی وہ تمنا اور آرزو کرتا ہے۔ یا معاملہ اس کے برعکس ہے؟

سوچیں اور غور کریں آپ کا مشاہدہ آپ کا تجربہ آپ کا غور وفکر بالآخر آپ کو اسی نتیجہ پر لے جائے گا کہ نہیں ایسا نہیں، تو ثابت ہوا کہ وہ خدا ہی ہے جس کے قبضہ قدرت میں انسان کے جمیع احوال وظروف کی باگ دوڑ ہے۔ انسانی حالات کی ابتدائی اور آخری

کڑی اُسی کے قبضہ میں ہے۔ باوجود بڑی بڑی آرزوئیں دلوں میں دبائے ہوئے ہونے کے کمزور انسان ان کو پورا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ فرمایئے انسان کی ان تمناؤں پر کس نے قدغن لگائی؟ یقین جانیئے کہ اُسی قادر مطلق خدا نے ہر انسان کو اُس کے خاص حالات میں باندھ رکھا ہے۔ اگر چاہے بھی تو اُن سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ اگر کہو کہ انسان کے حالات پر اس طرح کا کنٹرول کرنے والا خدا موجود نہیں تو آزاد ہوکر دکھایئے اور اپنے وجود کے آپ خالق ہونے کا پختہ ثبوت پیش کر دیجئے۔!! اگر نہیں تو خدا کی قدرت کا نقد بنقد ثبوت تو ظاہر ہی ہے جس سے انکار ممکن نہیں:

(iii) کائنات عالم کی ہر شے اپنے اندر کوئی اہم مقصد رکھتی ہے۔ دُنیا کی کوئی چیز بھی بے مقصد نہیں۔ اسی بات کو خدا کی ہستی پر محکم ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ط ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِO﴾

(سورۃ صٓ آیت نمبر 28 پارہ 23)

ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بلا مقصد نہیں بنایا یہ مادّہ پرستوں ملحدوں اور خدا کی ذات کا انکار کرنے والوں کا خیال ہے کہ دنیا کی پیدائش کا کوئی مقصد نہیں کائنات میں اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آ گیا اور زمین و آسمان بن گئے۔ پھر اتفاق سے زندگی بھی پیدا ہوگئی۔ یہ دو متقابل دعوے سب کے سامنے ہیں۔ اب دیکھیں مشاہدہ کس بات کی گواہی دے رہا ہے اور واقعات کس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کائنات کی کسی چیز پر غور کریں ہر چیز سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی مقصد ضرور ہے جسے وہ بدرجہ اُتم پورا کر رہی ہے۔ بطور مثال انسان ہی کو لے لیں قرآن کہتا ہے:

﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِO وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِO وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِO﴾ (سورۃ البلد آیت 9 تا 11)

کیا ہم نے انسان کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں

دے ، ساتھ ہی اُسے بھلے بُرے دونوں رستوں کی بھلائی برائی کی پہچان نہیں بخشی ؟

انسان اپنے ہی اندر جھانک کر دیکھ لے اپنے ہی اعضاء پر غور کر کے فیصلہ کر لے کیا اس کے سب اعضاء بے مقصد ہیں؟ اگر انسان کو کسی بالا طاقت نے پیدا نہیں کیا اور اُس کے قبضۂ تصرف میں نہیں بلکہ وہ محض اتفاق سے معرض وجود میں آ گیا ہے تو اس کی دو آنکھیں اس کے کان، ناک، منہ، منہ میں زبان اور دو ہونٹ اور پھر ان سے کام لینے کی قوّتیں۔ کیا یہ سب بغیر مقصد کے بنا دئے گئے ہیں۔ آنکھ کا مقصد دیکھنا، کان کا مقصد سننا، زبان اور ہونٹوں کا مقصد بول کر انسان کے مافی الضمیر کو صحیح صحیح ادا کرنا ہے۔ بایں ہمہ یہ سب اعضاء ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔ آنکھیں جن چیزوں کا مشاہدہ کرتی ہے زبان بول کر اس کی تعبیر کرتی اور دوسروں تک بات پہنچاتی ہے۔ اسی سلسلہ میں ہونٹ بھی زبان کی معاونت کرتے ہیں۔ اگر ان کا تعاون نہ ہوتا تو زبان پورے طور پر نہ اپنا کام کر سکتی اور نہ انسان اپنا مافی الضمیر دوسرے تک صحیح صحیح پہنچا سکتا۔ کیا یہ سب پرزے اتفاق سے جسم انسانی میں لگ گئے اور ان کا کوئی مقصد نہیں؟ درانحالیکہ مقصد واضح ہو چکا۔!!

اسی طرح یہ بھی سوال ہے کہ ہر عضو کے مقررہ مقصد کا تعین کس نے کیا؟ بلاشبہ ایسا تعین بخشنے والی زبردست طاقت **''خدا''** ہے۔ جس نے کائناتِ عالم کی کسی چیز کو بلا مقصد، بے فائدہ اور باطل نہیں بنایا۔ پس کائنات کو با مقصد تسلیم کر کے اس کے پیدا کرنے والے کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔!!

(iv) انسانی وجود کو خالق کائنات پر یقینی دلیل کے رنگ میں پیش کرتے ہوئے قرآن کریم سورۃ الواقعہ آیت نمبر 58 میں جملہ منکرین ذاتِ باری تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔:

﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○﴾

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر 58)

ہم نے تم کو پیدا کیا پھر کیوں تم ہماری بات کو سچا قرار نہیں دیتے۔ یعنی یہ دعویٰ

بالکل بجا اور درست اور حقیقت پر مبنی ہے اسے تسلیم کئے بغیر تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں۔ ثبوت کے طور پر فرمایا:

﴿اَفَرَءَ یْتُم مَّا تُمْنُوْنَO ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَO﴾

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر 60-59)

تم اس مادہ منویہ یعنی بیرج پر ہی غور کرلو جو تم رحم میں داخل کرتے ہو۔ رحم کے اندرونی پرحکمت پیچ در پیچ تغیرات خلقت کو جانے دیں صرف اس کی ابتدائی حالت پر ہی غور کریں بتائیں اس کی ابتدائی سٹیج پر تم اس کے خالق ہو یا قدرتِ الٰہیہ؟

آج سائنس نے بڑی ترقی کرلی۔ مصنوعی طریق سے پچکاری کے ذریعہ مادہ جانور میں بیرج (نُطفہ) داخل کر کے نسل کشی کا طریق نکالا۔ اس پر سائنس داں اگر بغلیں بجائیں اور کہیں کہ صاحب میداں مار لیا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ کلام اللہ اُنہیں ابتدائی مرحلہ پر ہی پکڑتا ہے کہ اچھا بتاؤ اس بیرج اور مادہ منویہ کو تم نے پیدا کیا ہے یا قدرتِ حق نے؟ جب تک بنا بنایا مادہ منویہ نَر سے حاصل نہیں کر لیتے تمہاری سائینس اور علم طبعیات ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا اور تمہارا سارا کام ٹھپ ہو جاتا ہے۔

(v) پھر موت و حیات کا سلسلہ ہے جس پر انسان کا کوئی بس نہیں چلتا۔ یہ بھی انسان کی بے چارگی کو واضح کرتا ہے اور خدا کی زبردست طاقت کا لوہا منواتا ہے۔ قرآن کریم اس نکتہ کی طرف اشارہ کر کے انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ:

﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ O عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَO﴾

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر 62,61)

ہم نے ہی تمہارے اندر موت کا سلسلہ جاری کیا۔ ایک نسل مرتی ہے تو ہم دوسری کو اس کی جگہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ اگر خدا خلق پر قادر نہ ہوتا تو موت وارد کرنے سے ڈرتا۔ مگر یہاں تو دونوں طرف کا سلسلہ برابر جاری ہے ایک طرف موت فوت ہے۔ دوسری طرف نئی نسل پیدا ہوتی جارہی ہے۔ آج دنیا موت پر کنٹرول کر لینا چاہتی ہے۔ جو شخص

اس دُنیا میں آیا نہیں چاہتا کہ اس جہاں سے رخصت ہو مگر قدرت کے ہاتھوں قطعی مجبور ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے اُستاد حضرت ذوق نے انسان کی اسی بے بسی کو نظم کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

موت سے چھٹکارا پانے کے لئے انسان نے بہت ہاتھ پاؤں مارے بڑے جتن کئے مگر کامیاب نہ ہو سکا مصری بادشاہوں نے ایسے ایسے مسالے تیار کئے جوان کی لاشوں کو مدّتوں خراب ہونے سے بچالیں۔ اپنے لئے پختہ اور محفوظ قبریں بنوائیں جو اس وقت اہرام مصر کے نام سے مشہور ہیں۔ اور دُنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ اور اسی طرح کی دوسری کوششیں انسان کی طرف سے ہمیشہ ہمیش زندہ رہنے کی آرزو کا عملی ثبوت ہیں۔ مگر خدا کہتا ہے نہیں! موت پر ہمارا اختیار ہے:

﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَO﴾

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر 61)

ہم نے سب کے لئے موت کو مقدر کر چھوڑا ہے۔ ہر جاندار نے ضرور مرنا ہے۔ اس نے موت کا پیالہ ضرور پینا ہے کوئی بھی اس سے باہر نہیں رہ سکتا۔

اَے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا — موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا؟
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں — چل بسے سب انبیاءؑ و راستاں
ہاں نہیں پاتا کوئی اِس سے نجات — یوں ہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

(درثمین اُردو)

بڑے بڑے جابر، ذی سطوت، بااختیار بادشاہ ہر زمانہ کے دانا وطبیب، ماہر ڈاکٹر ہر قسم کے علاج معالجہ کے وسائل رکھنے والے ہر ممکن تدبیر عمل میں لے آنے کے باوجود موت کا وقت جب آن پہنچتا ہے اس کے سامنے کیا چھوٹا، کیا بڑا۔ کیا قوی اور کیا

ضعیف سب بے بس اور ناچار محض ہوتے ہیں۔

بلند بانگ دعاوی رکھنے والا انسان جو کبھی فرعونیت کا جامہ پہن کر أنـا رَبُّـکُم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کرنے لگتا ہے۔ تو کبھی نمرود بن کر أنا اُحیِ وَاُمِیتُ کی بے ثبوت بڑ ہانکنے لگتا ہے۔ مگر اپنی بے بضاعتی کی حد یہ ہے کہ جب وقت مقررہ آن پہنچا تو سب دعاوی دھرے کے دھرے رہ گئے !!

ایسے ہی دعویداروں کو چیلنج کرتے ہوئے مالک حقیقی فرماتا ہے:

﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ O وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنظُرُوْنَ O وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ O فَلَوْلَآ اِنْ كُنتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ O تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنتُمْ صٰدِقِيْنَ O﴾

(سورۃ الواقعہ آیت 84 تا 88)

بتاؤ اگر تم قادر وتوانا خدا کی قدرت عظیمہ کے ہاتھوں بے بس اور ناچار نہیں ہو تو اُس روح کو جو جسم خاکی کو چھوڑ کر جارہی ہوتی ہے تم واپس لے آؤ۔

بھائیو! کس قدر نازک ہے حالت انسان کی۔ باپ کے سامنے بیٹا، بیٹے کے سامنے باپ، ماں کے سامنے اولاد، بہن کے سامنے بھائی مرتے ہیں اور مرتے جاتے ہیں ۔لیکن کوئی نہیں جو موت پر قدغن لگا سکے یا اس کی مضبوط گرفت سے اپنے آپ کو یا اپنے عزیز کو بچا سکے!! اس سے قادر وتوانا خدا کی قدرت و جبروت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے اس کی ہستی ثابت ہو جاتی ہے۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کرُونگا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خُدائی یہی تو ہے!

(درثمین اُردو۔ متفرق اشعار)

(vi) خداوند تعالیٰ کے خالقِ کائنات ہونے، اپنی عظیم قدرتوں کا مالک ہونے،

موت و حیات پر کامل تصرف رکھنے کے ساتھ ساتھ اس عالم موجودات کا ابلغ نظام، اس کی بے عیب ترتیب اور حُسنِ انتظام بجائے خود اُس کی ہستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآن کریم نے ان سب انواع کے دلائل کو بڑے ہی جامع الفاظ میں سورۃ الملک کی ابتدائی پانچ آیات میں اس طرح جمع کر دیا ہے فرماتا ہے:

﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝﴾

(سورۃ الملک آیت نمبر 2 تا 5)

بابرکت ہے وہ ذاتِ پاک جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اُسے تمام قدرتیں حاصل ہیں۔ اُس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اُسی نے موت وحیات کو پیدا کیا تا ہمیشہ ظاہر کرتا رہے کہ تُم میں سے کون اچھے عمل بجا لاتا ہے اور وہ سب پر غالب اور بخشنہار خدا ہے۔ وہی ہے جس نے سات آسمانوں کے نظام کو ایسی کامل مطابقت سے پیدا کیا ہے کہ تم خدائے رحمان کی ساری مخلوقات میں کہیں خلل، خرابی یا عدم نظام نہیں پا سکتے پھر اس میں کسی قسم کا تفاوت بھی نہیں۔ ہر چیز اپنی جگہ پر نہایت موزونیت سے ٹکی ہوئی ہے۔ اے انسان تو اس کائنات پر غور و فکر کی نظر دوڑا۔ بار بار ایسا کرنے پر بھی تجھے کسی جگہ شگاف یا خرابی نظر نہیں آئیگی۔ بلکہ جب بھی نقص نکالنے کے لئے غور کرو گے تمہیں ہر بار مایوس ہونا پڑے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں کہیں بے ترتیبی اور عدمِ نظام نہ پا سکو گے۔

کائناتِ عالم کا ابلغ نظام ہر چیز کا دوسری کے ساتھ گہرا ارتباط اور ساتھ ہی ساتھ نہایت درجہ وسیع کائنات میں کہیں کوئی بھی خرابی اور نقص نہ ہونا خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے وجود پر ایسی زبردست دلیل اور واضح ثبوت ہے کہ اس کے سامنے اِس زمانے کے

سائنس دانوں کو بھی سرِ تسلیم خم کر لینا پڑا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر اے کریسی موریسن جو نیویارک اکیڈمی آف سائنس کے صدر رہ چکے ہیں ان کا ایک مضمون بعنوان ...... ہستی باری تعالیٰ پر سات دلائل ...... امریکی رسالہ ریڈرڈ ائجسٹ بابت اکتوبر 1960ء میں شائع ہوا۔ اس اہم بات کو نقطۂ مرکزی قرار دیتے ہوئے ڈاکٹر کریسی نے کائنات عالم کا سائنسی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیا۔ اس مضمون کے چند اقتباس خاص طور پر قابل غور ہیں:

ڈاکٹر کریسی لکھتے ہیں:

(1) ''ایک حتمی اور غیر متبدل اصول ریاضیات کے ذریعہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وجودِ کائنات اور اس کا نظم و انتظام کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ اس کا منصوبہ اور تخلیق ایک عظیم تعمیری خرد کی صنعت گری کا نمونہ ہے۔ مثال کے طور پر دس سکے لے لو اور ان پر ایک سے دس تک ہندسے ڈال لو۔ پھر انہیں اپنی جیب یا کسی تھیلی میں ڈال کر اچھی طرح ہلا دو اور بن دیکھے کوشش کرو کہ سارے سکے سلسلہ وار نکلتے چلے آویں ہر بار صرف ایک سکہ نکالو اور نمبر دیکھ کر پھر تھیلی میں ڈال کر ہلاتے جاؤ ریاضی کا اصول اور کوششوں کا تجربہ تمہیں بتادے گا کہ سکہ کو نمبر وار نکالنے میں کم از کم دس کوششیں درکار ہوں گی۔ اور نمبر ایک اور دو ، دونوں کو یکے بعد دیگرے نکالنے میں کوششوں کا اوسط اسی تناسب سے بڑھتا جائیگا۔ اور نمبر ایک سے لیکر نمبر دس تک کے سکوں کو صحیح سلسلہ وار نکالنے کا سو کروڑ کوششوں میں ایک بار موقعہ آسکے گا۔ اب اسی طریق اور دلیل کو نظم وضبطِ کائنات پر منطبق کریں تو معلوم ہوگا کہ استقرارِ حیات کے لئے اتنی گوناگوں اور بے شمار شرائط کی ٹھیک اور صحیح تناسب کے ساتھ بہم رسانی اور موجودگی درکار ہے۔ جس کا سرانجام دینا کسی اضطراری یا اتفاقی حادثہ میں ممکن نہیں۔

مثال کے طور پر کرۂ ارض ہی کو لے لیں۔ یہ اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتا ہے۔ جانتے ہیں کیا ہو جاتا اگر یہ رفتار بجائے ایک ہزار کے صرف ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی؟ ہمارے دن اور ہماری راتیں جواب قریب قریب اکثر قطعاتِ ارضی میں برابر اور بارہ گھنٹہ کی ہیں دس گنا لمبے ہو جاتے۔ اس طویل عرصہ میں تپتے ہوئے سورج

کی تمازت ساری نباتات کو جھلس کر رکھ دیتی، اگر کوئی ٹہنی یا کونپل کسی وجہ سے بچ بھی جاتی تو طویل سرد رات میں جاڑے سے اکڑ کر منجمد اور تلف ہو جاتی۔

اسی طرح سورج کی کیفیت پر جو ساری حیات کا سرچشمہ ہے غور کریں۔ حساب لگایا گیا ہے کہ اس کی سطح پر حرارت کی مقدار بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ ہوتی ہے۔ یہ کرۂ ارضی جس پر ہم رہتے ہیں سورج سے ٹھیک اتنی دوری پر رکھا گیا ہے کہ اس کی نار دائمی ہمیں صرف اس کی اتنی ہی گرمی پہنچاتی ہے جو حیات کے لئے ضروری اور کافی ہے۔ اب اگر سورج اپنی نصف حرارت زائل کر دے تو ہم منجمد ہو کر رہ جائیں اور اگر اس حرارت میں بقدر نصف اور اضافہ ہو جائے تو ہم جل بھن کر کباب ہو جائیں۔

یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ کرۂ ارض کے محور کا جھکاؤ 23 ڈگری ہے۔ اسی وجہ کی سے مختلف موسم وجود میں آتے ہیں اگر وہ ٹھیک اسی طرح اور اسی زاویہ پر جھکا ہوا نہ ہوتا تو۔۔۔۔سمندروں کے بخارات شمال سے جنوب کی جانب پھیلتے جاتے اور سارے براعظم برف کے تودوں میں دب کر رہ جاتے۔

اسی طرح چاند اور زمین کے مابین اب جو فاصلہ ہے اگر یہ گھٹ کر صرف پچاس ہزار میل رہ جائے تو جوار بھاٹے میں مدّ کی کیفیت یہ ہو کہ دن میں دو مرتبہ تمام براعظم غرقاب ہو جائیں اور یہ عظیم الشان پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بہہ جائیں۔

☆ یا کرۂ ارضی کی ساری سطح اگر دس فٹ اور بلند ہوتی تو آکسیجن جس کے بغیر حیات ممکن نہیں موجود ہی نہ ہوتی۔

☆ یا سمندر کی تہ چند فٹ اور زیادہ عمیق ہوتی تو کاربن ڈائی آکسائیڈ (Carbon-Dioxide) اور آکسیجن گیس اس میں جذب و تحلیل ہو جاتے اور نباتات کا وجود نابود ہو جاتا۔

☆ اسی طرح کرۂ ہوائی ذرا ہلکا پھلکا ہوتا تو کروڑوں شہابِ ثاقب جو اب خلا ہی میں جل بُجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں کرۂ ارض سے جگہ جگہ ٹکراتے اور ہر طرف شعلے بھڑکا دیتے۔

☆ یہ اور اس جیسی بیسیوں مثالیں ہیں جن پر غور کرنے سے مبرہن ہوتا ہے کہ:
ہمارا کرۂ ارض یوں ہی خود بخود یا اتفاقاً معرض وجود میں نہیں آ گیا۔ بلکہ ایک عظیم الشان منصوبے اور انتظام کا نتیجہ ہے۔''

فرمائیے: سائنس دانوں کا اس طرح واضح اعتراف کے بعد بھی کائنات عالم کے نظم وضبط کی دلیل واقعاتی رنگ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ اور ناقابل تردید واضح ثبوت نہیں؟

ان سب اندرونی اور بیرونی شواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ

خدا ہے اور ضرور ہے!!

اسی کو قرآن مجید بطور دعویٰ کہتا ہے: اَنَّ اللّٰـهَ هُوَ الْحَقُّ ۔ اللہ کی ذات حق ہے۔

اور وہی انسان کا خالق و مالک ہے اسی نے سب کائنات کو وجود بخشا اور اسی کو سب پر کامل تصرف حاصل ہے۔!!

دوسرا باب

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾

توحید باری تعالیٰ کا ثبوت

دوسرا باب

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O﴾

توحید باری تعالیٰ کا ثبوت

خدا کی ہستی کے زبردست شواہد پیش کرنے کے ساتھ قرآن کریم نے خدا کی **کامل اور خالص** توحید کو نہایت ہی واضح الفاظ میں پیش کیا ہے۔اس سلسلہ میں صرف چار آیات پر مشتمل اکیلی سورۃ اخلاص باقی بہت سے طول وطویل دلائل اور براہین پر بھاری ہے۔اس میں نہایت صفائی اور بڑی جامعیت کے ساتھ اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے فرماتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ O وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ O﴾ (سورۃ اخلاص)

سورۃ کے آغاز میں قُلْ کا لفظ رکھ کر اس اہم عقیدے کا خوب اعلان کرنے کا اشارہ کیا گیا ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O﴾ تم کہہ دو کہ خدا کی ہستی کے متعلق تم جو مختلف خیالات رکھتے ہو قسم قسم کی تھیوریاں ایجاد کرتے ہو طرح طرح کے فلسفے اور نکتے نکالتے ہو وہ سب ڈھکوسلے ہیں۔خدا کے متعلق جو قطعی اور یقینی بات ہے وُہ یہی ہے کہ ''اللّٰہُ اَحَدٌ۔''

اُس کی ذات ایسی ہے کہ ہر رنگ میں اور ہر طرح اپنے وجود میں ایک ہی ہے۔ نہ وہ کسی کی ابتدائی کڑی ہے اور نہ آخری۔نہ کسی کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ۔

اس جگہ قرآن کریم کا استعمال کردہ لفظ ''**اَحَدٌ**'' خاص طور پر قابل غور ہے۔جو اپنے اندر عجیب خصوصیت رکھتا ہے۔اور وہ یہ کہ اس میں کسی رنگ میں دوئی کا خیال نہیں پایا جاتا۔باقی سب ہندسوں میں دوئی کا خیال پایا جاتا ہے حتی کہ **واحد** میں بھی اور **اوّل** میں بھی دوئی پائی جاتی ہے۔واحد کے معنے ہیں پہلا یعنی دوسروں کی نسبت پہلا اور یہ نسبت دوئی کا تقاضا کرتی ہے۔جو واحد ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ دوسرے ہوں۔مگر اَحَدٌ کے معنے

''ایک'' ہیں اور ''ایک'' دوسرے کی نفی کرتا ہے۔ (عربی اور اُردو کے الفاظ میں جو بُنیادی وسعت اور تنگ دامنی کا فرق ہے وہ اس جگہ بھی ملحوظ ہونا چاہیئے۔ اگر چہ احد کے معنے اُردو میں ایک کئے جاتے ہیں، لیکن پھر بھی عربی کا پورا مفہوم جس میں سبھی پہلو ہیں، کا اظہار ہو، پورے طور پر ''ایک'' کے لفظ میں نہیں آسکتا۔)

اس کے بعد کہا ﴿اَللّٰـهُ الصَّمَدُ ۝﴾ اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ باقی سب چیزیں اس کی محتاج ہیں۔ گویا یہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ کے دعویٰ کی **دلیل** ہے۔ اس طرح کہ صمد ہونے کے لحاظ سے جب ساری چیزیں اس کی محتاج ہیں اور وہی سب کام پورے کرتا ہے تو پھر کسی اور ''ربّ'' کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود کسی اور کو ''ربّ'' تسلیم کیا جائے اور اُسے بعض قسم کی ضروریات کا پورا کرنے والا سمجھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ وہ لغو خدا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ خدا جو لغو ہے کامل خدا نہیں ہوسکتا۔ جب لغو چیز بیکار ہوتی ہے تو لغو خدا کی کیا قیمت ہوسکتی ہے اس لئے قرآن کریم نے کہا کہ جب ایک ہی خدا ساری چیزیں پیدا کرتا ہے اور وہی ہر چیز کی احتیاجوں کو پورا کرتا ہے تو کسی اور سے اِن احتیاجوں کو وابستہ کرنا لغو ہے۔

اس کے بعد فرمایا ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝﴾ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اُسے کسی نے جنا، مطلب یہ کہ توالد و تناسل کی کمزوریوں سے اس کی ذات منزّہ ہے۔

اس کے بعد سورۃ شریفہ کی آخری آیت میں ایک اور اہم بات بتائی کہ اگر کوئی ہستی پیدا نہ ہوئی ہو اور آگے بھی اُس نے کسی کو پیدا نہ کیا ہو تو یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ شاید ایسی ہی کوئی اور ہستی بھی موجود ہو اس لئے اس شبہ کا ازالہ ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ میں کیا اور بتایا کہ صرف یہی نہیں کہ خدا کسی کا بیٹا نہیں یا خدا کا آگے کوئی بیٹا نہیں بلکہ اس کا مماثل اور مشابہ بھی کوئی نہیں۔

اس کی دلیل قرآن کریم میں دوسری جگہ اس طرح دی گئی ہے کہ:

﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾

(سورۃ انبیاء آیت 23 ع 2)

فرمایا کہ اگر دو مماثل ہستیاں ہوتیں تو دنیا میں فساد پڑ جاتا کیونکہ دو مماثل ہستیاں ہونے کے یہ معنے ہوتے کہ ان مماثل ہستیوں میں سے ایک بیکار رہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں ہی ایک سا کام کرسکتی ہوں تو پھر دوسری کی ضرورت ہی کیا ہے ایک ہی کافی ہے۔

اس مضمون کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ م بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ O﴾

(سورۃ المومنون آیت نمبر 92 پارہ 18)

اللہ نے نہ کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کو الگ کر کے لے جاتا اور پھر ان معبودوں میں سے بعض بعض پر حملہ بول دیتے اور بڑا فساد برپا ہوتا اس لئے اللہ کی ذات اُن نقائص سے پاک ہے جو اس کا بیٹا ہونے یا اس کے ساتھ الوہیت میں کسی دوسرے کے شریک ہونے میں بیان کئے جاتے ہیں۔

اس دوسری آیت سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ مماثل ہستیاں ہوں تو وہ متوازی منصوبے بھی دنیا میں چلائیں گی۔ اس طرح لازماً دُنیا کا ایک حصہ کسی اور طرف جارہا ہوتا اور دوسرا حصہ کسی اور طرف۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ساری دُنیا میں ہمیں ایک ہی قانون چلتا نظر آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قانون سورج پر جاری ہے وہی زمین پر بھی جاری ہے۔ اور وہی ماوراء ھما بھی جاری ہے۔ جب ایک ہی قانون ساری دُنیا میں جاری ہے تو ایک سے زیادہ مماثل ہستیاں جو ایک سی طاقت رکھتی ہوں، کا وجود باطل ہوا اور اللہ کی توحید حق ثابت ہوئی۔

توحید باری تعالیٰ کا مسئلہ اور فطرتِ انسانی

پھر یہ بھی ایک حقیقت مثبتہ ہے کہ توحید باری کا مسئلہ فطرتِ انسانی میں مرکوز ہے اس فطرتی آواز کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے:

﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ط ﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 201 پارہ 2)

اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ دلبستگی سے یاد کرو۔ اب دیکھیں دُنیا میں کوئی بھی ذی ہوش باغیرت انسان ایک سے زیادہ باپوں کی طرف اپنے تئیں نسبت دینا پسند نہیں کرتا۔ فطرتِ انسانی دھکے دیتی ہے کہ اس کے ایک سے زیادہ باپ ہوں اور ان کی طرف اس کو نسبت دی جائے۔ انسان کی اس فطرتی غیرت کو اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تُم اپنے باپ دادا کی طرف اپنے تئیں نسبت دیتے وقت اس قدر غیرت مند ہو تو جس ذات کے ہاتھ کی تم صنعت ہو اس کی غیرت بھی اپنے مماثل کو برداشت نہیں کرتی۔

اسی طرح انسان کی فطرتِ صحیحہ تقاضا کرتی ہے کہ ایک عورت کا صرف ایک ہی خاوند کے ساتھ تعلق زوجیت ہو کوئی غیرتمند مرد اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی بیوی اس کے سوا کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایسے ہی تعلقات رکھے۔ چونکہ تمام انسانوں میں قوتِ متاثرہ پائی جاتی ہے اور بمقابلہ انسان کے خدا کی ذات قوتِ مؤثرہ کی مالک ہے اس لئے لازم ہے کہ مخلوق اور خالق کے رشتہ میں انسان کی اسی فطری آواز کا لحاظ رکھا جائے اور ذاتِ باری تعالیٰ کی توحید کو مان لیا جائے۔

یہ دو مثالیں جو فطرت انسانی کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں۔ ان کو قرآن کریم میں شرک کے خلاف توحید کے حق میں بطور دلیل پیش کر کے انسانی ضمیر کو جھنجوڑا گیا ہے۔ اور اُسے توحید باری کے معقول عقیدہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جیسے فرمایا:

﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ط هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ

اَیْمَانُکُمْ مِّنْ شُرَکَآءَ فِیْ مَارَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ط کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ O ﴾

(سورۃ الروم آیت نمبر 28 پارہ نمبر 21)

اس نے تمہارے سمجھانے کے لئے تمہاری ہی جنس کی ایک کیفیت بیان کی جو یہ ہے کہ تمہارے کچھ غلام ہوں، کیا تم ان غلاموں کو اپنے مال و دولت میں اُسی طرح شریک و سہیم کرنے کو تیار ہو کہ ان کا اور تمہارا حصہ برابر کا ہو جائے۔ بلا شبہ ایسا کرتے وقت تم ان غلاموں سے اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے آپ سے ڈرتے ہو۔ مطلب یہ کہ جس طرح ان کو مال سپرد کر دینے سے پہلے تم اپنے ملک میں پورے مختار تھے جتنا چاہتے تھے اپنے پر خرچ کر سکتے تھے کیا تُم اپنے غلاموں کو ان اموال پر اتنا ہی قبضہ دے دیا کرتے ہو کہ پھر تم ڈرنے لگو کہ معلوم نہیں یہ ہمیں کچھ کھانے کو بھی دیں گے یا نہیں اور تمہارے قبضہ کی کوئی علامت باقی نہ رہتی ہو۔

انسانی نفسیات کی یہ کیفیت واضح کرنے کے بعد آگے چل کر فرماتا ہے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ O مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَاتَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا ط کُلُّ حِزْبٍ م بِمَالَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ O ﴾ (سورۃ الروم آیت نمبر 31 تا 33 پارہ 21)

پس تو اپنی ساری توجہ اُس طریق عبادت کے لئے مخصوص کر دے کہ تجھ میں کوئی کجی نہ ہو اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت کو مدِّ نظر رکھو جس صحیح فطرت پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی قائم و دائم طریق ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس اے قرآن کے مخاطب تو طریقِ فطرت اختیار کر اسی خدا کی طرف جھک اور اُسی کا تقویٰ اختیار کر۔ اسی کی طرف کامل طور پر جھکتے ہوئے تقویٰ پر قدم مارو اور نمازیں ادا کرو اور ان مشرکوں میں سے مت بنو جو اپنے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے کبھی ایک نقطہ پر جمع

نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے اپنے دین کو پراگندہ کر دیا اور خود بھی مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے اور پھر اس خیال سے خوش ہیں کہ جو ٹکڑا ہم نے لیا ہے وہی بہتر ہے۔

پس عالمِ اِنسانی کا اتحاد جسے وقت کی اہم ضرورت سمجھا گیا ہے، مشرکانہ عقائد کے تحت عمل میں آنا ممکن نہیں۔ یہ اتحاد تو توحید باری تعالیٰ ہی پر ہو سکتا ہے۔ ایک نقطہ پر صرف توحید پرست ہی جمع ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح بھی دی جا سکتی ہے کہ اپنے آپ کو مختلف حکومتوں کا باشندہ کہنے والے کہیں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ان سب کے اکٹھا ہونے کے لئے ضرورت ہے کہ سبھی اپنے آپ کو ایک حکومت کا شہری قرار دیں اور سب ایک ہی حکومت اور قانون کو نافذ جان کر اس کی اطاعت کریں۔ اس لئے توحید باری تعالیٰ ہی کا عقیدہ نوع انسان کے اتحاد کا حقیقی اور اصل ذریعہ ہے جس سے سارے عالم انسانی پر خدائے واحد ویگانہ کی حکومت کا قانون لاگو جانتے ہوئے سب بنی نوع انسان متحد ہو جائیں۔ یہی وہ چیز ہے جس کی اس وقت سارے عالم انسانی کو بیحد ضرورت ہے۔ اور اسی سے دُنیا کی تفرقہ بازی اور اختلاف ختم ہو سکتے ہیں۔ دیگر ہر قسم کے ذرائع غیر حقیقی اور غیر سود مند ہیں۔

امن عالم اور توحید کا مسئلہ

ماسوا اس کے خدا کو ایک ماننے ہی کے نتیجہ میں دنیا کے اندر حقیقی اور پائیدار امن پیدا ہو سکتا ہے۔ باہمی مناقشات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال اُس گھر کی ہے جس کے بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں ایک دوسرے کا گریباں چاک کرتے اور مار کٹائی کرتے ہیں لیکن ماں باپ کے اچانک اُدھر آ جانے سے سب جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ کا نظریہ پیش کیا ہے کہ تمام مخلوق خدا کے کنبے کی مانند ہے۔ جب جمیع بنی نوع انسان ایک ہی کنبہ کے فرد ٹھہرے تو نہ کسی ایک خطہ کے رہنے

والوں کو کسی نوع کی برتری حاصل ہوئی اور نہ کوئی دوسرا طبقہ فروتر قرار پایا۔ بلکہ مشرقی اور مغربی دنیا کے باشندوں کے برابر کے حقوق قائم ہوئے۔ اور دنیوی منافع میں سب ہی برابر کے شریک اور حق دار بنے۔ جو کوئی کسی دوسرے طبقہ کے حقوق پر چھاپہ مارے گا۔ خدائے ذوالجلال جو بمنزلہ باپ کے ہے وہ زیادتی کرنے والے کو سزا دیگا اور مظلوم کو ظالم سے اُس کا حق پورا پورا دلائے گا۔ اس صورت میں اول تو موقعہ کسی خصومت کا آنا ممکن ہی نہیں اور اگر آ بھی جائے تو خدائے قادر و توانا کی قدرت و سطوت کسی کو زیادہ دیر تک ظلم و تعدّی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی اور ظالم جلد ہی اپنے کئے کو پالے گا۔

پس عقیدہ توحید باری تعالیٰ جہاں عقلِ انسانی، فطرتِ انسانی کو اپیل کرتا ہے وہاں اقوام عالم کے حقیقی اتحاد اور پائیدار امن کی بنیاد بھی بن سکتا ہے جس کی پرفتن دنیا کو اس وقت بڑی ضرورت ہے۔

تیسرا باب

لَا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ

شرک کیا ہے؟

شرک کا ردّ اور اس کے عظیم نقصانات

تیسرا باب

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

شرک کیا ہے؟ شرک کا ردّ اور اس کے عظیم نقصانات

(ا) شرک کیا ہے؟

قرآن کریم نے غیر مبہم الفاظ میں توحید خالص کا نظریہ پیش کیا ہے وہ کہتا ہے:

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ○﴾

(سورۃ البقرہ آیت 164)

تمہارا معبود اپنی ذات میں واحد معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی اکیلا بیحد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اسلامی اصطلاح میں شرک کا مطلب ہے خدا کی ذات، صفات یا افعال میں کسی اور کو شریک کرنا۔ اگر حقیقت پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ شرک کی اصل جڑ کمزوری اور کم عقلی ہے۔ ذرا کسی چیز سے نقصان کا اندیشہ ہوا یا فائدہ پہنچا تو اس کی پرستش شروع کردی۔

شرک فی الذّات

(الف) یہ خیال کرنا کہ ایک سے زیادہ ہستیاں ہیں جو یکساں طاقتیں اور تصرف کا اختیار رکھتی ہیں۔ اور سب کی سب دنیا کی حاکم، مقتدر اور سردار ہیں۔

(ب) یہ خیال کرنا کہ دنیا کی مدبر اور صاحب اقتدار ہستیاں ایک سے زیادہ ہیں جن میں کمالات تقسیم ہیں۔ کسی میں کوئی کمال اور کسی میں کوئی دوسرا کمال پایا جاتا ہے۔

اسے بھی شرک فی الذات ہی کہنا چاہیئے۔

شرک فی الصفات

خدا کی وہ مخصوص صفات جو اُس نے بندوں یا دوسری مخلوقات کو نہیں دیں جیسے مُردوں کو زندہ کرنا یا کوئی چیز پیدا کرنا یا مثلاً یہ کہ خدا نے کہا ہے کہ میں ازلی ابدی ہوں میرے سوا کوئی انادی نہیں یا یہ کہ میں فنا سے محفوظ ہوں جبکہ سب فنا کا شکار ہیں ایسے سب امور میں خدا کی خصوصیات کو مٹا دینا اوران صفات میں کسی اور کو شریک قرار دینا شرک فی الصفات ہے۔ خواہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ خود خدا نے ایسی صفات اپنے غیر کو عطا کی ہیں تب بھی یہ شرک ہے۔

شرک فی الافعال

کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ جاننا کہ خدا کو کسی بندہ سے ایسی محبت ہے کہ ہر ایک بات اس کی بہرحال اسی طرح مان لیتا ہے جس طرح وُہ بندہ چاہتا ہے۔ یہ بھی شرک ہی ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنے ہوئے کہ وہ بندہ گویا مستقل خدائی کی طاقتیں رکھتا ہے۔ ہر ایک بات جو وہ کہتا ہے قبول ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ ایسے آدمی کو خدا سمجھا جائے اُسے خدا کا عبد کہا جائے مگر اس کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ اس سے خدا کو ایسی محبت ہے کہ اس کی ہر ایک بات کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ بھی شرک ہی ہے۔ سارے پیر فقیر یا سنت سادھو جن کے متعلق لوگ اسی نوع کے خیالات رکھتے ہیں شرک کی اسی قسم میں آ جاتے ہیں۔

شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے

کہ ایسی چیز جس کے متعلق خدا کے قانون قدرت نے کام کرنے کی طاقت نہیں دی اس کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ وہ فلاں کام کرے گی جیسے مثلاً مردہ کو طاقت نہیں دی کہ اس دنیا میں کوئی تصرف کرے۔ اگر کوئی شخص کسی مُردہ کو جا کر کہتا ہے کہ ایسا کام کر دے تو وہ شرک کرتا ہے۔ بُتوں، دریاؤں، سمندروں، سورج اور چاند وغیرہ چیزوں سے دعائیں

کرنا اور کرانا شرک کی اسی قسم میں آتا ہے۔

(ب) شرک کا ردّ

قرآن کریم نے متعدد مقامات میں معقولی دلائل کے ساتھ شرک کی پُر زور تردید فرمائی ہے۔ اور بتایا ہے کہ شرک کا عقیدہ زبردست نقصان کا باعث ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ خدا کی شانِ جلالی پر بڑا حرف آتا ہے بلکہ انسانیت کی بھی تذلیل ہوتی ہے۔

1- شرک کے رد میں بڑا ہی جامع بیان سورۃ یونس کی اس آیت کریمہ میں پایا جاتا ہے فرماتا ہے:

﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O﴾ (سورۃ یونس آیت نمبر 69 پارہ نمبر 11)

بعض لوگ اپنی نادانی اور خدا کی ذات کے بارہ میں کامل علم نہ رکھنے کے باعث یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے بھی اپنے لئے اولاد اختیار کی ہے۔ لیکن معقولی رنگ میں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ایسا عقیدہ درست نہیں۔ چنانچہ آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں چار زبردست دلیلوں کے ساتھ اس عقیدہ کی بھی تردید کی ہے چنانچہ:

(الف) پہلے نمبر پر فرمایا ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ خدا ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے۔ بیٹا ہونا ذات باری تعالیٰ کے حق میں کھلا عیب ہے۔ بیٹے کے لئے باپ کے اندر شہوت چاہیئے اور یہ امر بجائے خود اس ذات کے لئے عیب ہے جسے خُدائی کے مقام پر رکھا گیا۔ سوچیئے شہوت نام ہے ایک ایسی خواہش کا جس کے پورا ہوئے بغیر شہوت رکھنے والا بیکلی اور بے چینی کی کیفیت پاتا ہے اور اس کے پورا ہو جانے پر اُسے قرار ملتا ہے۔ جب خدا کے متعلق ایسا تصور کر لیا جائے تو فرمایئے اس کی خُدائی کہاں رہی؟

(ب) پھر بیٹے کی خواہش کے پیچھے درحقیقت یہ فلسفہ کام کر رہا ہوتا ہے کہ خواہش رکھنے والے پر کوئی وقت ایسا بھی آنے والا ہے یا آسکتا ہے جب اُس کی اپنی ذات نہ ہوگی اس کی عدم موجودگی میں اُس خلا کو پُر کرنے والا اُس کا بیٹا ہوگا۔ گویا نسل ایسی ہی چیزوں کی چلتی ہے جو فنا ہو جائیں۔ اسی کے مطابق جب خدا کا بیٹا مان لیا گیا، تو لازماً یہ بھی تسلیم کر لینا پڑا کہ خدا کے لئے نعوذ باللہ فنا ہے اور ظاہر ہے کہ فنا الوہیت کے منافی ہے۔ اس لئے خدا کی ذات اس سے بھی منزہ چاہیئے۔

(ج) اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بیٹا ہونے کی صورت میں گویا باپ کی جزو، نطفہ یا بیج کی شکل میں جُدا ہوئی جس سے بیٹے کی صورت بنی یہ بھی خدا کی ذات کے بارے میں ایک کھلا عیب اور کمزوری ہی ہے جس سے اُس کی ذات پاک ہے۔ اس لئے **پہلے نمبر پر** فرمایا: ﴿ سُبۡحٰنَهٗ ﴾ وہ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔

دوسرے نمبر پر فرمایا: ﴿ هُوَالۡغَنِیُّ ﴾ وہ غنی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے کاموں میں کسی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو اس پہلو سے بھی خدا کی ذات کو مبرّا قرار دیا اور فرمایا خدا غنی ہے۔ وہ دوسروں کی مدد کا محتاج نہیں۔ جب محتاج نہیں تو کوئی بھی دوسرا اس کا شریک نہ رہا۔!!

تیسرے نمبر پر فرمایا: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡض ﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ بعض دفعہ انسان شروع میں تو کوئی چیز بنا لیتا ہے۔ مگر بعد میں اس کے قبضہ سے نکل جاتی ہے۔ اُور اسے سنبھال نہیں سکتا۔ وہ لوگ جو مشرکانہ عقائد رکھتے ہیں دراصل ان لوگوں کی نگاہ اپنی ہی قسم کی کمزوریوں اور ناچاریوں کے حالات پر پڑتی ہے۔ تو خدا کی ذات کے بارہ میں بھی ان کے دلوں میں ایسے ہی خدشات پیدا ہوتے ہیں تب وہ اُس کی ذات کے لئے کسی ایسے ہی سہارے کی تلاش کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آیتِ کریمہ کے ان الفاظ میں خدا تعالیٰ کی ذات کے بارہ میں ایسے ہی لوگوں کے ان موہوم خدشات کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس کی ذات

میں کبھی ایسی کمزوری واقع نہیں ہوتی۔ اسے دنیا کا نظام قائم رکھنے کے لئے کسی دوسرے مددگار کی ضرورت پیدا نہیں ہوتی بلکہ سب کچھ اُس کے پورے قبضہ اور تصرف میں ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔

چوتھے نمبر پر فرمایا کہ شرک کے حق میں کوئی مثبت دلیل نہیں:

﴿ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ط اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O﴾

شرک کے بارہ میں تم دعویٰ کرتے ہو تمہارے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں ہے پھر تم اللہ کی طرف وہ بات منسوب کرتے ہو جس کی بابت تم کچھ بھی علم نہیں رکھتے۔ خدا کی وحدانیت پر بے شمار معقولی دلائل ہیں مگر جن کو یہ لوگ شریک قرار دیتے ہیں ان کے حق میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

سورۃ یونس میں ایک اور مقام پر مشرکین کو خطاب کر کے براہ راست شرکاء کی بے وقعتی، ناطاقتی اور الوہیّت کے خواص سے ان کی تہی دامنی کی وضاحت کر کے پہلے معبود حقیقی، خالق کائنات متصرف کل، خدا کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین سے براہ راست خطاب کرنے کا ارشاد فرماتا ہے اور ساتھ ہی ان کے من گھڑت شرکاء کی ناطاقتی، الوہیّت کے خواص سے ان کی تہی دامنی کی حقیقیت پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ط فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ O فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ O﴾

(سورۃ یونس آیت 33,32)

تم خود ہی سوچ لو اور مشاہدہ کر لو آسمان اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے۔ یا کانوں اور آنکھوں کی کتنی بڑی نعمت ہے جس سے تم سب نوازے گئے ہو۔ اب بتاؤ اس

پر کون تصرفِ تام رکھتا ہے؟ نیز روز مرّہ کا مشاہدہ تم کو بتائے گا کہ کون مُردہ چیز سے زندہ چیز نکالتا اور زندہ چیز سے مردہ چیز نکالتا ہے۔ اور کون تمام کائنات عالم کا انتظام وانصرام کرتا ہے۔ غور وفکر کے بعد ہر سلیم الفکر انسان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ وہی **اللہ** ہی کی قادر مطلق ہستی ہے جو اُن سب پر حاوی ہے۔ پس جب صورت حال یہ ہے تو سمجھو اللہ ہے جو تمہارا حقیقی ربّ ہے اس واضح اور نمایاں حقیقت کو چھوڑ کر سوائے گمراہی کے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ سوچو تم کس طرف پھیرے جا رہے ہو۔

معبودِ حقیقی کی ایسی صفات کاملہ کا ذکر کر کے جس میں کسی دوسرے کو مطلق شراکت حاصل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین سے براہ راست خطاب فرمانے کا ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ط قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ O قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ط قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ط اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ O﴾

(سورۃ یونس آیت 36,35)

ان دونوں آیات میں شرک کی تردید میں دو الگ الگ زبردست دلیلیں دی گئیں ہیں۔

(1) آیت نمبر 35 میں فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایک خدا کو چھوڑ کر اس کے ساتھ بعض دوسرے وجودوں کو بھی الوہیت کے مقام پر کھڑا کر دیتے ہو سوچ کر بتاؤ کہ کیا تمہارے ان پیش کردہ شرکاء میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس میں ایسی صفتِ خلق پائی جائے جس کے فعل میں بار بار کا اِعادہ پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا معیار ہے کہ اس پر فوری امتحان ہو جائے گا۔ اور ان کی خالقیت کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ کسی فعل کے اعادہ سے ازلی قانون کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ دیکھو زمانے گزرے غلہ سے غلہ پیدا ہوتا چلا آرہا ہے۔

اگر کوئی دعویٰ کرے یہ غلّہ اور اناج میں پیدا کرتا ہوں یا ہمارے فلاں بُت ، دیوی ، دیوتا یا فلاں ٹھاکر نے پیدا کیا، تو کسی طول طویل بحث کی ضرورت نہیں اس کے سامنے ہمارا سیدھا سادھا سوال یہی ہے کہ اچھا اب پیدا کر کے دکھاؤ یا یہ بتاؤ کہ تمہارے وجود سے پہلے کون پیدا کرتا تھا۔ اور ﴿ثُمَّ یُعِیْدُہٗ﴾ میں یہی بتایا گیا ہے۔

یہی وہ زبردست دلیل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود بادشاہ کے سامنے رکھی تھی جس سے وہ لاجواب ہوگیا۔ مدلل سوال و جواب کو قرآن کریم کے حسب ذیل جامع الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ م اِذْقَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ط قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 259 پارہ 3)

کیا تجھے اس شخص کی خبر نہیں پہنچی جو اس غرور کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت اور سلطنت دے رکھی تھی ابراہیمؑ سے اس کے ربّ کے متعلق بحث کرنے لگ گیا تھا۔ اس موقعہ پر ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی ہستی پر ناقابل تردید ثبوت دیتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا کہ میرا ربّ وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ مغرور بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔ بولا، یہ بھی کوئی بات ہے؟ اور ساتھ ہی اپنے اقتدار کا حوالہ دیتے ہوئے بڑہانک دی کہ میں بھی تو زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں!! حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ شاہی دماغ رکھنے کے باوجود پیش کردہ دلیل کے اصل نکتہ کو پا نہیں سکا۔ آپؑ نے اسی پر اُسے پکڑا۔ پہلے واضح کیا کہ میری دلیل میں تیرے دائرہ اختیار کی موت و حیات مراد نہیں۔ میری مراد یہ تھی کہ دُنیا میں حیات و ممات کا جو سلسلہ جاری ہے یہ خدا کے تصرف میں ہے اور نظام شمسی پر بھی اُس کا حکم چلتا ہے اگر تو ایسا ہی خدا ہے تو سورج کو حکم دو کہ مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع کرے۔ اسی نقد بنقد ثبوت پر وہ سوائے بغلیں

جھانکنے کے اور کیا معقول جواب دے سکتا تھا۔؟

پس ﴿ ثُمَّ يُعِيْدُه ﴾ میں اسی نوع کا اعادہ مراد ہے جو سچے خالق اور معبود حقیقی کی نمایاں علامت ہے۔

دوسری دلیل: شرک کے رد میں سورۃ یونس کی آیت نمبر 36 میں جو دوسری دلیل پیش کی گئی ہے اس میں بھی مشرکین سے براہ راست خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ بتاؤ تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہو؟۔ سب کو یہ ایسا چیلنج کہ کسی سے بھی سیدھا جواب ممکن نہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شرک کی تائید میں کسی بُت نے، کسی دیوی ماتا یا کسی بھی غیر اللہ نے لوگوں کی ہدایت اور حق کی طرف رہبری کے لئے کوئی کتاب دنیا میں نازل کی ہو۔

فرماتا ہے جب صورت حال یہ ہے اور مشرک لوگ اس بارہ میں قطعی لاجواب اور خاموش ہیں تو تُو خود ہی ان سے کہہ دے کہ ایسے معبودان باطلہ کے مقابلہ میں خدا کی ذات کو دیکھو وہ تو ازل سے لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کرتا آ رہا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ وہ خدا جو حق کی ہدایت کرتا ہے اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے یا وہ فرضی خدا جو سوائے اسی صورت کے کہ اُسے رستہ دکھایا جائے از خود راہ نہیں پاتا۔!!

اس حقیقت کے کھل جانے کے بعد بتاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم معبود حقیقی کے بارے میں کیسے فیصلے کرتے ہو۔ جن میں نہ معقولیت ہے اور نہ وہ دلیل کی کسوٹی پر کسی جہت سے پورے اترتے ہیں؟

تیسری دلیل: سچے خدا کے مقابلہ پر مشرکین کے پیش کردہ شرکاء کی بے بضاعتی اور قدرت و اختیار سے تہی دامنی کی ایک اور بات بڑے ہی لطیف پیرایہ میں سورۃ اعراف کے چوبیسویں رکوع میں اس طرح بیان ہوئی ہے فرماتا ہے:

﴿ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ O وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ط سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ○﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 192 تا 194)

کیا یہ لوگ اُن کو خدا کے مقابلہ پر درجہ الوہیّت دے دیتے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اُلٹا مخلوق ہیں یعنی اپنے وجود میں آنے کے لئے تو دوسرے کے محتاج ہیں پھر وہ خالق کیسے بن سکتے ہیں۔ یہ اُلٹی گنگا کیسے بہے گی۔ اسی پر بس نہیں اور دیکھو بارہا مشرکوں کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اُن کے شرکاء ان کی مدد کو پہنچے ہوں۔ معبودان باطلہ کا مشرکوں کی مدد کرنا تو دور کی بات ہے وہ تو اس قدر عاجز اور ناچار ہیں کہ خود اپنے نفسوں کی نصرت اور مدد سے بھی عاری ہیں۔

بے جان مورتیوں کی پوزیشن تو ظاہر و باہر ہی ہے۔ اور جو دوسری جاندار یا شکتی والی ہستیوں اور عناصر کو خدا کے مقابل پر بطور معبود سمجھتے ہیں۔ وہ قانون قدرت کے سامنے محض لاچار اور مجبور ہیں۔

اس نکتے کو مزید واضح کرتے ہوئے آیت نمبر 194 میں فرماتا ہے کہ اگر تو اِن فرضی خداؤں کو ہدایت کی طرف بلائے تو وہ تمہاری اتباع نہیں کر سکیں گے۔ مثلاً اگر کوئی بُت دھوپ میں کھڑا ہے یا بارش میں بھیگ رہا ہے یا کسی طوفان اور آتش زنی کی زد میں ہے اور تُم اس سے خواہش کرو کہ وہ تمہاری بات مان کر اور ذرا سرک کر سائے میں آ جائے یا کسی اوٹ میں ہو کر بارش سے بچ جائے یا کسی اور طریق پر آنے والی تباہی و بربادی سے اپنا بچاؤ کر سکے تو خیر خواہ کے اس مشورہ سے پر عمل پیرا نہ ہو سکے گا۔ فرماتا ہے۔

ایسی حالت میں تمہارا ان کو بُلانا یا چپ رہنا ان کے لئے برابر ہے۔ اب بتاؤ اِن کی خُدائی کیا ہوئی؟

اس کے بعد اگلی آیت میں ایک اور پکی بات اور حقیقت بتائی۔ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 195)

جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا بُلاتے ہو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سامنے وہ بھی تمہاری طرح کے عاجز بندے ہیں۔ ان کا عاجز اور بے بس ہونا۔ کسی کے ہاتھوں مسخر ومحکوم ہونا۔ ان کی خُدائی کے طول وعرض کو آشکارا کر رہا ہے۔ فرماتا ہے۔ تُم اُنہیں پکارتے جاؤ۔ اور اگر تم سچے ہو تو وہ تمہاری پکار کا جواب دے کر اپنی الوہیت کا ثبوت دیں۔!!

مشرک اور موحد میں یہی فرق نمایاں ہے کہ سچے خدا کا پرستار جب اُس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے تو وہ اس کی دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔ اس کے برعکس مشرک کا معبود نہ اُس کی دعا سنتا ہے اور نہ قبول کرتا ہے۔

اگلی آیت میں تو ایسے نام کے خداؤں کی خدائی کو اور بھی طشت از بام کیا گیا ہے فرماتا ہے:

﴿اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ط﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 196)

یہ سارا نقشہ مجموعی طور پر تو بعض قوموں کے دیوی دیوتاؤں پر بڑی صفائی سے منطبق ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان وغیرہ ہوتے ہی نہیں۔ بلکہ بعض تو اعضاءِ مخصوصہ کو ایسی عظمت دیتے ہیں کہ جو خدا کو دینی چاہیئے اور ان کو **مہادیو** تک کہہ جاتے ہیں۔ شیو جی کے ''لنگ'' کو اس مقام پر سمجھتے ہیں یا پھر عناصر کو جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کا ظاہری طور پر بھی مذکورہ اعضاء سے خالی ہونا واضح ہے۔ لیکن آیت کریمہ میں اس ظاہری انطباق کے ساتھ ہی ساتھ اصل قوت وشکتی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اور درحقیقت یہی وہ چیلنج ہے جو مشرکین کو ان کے مصنوعی خداؤں کے بارہ میں اس آیت کریمہ کے ذریعہ دیا گیا ہے کہ اوّل تو ان کے ایسے اعضاء ہی نہیں اور جن مورتیوں کے اعضاء بنائے ہوتے ہیں وہ بھی بے معنی سے ہیں ان میں کسی طرح کے نفع یا نقصان کی قدرت نہیں۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان مورتیوں یا دیوتاؤں اور بتوں کے اعضاء نہ ہونے کے باوجود ان میں بڑی شکتی ہے۔ وہ بڑے بلوان (پہلوان) ہیں۔تو آیت کریمہ کے آخری حصہ میں ان کے اس دعوے کی قلعی بھی کھول کر رکھ دی ہے۔حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یا جو کوئی بھی آپؐ کا سچا جانشین کر نمائندگی کرے،فرماتا ہے اچھا تم بھی اپنے ان معبودوں کو میدان مقابلہ میں لے آؤ میں تو پہلے ہی میدان میں موجود ہوں اب تم،اور تمہارے یہ سب شرکاءمل کر میرے خلاف منصوبہ کرلو اور منصوبہ بھی ایسا کہ اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو اور مجھے اس کی مُہلت اور ڈھیل نہ دو۔اس عملی مقابلہ میں حقیقت سامنے آجائے گی۔

خوب کُھل جائے گا لوگوں پہ کہ دیں کس کا ہے دیں
پاک کردینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہر دوار
(درثمین اُردو)

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ وَلِیِّ ۦَ اللّٰہُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ O ﴾

(سورة اعراف آیت نمبر 197)

میرا دوست میرا ناصر اور میرا مددگار وہ اللہ ہے جس نے اس کامل کتاب کو نازل کیا۔ہاں وہی بزرگ و برتر خدا جو ابدالاباد سے نیکوکاروں کا ساتھ دیتا چلا آرہا ہے۔اور ان کی نصرت و تائید کے لئے اپنی قدرت کے کرشمے دکھاتا ہے۔

(ج) شرک کے نقصانات

اب اس بات کی تیسری شق یعنی شرک کے نقصانات آیات قرآنیہ کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں۔تا واضح ہو کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو توحید کامل کا نظریہ پیش کیا اور واضح تعلیم دی ہے تو ساتھ ہی بڑی شدت سے شرک کی تردید بھی فرمائی ہے۔اگر اس فطری عقیدۂ توحید کو اختیار نہ کیا جائے تو شرک میں مبتلا ہو کر نوع انسان کو

بہت سے نقصانات سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے دانشمندی اسی میں ہے کہ اس راہ سے اجتناب کیا جائے۔

شرک کے عظیم اور خطرناک نقصانات میں سے سرِ فہرست وہ نقصان ہے جس کے نتیجہ میں خدا کی ذات سب سے پہلے محلِ اعتراض ٹھہرتی ہے بڑے سے بڑا مشرک بھی اعتقادی طور پر خدا کی شانِ ارفع کا معتقد ہوتا ہے لیکن بسا اوقات وہ اپنے قصورِ علم کے سبب اپنی ہی محدود طاقتوں اور ہمہ وسائل پر قدرت نہ رکھنے کے باعث خدا کی ذات کو بھی اسی پر قیاس کر لیتا ہے۔ اُس وقت اُس کی حالت کنوئیں کے اُس مینڈک کی ہوتی ہے جس کے پاس سمندری مینڈک مہمان آیا۔ اور اُس نے بتایا کہ ایک بہت بڑے وسیع وعریض خطّہ ء آب کا نام سمندر ہے۔ کنوئیں کا مینڈک سمندر کی عظیم وسعتوں کا تصور نہیں کر سکتا تھا وہ دو چار زقند لگا کر سمندر کی وسعتوں کو ناپ لینا چاہتا تھا مگر سمندر کی وسعتوں کو اس سے بھی عظیم تر ہونے کی بات سن کر کہنے لگا: بھلا اس قدر بڑا بھی سمندر ہو سکتا ہے؟

تو حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے محدود علم پر خدا کی لامحدودیّت کو قیاس کرنے لگتا ہے بجائے اس کے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کرے وہ یہ کہنا شروع کر دیتا ہے کہ:

''اس قدر وسیع وعریض نظام کائنات کے انتظام وانصرام کے لئے ناممکن ہے کہ اکیلا خدا اس سے عُہدہ برآ ہو سکے تب اس کا دماغ بعض ہستیوں کو اس کے لئے معین و مددگار کے طور پر پیش کرنے لگتا اور ان کے اندر بھی خدائی صفات دیکھنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ خدا ہی کیا جس پر اپنی ہی بنائی ہوئی کائنات کا انتظام وانصرام دوبھر ہو؟

چنانچہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اسی نوع کے امکانی خدشات کا ازالہ کرتے ہوئے واضح فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 256)

اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا پرستش کا اور کوئی مستحق نہیں وہی حیات کاملہ رکھتا ہے۔ یعنی ایسی حیات کا مالک ہے جو اپنے قیام میں کسی اور کا محتاج نہیں اُسے کسی اور نے زندگی نہیں بخشی بلکہ اُس کی ذات ازلی اور ابدی طور پر زندہ ہے اپنی ذات میں قائم اور سب کو قائم رکھنے والا ہے نہ اُسے اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند کا وہ محتاج ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب اسی کا ہے۔........... جملہ مخلوق کے ماضی حال مستقبل کا کامل علم رکھتا ہے دُنیا میں اُس کی مرضی کے سوا اُس کے علم کے کسی حصہ کو کوئی پا نہیں سکتا۔ اُس کا علم آسمانوں پر بھی اور زمین پر بھی حاوی ہے۔ اور اُن کی حفاظت اور نگہبانی اُسے تھکاتی نہیں اور وہ بلند شان رکھنے والا بڑی عظمت کا مالک ہے۔

ایک عجیب نکتہ

مذکورہ آیت کریمہ (جو آیت الکرسی کے نام سے بھی متعارف ہے) میں خدا تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت القیوم بیان کی گئی ہے جس کے معنے امام راغب اصفہانی کی تشریح کے مطابق یہ ہیں کہ **القائم الحافظ بکل شیءٍ والمُعْطِیْ لَہٗ مابہٖ قِوَامُہٗ**۔ یعنی ایسی ہستی جو اپنی ذات میں قائم اور ہر چیز کی نگران ہو اور اُسے وہ طاقت عطاء کرے جس سے وہ قائم رہ سکے۔ گویا جملہ مخلوقہ اشیاء میں وہ طاقتیں پیدا کرنا جن سے ان کے اجزاء متّصل رہتے ہیں۔ اور اپنے مفوضہ کاموں کو بجالاتے ہیں سب قیوم میں آجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ''القیوم'' ہے نہ صرف اس لئے کہ وہ خود قائم ہے بلکہ اس لئے بھی کہ دوسری سب اشیاء اس کی پیدا کردہ طاقتوں سے قائم رہتی ہیں۔

اس جگہ عجیب نکتہ کی بات یہ ہے کہ یہی القیوم کی صفت اجرام فلکی میں کشش ثقل کے وجود اور خوردبینی ذرّات کے ایک دوسرے سے اِتّصال اور ایک دوسرے سے ادغام اور ایک دوسرے کے گرد گھومنے وغیرہ افعال پر نہایت لطیف رنگ میں اشارہ کرتی ہے

بالفاظِ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ سائنس نے جو ایٹم کو پھاڑ کر الیکٹرون (۱) پروٹون (۲)۔ نیوٹرون (۳) وغیرہ حصص کی تقسیم کی ہے اور اُن کے گہرے طور پر آپس کے اِتصال اور غیر معمولی توانائی سے بھرپور ہونے کی قوتیں معلوم کی ہیں یہ سب قوتیں خدا تعالیٰ کی قیوم صفت ہی کے تحت ذرّات میں جلوہ گر ہو رہی ہیں اور ان پر اس کی ذات کامل تصرف رکھتی ہے۔

جہاں تک شرک کے واضح نقصانات کا تعلق ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا واحد و یگانہ خدا کے ساتھ دوسری ہستیوں کو شریک قرار دینے میں مشرکین کا اپنا ہی قصورِ علم زیادہ تر کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے پہلے نمبر پر ذات باری تعالیٰ کی نسبت مشرکین کی اسی جہالت کا ازالہ کرتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے ہر سچے جانشین اور نمائندے کو اس بات کا اعلان کر دینے کا ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ O وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ O وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ O﴾

(سورۃ الزمر آیت نمبر 65 تا 68)

تو کہہ دے اے جاہلو کیا تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ اللہ کے سوا میں کسی اور ہستی کی عبادت کرنے لگوں! حالانکہ خود خدا کی طرف سے تیری طرف اور تجھ سے پہلے نبیوں کی طرف وحی کی گئی ہے (اور وحی والہام خدا کی ذات کے وجود پر ایسا زبردست ثبوت ہے کہ اس نے بول کر اپنے وجود کا خود پتہ دے دیا۔ بالخصوص جبکہ ایسی وحی عظیم الشان خبروں پر مشتمل ہو) اور ہر ایک نبی کو کہا گیا تھا کہ اگر تو شرک کرے گا تو تیرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور تو اُن لوگوں میں سے ہو جائے گا جو گھاٹے میں پڑ جاتے ہیں۔ صاف بات ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے بارہ میں وحی والہام کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین حاصل

کرنے کے بعد اوّل تو کوئی شخص بھی غیراللہ کوشریک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی بد بخت ایسا نکل بھی آئے تو اس کی شورہ بختی اس سے ظاہر ہے کہ وہ نور اور ہدایت کی وادی میں آ جانے کے بعد جہالت کے پُرظلمت غاروں میں کود جانا چاہتا ہے۔ ایسا کر کے اُس نے کوئی سودمند کام نہیں کیا بلکہ سراسر خسارہ اور نقصان کیا ہے۔ پس اے سمجھدار انسان تو ایسا نہ کر بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور شکرگزار بندوں میں شامل ہو جا۔ کہ اُس نے اپنی رحمت کے صدقے تجھے جہالت کے پرظلمت غاروں سے نکال کر نور کے بلند مینار پر قائم کر دیا۔!!

اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے: شرک کا مشورہ دینے والے درحقیقت اُس بنیادی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں جس کے سبب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا اور بموجب:

فکر ہر کس بقدر ہمتِ اوست

ان کوتاہ ہمتوں نے اپنے ہی پر ذات باری تعالیٰ کی صفات کو قیاس کیا اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے حالانکہ انہیں اس بات کا علم ہو جانا چاہیئے کہ زمین سب کی سب اس کی مملوکہ ہے۔ اور آسمان اور زمیں دونوں قیامت کے روز اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ اشارہ ہے اس کی زبردست قوت اور اقتدار اعلیٰ کی طرف کہ اس کی قوت وسطوت سے زمین وآسمان کی کوئی چیز بھی باہر نہیں۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ان لوگوں کے مشرکانہ عقیدوں سے اس کی ذات بلند وبالا ہے۔ پس جو شخص بھی اس طور پر خدا کی مقتدر ہستی کا صحیح تصور کرتا ہے۔ وہ کبھی مصنوعی خداؤں کی طرف مائل نہیں ہوسکتا جب ایک ہی ذات سب کاموں اور جملہ امور کی انجام دہی کے لئے کافی ہے تو پھر کسی دوسرے شریک کی ضرورت خود بخود ختم ہوگئی۔

اس کے بعد مشرکین کے شرکاء کی مضحکہ خیز پوزیشن کو طشت از بام کرتے ہوئے ایک مثال بیان فرماتا ہے۔ ساتھ ہی انسانی فطرت کو جھنجوڑ کر سب لوگوں کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ○﴾

(سورۃ الحج آیت نمبر 75,74 پارہ 17)

اے لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے اسے غور سے سنو، دیکھو جن کو تم اللہ کے سوا خدا کر کے پکارتے ہو اور اس میں الوہیت کی صفات کے قائل ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے۔ خواہ سب کے سب مل کر ایسا کرنے کی کوشش کریں۔ مکھی پیدا کرنا تو درکنار اگر مکھی ان سے کوئی چیز اڑا لے جائے تو وہ اس چیز کو بھی اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ اب دیکھ لو کہ ان سے دعائیں مانگنے والا یہ مشرک بھی اور جس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ بھی کیسے کمزور ہیں اور ان کی بے بسی اور عجز ظاہر و باہر ہے۔ بات یہی سچ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اگر ایسا کرتے تو کبھی مشرکانہ خیالات میں نہ پڑتے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا شبہ بڑی طاقت والا اور بڑا غالب خُدا ہے۔ پھر اُسے کسی دوسرے کا سہارہ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

اس سے اگلی آیت میں مثبت رنگ میں خدا تعالیٰ کے قوی اور عزیز ہونے کا ایک کھلا ثبوت پیش کیا جو ہر زمانہ میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔ فرماتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ○﴾ (سورۃ الحج آیت نمبر 76)

اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں فرشتوں میں سے اپنے رسول منتخب کرتا ہے اور اسی طرح انسانوں میں سے بھی۔ یقیناً اللہ بہت دعائیں سننے والا اور حالات کو بہت دیکھنے والا ہے۔

فرماتا ہے ہر زمانہ میں ارسالِ مرسلین۔ فرشتوں کے ذریعے اُن پر نازل ہونے والا کلام الٰہی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ خدا بڑی طاقتوں والا خُدا ہے اور اُس کا

غلبہ اور اقتدار اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ان روحانی وجودوں کے ذریعہ دُنیا کے اندر عظیم انقلاب لایا جاتا ہے۔تب ظالم طاقتوروں کے ہاتھوں سے اقتدار چھین کر کمزور سمجھے جانے والے افراد کو سونپ دیا جاتا ہے۔دُنیا نے ہر زمانہ میں اس کا کھلا مشاہدہ کیا ہے۔

(اس بارہ میں تفصیلی گفتگو مضمون کے اگلے حصہ میں آنے والی ہے۔اس جگہ اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اصل موضوع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے)

شرک کا پہلا نقصان

اُوپر بیان ہو چکا کہ شرک کی صورت میں سب سے پہلے خدا کی ذات مورد اعتراض ٹھہرتی ہے اور اسی سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ ذات کا وہ تصور جو قرآن کریم پیش کرتا ہے اُس کا کسی قدر ذکر اُوپر کی سطور میں ہو چکا ہے۔اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کے پیش کردہ جامع جمیع صفات کاملہ خدا پر یقین قائم ہو جانے کی صورت میں ہر قسم کے مشرکانہ خیالات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

شرک کا دوسرا نقصان

شرک کا دوسرا بڑا نقصان انسان کی اپنی ذات کو پہنچتا ہے۔ہاں وہی انسان جس کو اشرف المخلوقات بنایا گیا اور زمین و آسماں وما فِيهِما بلکہ کائنات عالم کی ہر شے اس کے لئے مسخر کر دی گئی اور سب پر اُسی کو اقتدارِ اعلیٰ بخشا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 71)

اور ہم نے بنی آدم کو بہت شرف بخشا ہے اور ان کے لئے خشکی اور تری کی سواری کا سامان پیدا کیا ہے۔اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے۔اور جو مخلوق ہم نے پیدا کی ہے اس میں سے ایک کثیر حصہ پر ہم نے انہیں (یعنی انسانوں کو) بڑی فضیلت دی ہے

سورۃ الجاثیہ میں فرماتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

(سورۃ الجاثیہ آیت نمبر 13,14 پارہ 25)

وہ اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہاری خدمت پر لگایا ہوا ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم ان کے ذریعہ اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب اُسی نے تمہاری خدمت پر لگایا ہوا ہے۔ اس میں فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے نشان ہیں۔

مذکورہ آیاتِ کریمہ تمام مخلوقات میں سے انسان کے شرف اور بزرگی کے بلند مقام کی تعیین کرتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایک طرف تو خالق کائنات، انسان کو اس قدر شرف اور بزرگی عطاء فرماتا ہے کہ جمیع مخلوقات کا اس کا مخدوم بنا دیا۔ دوسری طرف اگر یہی انسان اپنے اس بلند مقام کے باوجود دوسری مخلوقات کو جو اُس کی خادم ہیں اپنا معبود قرار دینے لگے تو ایسا کرنے سے انسان نے خود اپنے مقام اور مرتبہ کی ناقدری کی اور اپنی بلند شان کا لحاظ نہ رکھا۔ گویا مشرکانہ عقائد سے مشرک لوگ نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کی ذات پر حملہ کرتے ہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے نوعِ انسان کو عطا کردہ شرف اور بزرگی کو بھی پامال کر دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم اسی دوہرے نقصان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾

(سورۃ الحج آیت 32,31 پارہ 17)

لازم ہے کہ تم بت پرستی کے شرک سے بچو اور اس طرح اپنی عبادت اور

فرمانبرداری صرف اللہ کے لئے مخصوص کرتے ہوئے جھوٹ بولنے سے بچو اور تم خدا کا شریک کسی کو نہ بناؤ اور جو اللہ کا شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گر جاتا ہے اور پرندے اس کو اُچک کر لے جاتے ہیں اور ہوا اس کو کسی دوسری جگہ پر پھینک دیتی ہے۔

کسی مشرک کے لئے مشرکانہ عقائد کے سبب آسمان سے گر جانے کی ذلّت آمیز پوزیشن اس سے ظاہر ہے کہ ذات باری نے تو اُسے جمیع مخلوقات کا مخدوم بنا کر بھیجا تھا مگر وہ اپنے اس ارفع شان کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے ادنیٰ مخلوقات میں سے ہی کسی کو درجہ الوہیّت دیکر اپنا مخدوم بنالیتا ہے، اور اپنے تئیں اس کے سامنے ایک خادم کے طور پر پیش کر دیتا ہے۔ اس صورت میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ خدا نے تو اسے عزت واحترام کے آسمان پر بٹھانا چاہا مگر وہ اس سے گر جانا چاہتا ہے۔!!

پس اگر انسان اپنے اس بلند مقام کے باوجود دوسری مخلوقات کو جو اس کی خادم ہیں اپنا معبود قرار دیتا ہے تو یقیناً وہ اپنے بلند مقام سے پستی کی طرف گر جاتا ہے اور اپنے سے بھی فروتر چیز کو اپنے خالق و مالک کے برابر قرار دیتا ہے گویا اس کے ایسے شرک سے وہ خدا کی بھی ہتک کرتا ہے اور آسمان روحانیت سے گرنے کے نتیجہ میں اُس پر بھی روحانی موت وارد ہو جاتی ہے تب وہ لاشئہ بے جان کی طرح ہو جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ پرندوں کا شکار کرے اور ان کو اپنی تقویت کے لئے استعمال میں لائے پرندے اس مردار کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔ درآنحالیکہ ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کے تُند سیلاب اس کو روحانی مقام سے دُور بہا کر لے جاتے ہیں۔

اسی طرح جب کوئی مشرک انسان خالقِ ارض وسماء کے ساتھ اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی خدا بنالیتا ہے تو وہ اس چیز سے جو اُس کی خدمت کے لئے خلق کی گئی ہے بجائے اُس سے خدمت لینے کے اور اس کے نفع رساں پہلوؤں کی تحقیق کرنے کے اس کو مخدوم بنالیتا ہے یہی وجہ ہے کہ مشرک اقوام صحیح تحقیق سے عام طور پر محروم ہو جاتی ہیں اور ان میں اوہام پرستی کی طرف زیادہ میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ مسلمان جب تک صحیح رنگ میں توحید کے قائل اور عامل رہے تو حقائق الاشیاء اور سائنٹفک ریسرچ میں انہوں نے حیرت

انگیز ترقی کی چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی مسلمانوں کو Father of Modern Science لکھا ہے یہ توحید ہی کی برکت تھی کہ مسلمانوں نے ہر مخلوق چیز سے فائدہ اٹھانے کے لئے علمی موشگافیوں میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ اور موجودہ سائنسی ترقیات بہت حد تک ان کے علمی انکشافات کی رہین منت ہیں۔

شرک کا تیسرا نقصان

3- منجملہ دیگر عظیم نقصانات کے جو مشرکانہ عقائد کے نتیجہ میں انسان کو اُن سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ شرک کا عقیدہ رکھنے سے پست ہمتی پیدا ہوتی ہے کیونکہ مشرک انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ چھوٹے خداؤں کو خوش کرلیا کرے اس سے آگے جاکر وہ کیا کرے گا اور اس کے لیے ایسا ممکن بھی کس طرح ہوگا۔ اس طریق سے مشرک انسان اس برکت اور روحانی ترقی سے محروم ہوجاتا ہے جو خدا کی خاص عبادت کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے سے ملتی ہے۔

شرک کا چوتھا نقصان

4- اسی طرح ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جو امور خدا کے علاوہ دوسرے معبودوں میں تسلیم کرتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع خدا کے سوا دوسرے معبودوں میں پائے جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان پردے حائل کرر کھے ہیں حالانکہ تمام انسان خدا کے قرب و وصال کے لئے پیدا ہوئے ہیں شرک کرنا گویا اُس محبت اور قرب الٰہی میں کمی پیدا کرتا ہے۔

شرک کا پانچواں نقصان

5- اسی طرح شرک سے جھوٹ، جہالت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جو طاقتیں خدا نے اپنے سوا اور کو نہیں دیں شرک کی صورت میں وہی طاقتیں کسی اور شخص یا چیز میں تسلیم کی جاتی ہیں اور یہی جھوٹ ہے۔ پھر جن چیزوں کو خدا نے انسان کے فائدہ اور خدمت کے لئے بنایا ایک مشرک ان چیزوں کو الوہیت کا درجہ دینے کے بعد ان سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھانے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور جہالت اسی کا نام ہے یہی حالت بزدلی کی ہے۔ کہ جن وجودوں سے انسان کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اور جن سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، محض توہم کے نتیجہ میں ان سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اور یہی بزدلی ہے۔

قرآن کریم نے انسان کو ان تمام عملی نقصانات سے بچانے کے لئے شرک سے باز رہنے کی تلقین کی اور پرزور طریق پر شرک کے خلاف آواز بلند کی۔ مثلاً

سورۃ اعراف رکوع 16 میں جہاں موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے چنگل سے نجات پا کر بحر قلزم کو بسلامت عبور کرنے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ بعد اس کے کہ بنی اسرائیل اپنے زبردست دشمن کے پنجہ سے مخلصی پا گئے۔ حسب پروگرام ارض مقدسہ کی طرف بڑھنا شروع کیا چونکہ یہ ایک طویل فاصلہ تھا جس کو طے کرنے کے لئے لمبا وقت درکار تھا اس لئے چھوٹے چھوٹے پڑاؤ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو لیکر آگے بڑھتے جا رہے تھے راستہ میں مختلف قسم کے لوگوں سے ان کا گزر ہوتا رہا ایک موقعہ پر جس کا اس رکوع میں ذکر ہے بنی اسرائیل نے بُت پرست قبیلوں کو دیکھا قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ط قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ O اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا ھُمْ فِیْہِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ O

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 139 تا 141 پارہ 9)

ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار گزار دیا یہاں تک کہ وہ چلتے چلتے ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے سامنے عبادت میں مشغول تھے اس منظر کو دیکھ کر موسیٰ کی قوم میں بھی مصری ماحول کے تازہ اثر کے نتیجہ میں ایک عجیب قسم کی رغبت پیدا ہوئی اور جھٹ درخواست کردی:

''اے موسیٰ ہمارے لئے بھی کچھ ایسے معبود بنا دو جیسا کہ ان کے معبود ہیں''

موسیٰ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا: بلاشبہ تم جاہل کے جاہل ہی رہے!! توحید الٰہی کے بارہ میں میری دن رات کی وعظ و تلقین تمہیں دیرینہ جہالت سے نکال نہ سکی!! دیکھو تمہاری یہ خواہش کوئی اچھی نہیں، یاد رکھو جس کام میں وہ لگے ہوئے ہیں (یعنی شرک) وہ بالیقین تباہ ہونے والا ہے۔ توحید کا نور طلوع ہوگا اور شرک کی ظلمت کافور ہو جائے گی اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں سب بیکار جائے گا۔ اس کے بعد ایک خاص نکتے کی بات بیان کرتے ہوئے انہیں فرمایا:

''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود تلاش کروں حالانکہ اُس نے تُم کو سب جہانوں پر فضیلت دی ہے۔''

یہ وہی فطرتی دلیل ہے جس کے ذریعہ انسانی ضمیر کو جھنجوڑا گیا ہے کہ وحدہٗ لاشریک خدا نے تو انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ لیکن حضرت انسان کی اپنی جہالت ملاحظہ ہو کہ مخدوم ہوتے ہوئے خادم اشیاء میں سے کسی کو اپنا معبود بنالیتا ہے کیا فطرت سلیمہ اس کو قبول کرے گی اور ایک مخدوم اپنے خادم کے سامنے سر جھکانے کے لئے تیار ہوگا؟

جیسا کہ بطور خلاصہ اُوپر بیان ہو چکا شرک کے نقصانات میں سے ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ انسان خدا کے قرب اور اُس کی رضا اور خوشنودی سے محروم ہو جاتا ہے جو انسان کی روحانی زندگی کی گویا موت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًاO﴾

(سورۃ النساء آیت نمبر 49)

اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے۔ گویا یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اور جو گناہ اس سے ادنیٰ ہے اُسے جس کے حق میں چاہے گا معاف کر دے گا، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا ہو تو سمجھو کہ اُس نے بہت بڑی بدی کی بات بنائی اُس نے ذات الوہیّت کو گویا چیلنج کیا اور پھر اُسی منہ سے وہ یہ بھی چاہے کہ وہ اُسے معاف بھی کر دے؟ جب تک وہ اپنی اس غلطی کو مان نہ لے اور خدا کی خدائی کا قائل نہ ہو اُس وقت تک اُس کے لئے مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پہلے مشرک انسان کے دماغ کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ تا وہ ذات الوہیّتِ حقّہ پر شرح صدر سے یقین لائے اس کے بعد مغفرت کا مرحلہ آتا ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ سورت النساء کے ساتویں رکوع سے تھی اسی سے ملتی جلتی ایک اور آیت معمولی فرق کے ساتھ اسی سورت کے اٹھارویں رکوع کے شروع میں اس طرح آتی ہے فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا م بَعِیْدًاO﴾

(سورۃ النساء آیت نمبر 117)

اس آیت کے آخری حصہ میں اس بات کی وضاحت فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے تو سمجھو کہ وہ سیدھے راستہ سے بہت دور جا پڑا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ راستہ انسان کو خدا سے دُور بلکہ دُور سے دُور تر لے جائے گا۔ اس سے قریب آنے کے فاصلے درجہ بدرجہ لمبے ہی ہوتے جائیں گے۔ اس طرح ایک مشرک انسان بالآخر اپنا ایسا نقصان کر بیٹھتا ہے جس کی تلافی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ تائب دل کے ساتھ سچے خدا کے آستانہ پر جھک نہ جائے۔!!

چوتھا باب

حق تعالیٰ کی معرفت

چوتھا باب

حق تعالیٰ کی معرفت

قرآں خدا نُما ہے خدا کا کلام ہے !
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس سے ہمارا پاک دل و سینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا
اس سے خُدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہوگیا
(درثمین اُردو۔ محاسنِ قرآن کریم)

جس صورت میں کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کے بارہ میں توحید کامل کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا درست نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ معبود حقیقی کی واضح پہچان کیا ہے۔ یعنی ہم کیوں کر یقین کرلیں کہ یہی ہمارا سچا واحد و یگانہ خدا اور معبود برحق ہے جس کے آستانہ پر ہم تم سب کو جھک جانا چاہیئے اور وہی ہے جو ہر قسم کی طاقتوں کا مالک اور جامع جمیع صفات کاملہ ہے؟

اس سوال کا پہلا اور سیدھا جواب تو قرآن کریم کی روشنی میں یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقام ذاتی وراء الوراء کا ہے۔ یعنی وہ چونکہ نُور ہی نور ہے اس لئے نہاں در نہاں ہے۔ بایں ہمہ اپنی روشن صفات اور واضح تجلیات سے پہچانا جاتا ہے۔

چونکہ ھوالاوّل کا مقام اُسی کی ذات کو حاصل ہے اس لئے اس سلسلہ میں بھی اوّل نمبر پر اسی کی ذاتِ کریم آگے بڑھتی اور طالب بندوں کو اپنی معرفت کا پیالہ پلاتی ہے۔ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ان دونوں جہتوں کو بڑے ہی لطیف پیرائے میں بایں

الفاظ بیان فرمایا ہے:

﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ O لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ O ﴾ (سورۃ الانعام آیت 102 تا 104)

آسمانوں اور زمیں کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا وہی خدا ہے نظام کائنات کو چلانے یا اُس کی پیدائش وغیرہ کے سلسلہ میں کسی مرحلہ پر اُسے کسی بیٹے کی ضرورت نہیں۔ اُس کا بیٹا ہونے کی بات ہی کیسی جب کہ اُس کی بیوی ہی نہیں۔ چونکہ واحد و یگانہ ہونے کے ساتھ "لیس کمثله شیء" ہے۔ یعنی اُس کا کوئی مثل نہیں تو اس کی کوئی صاحبہ بھی نہ ہوئی اسلئے کہ ہر ذات کی صاحبہ تو اُس کا مثل ہوا کرتی ہے۔ جیسے نوع انسان کی صاحبہ اُس کی مثل ہوتی ہے جب صاحبہ نہ ہوئی تو اس کا بیٹا ہونا تو بعد کی بات ہے وہ کیسے ہوگیا؟

دوسرے یہ کہ ﴿ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ وہ تو خود تمام موجودات کا خالق ہے تمام کائنات نے تو اس سے وجود پایا۔ جب ساری کائنات کو وجود دینے میں اُسے کسی طرح کی احتیاج نہیں تو بیٹے کا سوال خود بخود جاتا رہا۔

تیسرے ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O﴾ کوئی امر اُس کے حیطۂ علم سے باہر نہیں یہ صورت بھی اسے کسی طرح کے بیٹے سے مستغنی کرتی ہے۔

اس قسم کے مثبت اور منفی پہلو ملا کر جب تُم خدا تعالیٰ کا تصور کرو گے تو یہ ہوگا "اللہ" جو تمہارا حقیقی ربّ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس اس کی عبادت کرو اور وہ ہر ایک چیز پر نگران ہے اُسی نے تمام موجودات کو وجود بخشا ہے اور پھر مسلسل اُن کی نگہبانی بھی کرتا ہے ﴿وَّكِيْلٌ کے معنے﴾ کسی وقت اُن سے

غافل اور بے خبر نہیں ہوا۔ ان کی جملہ ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔

رہا یہ سوال کہ وہ نظر کیوں نہیں آتا سو یاد رکھو وہ نظر آتا تو ہے مگر یہ مادّی آنکھیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں اگر وہ ان آنکھوں سے دیکھ لیا جاتا تو وہ محدود ٹھہرتا حالانکہ وہ تو لامحدود ہستی ہے۔ لامحدود ہستی اِس مادّی آنکھکے دائرہ میں کیسے سمٹ سکتی ہے۔

علاوہ ازیں عقل انسانی از خود خدا تک نہیں پہنچ سکتی اس میں ایسی سکت کہاں؟ اس کے برعکس ﴿ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارُ ﴾ وہ خود بندے کے قریب آتا اور اُسے الہام وکلام کے ذریعہ اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ لطیف وخبیر ہے یعنی اُس کی باریک نگاہ سب موجودات میں کام کر رہی ہے ساتھ ہی وہ نہایت درجہ لطف وکرم کرنے والا ہے۔ ان کی ضروریات سے باخبر ہے۔ ان کے حالات سے اچھی طرح واقف وآگاہ ہے اس کا لطیف وخبیر ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے ناتواں بندوں کا از خود سہارا بنے، خود ان کا ہاتھ تھام لے۔

آیت کریمہ ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ O ﴾ میں ''معرفت الٰہی'' کا مسئلہ بڑے ہی لطیف اور جامع الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ﴾ میں خداوند تعالیٰ کے مقام وراء الوراء اور نہاں درنہاں ہونے کا اظہار ہے جسے اگر خدا کا حُسن ذاتی کہا جائے تو معرفت الٰہی کا مسئلہ اقربُ الی الفہم بن جاتا ہے۔ کیونکہ حسن ہمیشہ پردوں میں ہی پرکشش اور دِلرُبا ہوتا ہے حُسنِ بے حجاب میں وہ دلربائی کہاں؟ اگر خدا کا حسن ذاتی ہمہ وقت بے حجاب رہتا تو نہ اُس کے لئے دلوں میں اس قدر تڑپ ہوتی اور نہ اُس کے دیدار کے لئے نگاہوں میں ایسی پیاس۔

پھر جب یہ تڑپ اور پیاس جمالِ یار کے دیدار کو حاصل کرنے کے لئے نقطۂ

عروج کو پہنچتی ہے تو خدا کی ذات مُحسن حقیقی بن کر ﴿ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارُ ﴾ کا جلوہ دکھاتی ہے۔ اور چاہنے والوں کو اپنے وصل کا جامِ جانفزا پلاتی ہے اور اپنے حُسن کے جلووں سے شاد کام کرتی ہے۔ اور بڑے ہی لطف و کرم کے ساتھ اپنے بندۂ ناچیز اور طالب صادق کو زندگی بخش مکالمہ ومخاطبہ سے شرف فرماتی ہے۔

حق تعالیٰ کی معرفت کا پہلا ذریعہ

پس وہ ذریعہ جسے تمام ذرائع معرفت پر درجہ اوّلیت حاصل ہے وہ ہے حق تعالیٰ کا ''أنا الموجودُ'' کی خود گواہی دینا۔!! یوں تو کائنات عالم کے ذرہ ذرہ سے یہی صدا بلند ہو رہی ہے لیکن انسان کے لئے ممکن نہیں کہ سب کی زبان سمجھ سکے۔ اس کے لئے تو اپنی ہی نوع کی مثالیں زیادہ سود منداور پر یقین ہوسکتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے سوانح سے ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر قرآن کریم سے صرف دو واضح مثالیں نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:

(1) ھادیٔ کامل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰىO﴾ (سورۃ الضحیٰ آیت نمبر 8)

اے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے اپنی تلاش میں دنیا و مافیہا سے گُم پایا۔ تو ہم نے آگے بڑھ کر خود ہدایت کے سامان کر دیے اور سارا قرآن مجید اسی جستجو اور تلاش کا گویا جواب بن گیا۔ جس نے رہتی دُنیا تک نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے جامع سامان کر دئے۔

(2) دوسری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوانح سے اس طرح ہے کہ جب آپ اپنے اہل سمیت مدین سے لوٹ رہے تھے، راستہ میں اُنہیں ایک مقام سے آگ کا جلوہ نظر آیا، اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم بتاتا ہے:

﴿فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیءِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنْ یّٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ O﴾

(سورۃ القصص آیت نمبر 31 پارہ 20)

جب موسیٰ مردِ خدا آگ کے پاس پہنچے تو مبارک مقام کے ایک بابرکت حصہ کی طرف سے ایک درخت کے پاس سے آواز آئی۔ ''اے موسیٰ میں اللہ ہوں سب جہانوں کا ربّ !!''

یہ ہے معبودِ حقیقی کا اُنا الموجود کہہ کر اپنے بندے کو از خود تھام لینا اور اپنے وجود کا خود پتہ دینا۔!!

اگر چہ قرآن مجید میں اس نوع کی اور بھی متعدد مثالیں موجود ہیں جن کا تفصیلی ذکر باعث طوالت ہے بایں ہمہ سبھی صلحاء اور مقربین بارگاہ الٰہی کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی ہوئی حسب ذیل آیۃ کریمہ اس سارے مضمون کو نہایت درجہ لطیف اور جامع رنگ میں بیان کر دیتی ہے، فرماتا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 44)

ہر قسم کی کامل اور جامع خوبیوں کا مالک وہی اللہ ہے جس نے ہمیں اس کوچہ کی از خود رہنمائی فرمائی اگر اُس کی یہ پُر شفقت وعنایت رہبری نہ ہوتی تو ناممکن تھا کہ ہم اپنے طور سے راہ پالیتے۔

اس بات کو بالفاظ دیگر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی معرفت کا اس سے بڑھ کر اور کوئی واضح اور روشن تر ذریعہ نہیں کہ ہزاروں پردوں میں مستور ہوتے ہوئے وہ خود اپنے محبوب بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنی ہستی کا ثبوت خود آپ دیتا ہے یہی وہ مابہ الامتیاز ہے جسے قرآن کریم نے معبود حقیقی کو معبود باطل میں نمایاں فرق کے طور پر بیان کیا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّھِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ

﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ○﴾ (سورۃ اعراف آیت نمبر 149)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے (چالیس راتوں کے لئے سفر پر چلے جانے کے) بعد آپ کی قوم بنی اسرائیل نے اپنے زیورات سے ایک بچھڑا (بطور معبود) بنالیا۔ وہ محض ایک بے روح جسم تھا جس میں سے فقط ایک بے معنی آواز نکلتی تھی۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ عجب خدا ہے جو نہ تو ان سے کوئی معقول کلام کرتا ہے اور نہ اُنہیں ہدایت کا رستہ دکھاتا ہے بہر حال انہوں نے اسے بلاوجہ معبود بنالیا اور مشرک بن گئے۔

آیہ کریمہ کے الفاظ ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ بڑے ہی لطیف پیرائے میں حقیقی اور مصنوعی معبود میں مابہ الامتیاز قائم کر دیتے ہیں۔ کہ سچے معبود کا کلام کرنا اور اپنے بندوں کی ہدایت کی صلاحیت رکھنا ضروری ہے۔ و اِلَیْهِ اِشارَ الْمَسِيحِ الْمَوْعود قائلاً۔

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی   حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

(درثمین اُردو)

ایک اور مقام پر اسی نکتۂ عجیبہ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے مدلل رنگ میں اس طرح نظم فرمایا ہے:

وہ ناداں جو کہتا ہے در بند ہے   نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اُس کو نہ کچھ غور ہے   اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی   یقیں کر کے جانے کہ ہے مختفی
وہ کرتا ہے خود اپنے بھگتوں کو یاد   کوئی اس کی راہ میں نہیں نامراد
خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے   وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے
کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل   تو باتوں سے لذّت اُٹھاتا ہے دل
کہ دلدار کی بات ہے اِک غذا   مگر تو ہے منکر تجھے اس سے کیا

وہ ہے مہربان و کریم و قدیر قسم اُس کی، اُس کی نہیں ہے نظیر

(درثمین اُردو)

اس بات کو واضح کرتے ہوئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر در خانہ کس است حرفے بس است

الغرض خدا تعالیٰ کا أنا الموجود کہنا اور اپنے بندوں سے لذیذ اور پُر سرور کلام سے ہمکلام ہونا اُس کی معرفت اور پہچان کا روشن ترین ذریعہ ہے اور قرآن کریم نے اس پر بڑی شرح وبسط سے روشنی ڈالی ہے۔

حق تعالیٰ کی معرفت کا دوسرا ذریعہ

(اظہار علی الغیب)

حق تعالیٰ کی معرفت کا دوسرا اور روشن ترین ذریعہ اپنے چُنیدہ بندوں کو اپنی حکمت کاملہ کے تحت اہم امور غیبیہ پر مطلع کرنا ہے۔ چونکہ اُس کی ذات غیبوں کو جاننے والی ہے اُس کا علم جس طرح ظاہری امور پر محیط ہے اُسی طرح پوشیدہ باتوں اور آئندہ زمانہ میں رونما ہونے والے امور پر بھی احاطہ رکھتا ہے۔ اسلئے ایسا عالم الغیب خدا اپنے چنیدہ بندوں کو اپنے علوم غیبیہ سے ایک وافر حصہ عطاء کر کے ان کے ذریعہ اپنی ہستی کی سچی معرفت عطاء فرماتا ہے۔ جب وہ غیبی امور ظہور پذیر ہوتے ہیں تو جہاں وہ اس برگزیدہ بندے کی صداقت کا ثبوت بنتے ہیں تو ساتھ ہی اُس وراء الوراء ہستی کی معرفت کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں جو تمام علوم غیبیہ کا سرچشمہ ہے۔ اُسی کی حکمت کاملہ نے کچھ حصہ کا انکشاف اپنے بندے پر ایسے حالات میں فرمایا جبکہ اس کے سوا کسی دوسرے کو قبل از وقت علم نہ تھا۔

معرفت کے اس روشن تر ذریعہ کو اظہار علی الغیب کے الفاظ میں مختصر طور پر بیان کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ سورت الجن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا O اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾

(سورۃ الجن آیت نمبر 27,28)

خدا عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب کے بارہ میں کسی کو بکثرت اطلاع نہیں دیتا سوائے کسی فرستادہ کے جسے وہ اس کام کے لئے پسند کر لیتا ہے۔

تاریخ انبیاء سے اس کی ہزارہا مثالیں ملتی ہیں۔ اور قرآن کریم میں تو اس کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہے۔ جسے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہم اسی مقالہمیں علیحدہ طور پر بیان کر رہے ہیں۔ اس جگہ بطور خلاصہ صرف اسی قدر اشارہ کافی ہے کہ اس طرح کے اظہار علی الغیب سے کھلم کھلا خدائی تجلیات نمودار ہو کر گویا ایک رنگ میں خدا پردہ غیب سے نکل کر سامنے جلوہ نما ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ منکرین پر اتمام حجت کر دی جاتی ہے۔ پوری بحث کے لئے قارئین کرام اس مقالہ کا متعلقہ حصہ دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

حق تعالیٰ کی معرفت کا تیسرا ذریعہ

(مظاہر قدرت کا مشاہدہ ومطالعہ)

مظاہر قدرت بھی خدا تعالیٰ کی معرفت کا ایک واضح اور روشن ذریعہ ہیں۔ اگرچہ یہ ایک وسیع مضمون ہے جس کے تحت ہر قسم کے معجزات ونشانات اور خوارق بھی آجاتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہم اس وسیع مضمون سے صرف مظاہر قدرت کی ایک ایسی شق لیتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے جلال وجبروت اور نمایاں قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان مظاہر کو خدا کے غیر کی طرف منسوب کرے۔ مشرکین کے عجیب وغریب خیالات اور

حاشیہ [1] ملاحظہ ہو باب 7 فصل 2

ان کے توہمات سے لیکر خود تراشیدہ خداؤں کے بارے میں بڑے بڑے دعاوی تک کا مطالعہ کریں کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ ان مظاہر قدرت کو اپنے خداؤں کی طرف منسوب کرے۔

چنانچہ قرآن کریم اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو تمام اہل دانش کو کھلے عام دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ O اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ O الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ O﴾

(سورۃ آل عمران آیت 190 تا 192 پارہ 4)

آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ کی ہی ہے اور اللہ ہر بات پر پوری طرح قادر ہے یاد رکھو آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے یقیناً کئی نشان موجود ہیں۔ وہ عقلمند جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور وفکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ تو نے اس عالم کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تیری ذات ایسے بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے۔ پس تو ہمیں بھی بُرے انجام سے بچا اور ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچالے۔

اسی انداز فکر کو ملحوظ رکھ کر غور وفکر کرنے والے شخص کے سامنے قرآن کریم مختلف مقامات میں مظاہر قدرت پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعارف کراتا ہے۔ مثلاً سورۃ رعد کے آغاز میں ہی آتا ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ O وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ط وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ O وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ O

(سورۃ الرعد آیت نمبر 3 تا 5 پارہ 13)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا ہے جو تمہیں نظر آئیں پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ اور سورج اور چاند کو اس نے تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے ہر سیارہ ایک معین میعاد تک اپنی گردش کے مطابق چل رہا ہے۔ وہ اللہ ہر امر کا انتظام کرتا ہے۔ اور اپنی آیات کو کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے اور اس میں مضبوطی سے گڑے ہوئے پہاڑ اور نیز دریا بنائے ہیں اور اس میں تمام اقسام کے پھلوں سے دونوں قسمیں نر و مادہ بنائی ہیں وہ رات کو دن پر لا ڈالتا ہے۔ جو لوگ سوچتے ہیں ان کے لئے بلا شک و شبہ اس بات میں کئی نشان پائے جاتے ہیں۔ اور زمین میں ایک دوسرے کے پاس پاس کئی اقسام کے قطعات ہیں ہر قطعہ کی خاصیت اور پیداوار الگ الگ ہے اور کئی طرح کے انگوروں کے باغات اور کئی قسم کے کھیتی اور طرح طرح کے کھجور کے درخت جن میں سے بعض ایک ایک جڑ سے کئی کئی نکلنے والے ہوتے ہیں اور بعض ایک ایک جڑ سے کئی نکلنے والوں کے خلاف ایک ہی تنے کے ہوتے ہیں۔ جنہیں ایک ہی طرح کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور باوجود اس کے پھل کے لحاظ سے ہم ان میں سے بعض درختوں کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں اس میں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں کئی نشان موجود ہیں۔

اب مذکورہ مظاہر قدرت میں سے ایک ایک کو لیکر ان کی منفردانہ شان و کیفیت پر غور کریں۔ سب سے پہلے ''آسمانوں کا بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں انسان دیکھ سکیں بنایا

جانا''۔ یہ وہی کشش ثقل کے ستون ہیں جو ہیں تو ضرور مگر نظر نہیں آتے، آج کی سائنس نے تمام اجرام فلکی کی کشش اور ہر کرہ کی اپنی گردشِ مخصوصہ کو معلومہ نظام شمسی کے قیام کا ذریعہ تسلیم کیا ہے۔ایسی پُر حکمت صنعت، جس کے راز ہائے سربستہ کی کسی ایک جزو کو معلوم کرنے کے لئے سائنس وٹیکنالوجی کو کس قدر مغز سوزی اور صرفہ کرنا پڑا کیا بلحاظ وقت کے اور کیا بلحاظ دولت کے، بات وہی ہے جسے قرآن مجید نے بڑے ہی جامع الفاظ میں پیش کر دیا کہ ان سب بلندیوں کو اپنی اپنی جگہ پر قدرت حق نے ہی روک رکھا ہے۔اوران کو ایسے ستون سہارا دے رہے ہیں جن کو انسانی آنکھ دیکھ نہیں سکتی البتہ تحقیق نے ان کو تسلیم کرلیا ہے۔پھر ہر ستارے کی تاثیرات مخصوصہ جو وہ زمین پر اور ارضی مخلوق پر ڈالتے ہیں بجائے خود راز ہائے سربستہ کا خزانہ ہے۔

چاندنی راتوں میں سمندروں کے اندر جوار بھاٹے کا زور چاند ہی کی کشش کا مظہر ہے۔اور پھلوں میں مٹھاس کی تاثیر اسی کے اثر کا نتیجہ ہے۔پھر سورج کی گرمی زرعی نظام پر جس رنگ میں اثر انداز ہے جراثیم کُش ہونے کے لحاظ سے اس کی دھوپ اور تپش وغیرہ ایک ایک وسیع مضمون اپنے اندر رکھتا ہے۔سچ ہے ۔

کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا؟

(المسیح الموعودؑ)

زمین کی سطح کو دیکھیں تو عجائباتِ قدرت کا الگ ایک دفتر کھلا ہے۔جانداروں کی خوراک، رہائش، سُکھ چین سے لیکر آفات ومصائب کی تباہ کاریوں تک کونسی بات خدا کی قدرت عظیمہ اوراُس کے جبروت کی مظہر نہیں ہے؟

پھر زمین ہی کے قطعاتِ مختلفہ کی خاصیات لے لیں جسے قرآن کریم نے بطور خاص تفصیل سے بیان کیا ہے۔ایک ہی پانی سے مختلف النوع پودوں اور کھیتوں کی آب پاشی ہوتی ہے مگر حاصل الگ الگ۔پھلوں کے ذائقے الگ الگ، رنگ وبُو مختلف، ایک ہی کھیت سے نیشکر اپنی مٹھاس لیکر بڑھ رہا ہے تو اسی کے پہلو میں مرچ کا پودا تلخ ذائقہ کے اجزاء سمیٹ رہا ہے۔انار کا کوئی پودا تُرش پھل لاتا ہے تو دوسرے کے نہایت شیریں اور

میٹھے۔ الغرض کس کس چیز کا نام لیں اور کس کی ہمت ہے کہ ان کی تفصیلات پر حاوی ہو سکے۔!!

ایک زیرک انسان جب ان سب مظاہر قدرت پر مجموعی نظر ڈالتا ہے تو بالآخر اُسے خالقِ حقیقی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ تب اُسی قادر و توانا کی ذات جو اگرچہ وراء الوراء اور نہاں در نہاں ہے لیکن ایسی ہی کرشمہ سازیوں کے جلوہ میں نکھر کر سامنے آ جاتی ہے اور ایک ناقابل انکار حقیقت پیش کرتی ہے۔

اس مضمون پر مشتمل قرآن کریم کی حسب ذیل آیات پر غور کیجئے۔ فرماتا ہے:

1- ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ O﴾

(سورۃ عنکبوت آیت نمبر 62 پارہ 20)

2- ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ O ﴾

(سورۃ لقمان آیت نمبر 26 پارہ 21)

3-﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ O اَلَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ O وَالَّذِىْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ O﴾

(سورۃ زخرف آیت نمبر 10 تا 12 پارہ 25)

پہلی آیت میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے ساتھ اجرام فلکی کی تسخیر کی قدرت کو ملا کر سوال کیا گیا اور جواب دیا کہ یہ اللہ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف مائل ہونا جان بوجھ کر اندھا بننا ہے۔

دوسری آیت کے سوال میں اگرچہ آسمان و زمین کی پیدائش کا ہی ذکر ہے اور مختصر بھی ہے مگر جامع جواب کے بعد، ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ O

﴾ کا اضافہ اس اعلان پر مشتمل ہے کہ یہ قادرانہ کرشمے اُس ذات کے ہیں جو ہر قسم کی حمد و ستائش کی حقدار ہے اور جو شخص بھی اس سے انکار کرتا ہے تو یہ اُس کے اپنے قصور علم کا نتیجہ ہے ورنہ وہ تو

ایسا چمکا ہے کہ صد نیرِ بیضا نکلا

تیسری آیت جو سورۃ زُخرف کی ہے اس میں جواب کا انداز بدل کر ﴿ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ ﴾ کے الفاظ استعمال کئے جس میں بیک وقت جواب بھی دے دیا اور اس کی دلیل اور فلاسفی بھی بیان کردی مگر ہر فطرت سلیمہ جس سے ذات باری تعالیٰ کے بارے میں اسی نوع کا سوال ہوگا وہ لازماً ایسے مظاہر قدرت کے مشاہدہ ومعائنہ کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے گی کہ ایسی عظیم صنعت اُسی کے ہاتھ کا کرشمہ ہے جس کا اقتدار اور تسلط سب پر فائق اور اس کا علم سب پر حاوی ہے۔ اسی نے زمین کو مہد بنایا اور اُس میں آمد ورفت کے راستے بنائے۔ باران رحمت کے ذریعہ مردہ زمین کو حیاتِ نو بخشتا رہتا ہے۔

حق تعالیٰ کی معرفت کا چوتھا ذریعہ

خدا کی صفات خاصہ اور افعال جلیلہ کا ظہور

خدا تعالیٰ کی معرفت کے لئے ان زبردست واضح علامتوں میں سے ایک نوع کی عظیم علامت اُس کی صفاتِ خاصہ ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ بعض ایسی صفات سے متصف ہے جن کا نمایاں ظہور اس دنیا میں ہو رہا ہے سوائے خدائے برحق کے ایسی صفات سے کسی دوسرے مصنوعی خدا کا متصف ہونا محالات میں سے ہیں۔

منجملہ ان صفاتِ خاصہ کے اُس کا خالق الاشیا ہونا ہے جس میں مصنوعی خدا، سچے

خدا کے مقابل پر ہرگز نہیں آسکتے۔ چنانچہ اسی تقابلی صورت کو سورۃ احقاف کے آغاز میں اس طرح تحدی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے فرماتا ہے:

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ O قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ط اِيْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O﴾ (سورۃ احقاف آیت نمبر 4 تا 5 پارہ 26)

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بلا وجہ پیدا نہیں کیا اور نہ بغیر کوئی مدت مقرر کرنے کے پیدا کیا ہے۔ منکر لوگ تنبیہ سے منہ موڑتے ہیں، تو ان سے کہہ دے، مجھے بتاؤ تو سہی کہ جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، انہوں نے زمین کی کون کونسی چیز پیدا کی ہے۔ یا ان کا آسمان کی پیدائش میں کوئی دخل ہے؟ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو اس سے پہلے کی کسی کتاب کی دلیل پیش کرو یا اگر نقلی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہو تو کوئی علمی (یعنی عقلی) دلیل ہی پیش کرو تا معلوم ہو جائے کہ تم سچے ہو۔

خلق میں قدرت تامہ رکھنے کی امتیازی علامت بیان کرتے ہوئے ایک اور پہلو سے سورۃ اعراف میں فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ O﴾ (سورۃ اعراف آیت نمبر 55 پارہ 8)

تمہارا ربّ وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا۔ پھر اس کے بعد وہ حکومت کے تخت پر مضبوطی سے قائم ہو گیا۔ یعنی ہر چیز میں اس کا حکم اور تصرف جاری وساری ہے۔ چنانچہ وہی اپنے تصرف تام کے نتیجے میں رات کو دن پر ڈھانکتا ہے۔ جو اُسے جلدی سے پکڑنا چاہتی ہے۔ اسی طرح سورج، چاند ستارے سبھی اُس کے حکم

سے اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے حضرت انسان کی مفت خدمت بجا لا رہے ہیں۔ سنو! پیدا کرنا بھی اُسی کا کام ہے اور قانون بنانا اور اس قانون کے ماتحت سب سے کام لینا بھی اُسی کا کام ہے اگر تم ان نکات پر غور کرو تو تُم پر روشن ہو جائے گا کہ اللہ رب العالمین ہی ہر قسم کی برکتوں کا مالک اور جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی جملہ اشیاء کا خالق ہونے کے بات دہرائی ہے البتہ اس کے ساتھ ایک نئی بات یہ بھی بتائی کہ زمین و آسمان اور تمام اجرام فلکی محض اُسی کے حکم سے بلا معاوضہ انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم کے سامنے سرتابی کر سکے۔

نیز ''خلق'' اور ''امر'' دو لفظ متقابل بیان کر کے ایک اور حقیقت پر سے پردہ اٹھایا وہ یہ کہ مالک حقیقی جو کسی چیز کو مادہ سے بنانے کی قدرت رکھتا ہے وہ صاحب الامر بھی ہے یعنی اگر مادہ نہ بھی ہو تو وہ بغیر مادہ اور ظاہری اسباب کو کام میں لانے کے بھی اُسے وجود بخش سکتا ہے۔ یعنی صرف یہی نہیں کہ وہ جوڑنے جاڑنے کا کام کر سکتا ہے بلکہ وہ نیست سے ہست کرنے کی کامل قدرت بھی رکھتا ہے۔

(2)- خدا تعالیٰ نہ صرف یہ کہ خالق الاشیاء ہے اور نظام عالم کو چلانے کے لئے وہ آمر مطلق ہے بلکہ ہر چیز کے نقطہ آغاز ہی سے اُس کی بالادستی اور تصرفِ تام کا ایسا زبردست جلوہ کام کر رہا ہے کہ ہر چیز اپنی مقررہ حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ سورت الفرقان کا آغاز خدا تعالیٰ کی اسی قدرتِ عظیمہ کے بیان سے ہوتا ہے فرماتا ہے:

﴿ تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا O نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا O ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 2,3)

بڑی برکتوں والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر حق و باطل میں فرق کرنے والی کامل کتاب قرآن نازل کی جو تمام جہانوں کے لئے انذار کرنے والا ہے۔ وہی ذات جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے جس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا۔ اور جس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ایک حد بندی مقرر کی ہے۔ آیت کریمہ کے آخری حصہ میں ﴿خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾ میں خدا تعالیٰ کے خالق حقیقی ہونے کی ایک زبردست اور ناقابل انکار دلیل ہے کہ وہ خدا نہ صرف یہ کہ خالق الاشیاء ہے بلکہ اس کی حکیمانہ قدرت نے ہر چیز کو ایسی حدود میں باندھ رکھا ہے کہ کسی کی مجال نہیں اُن مقررہ حدود کو پار کرسکے۔ مثال کے طور پر کسی مچھر کے لئے ہرگز ممکن نہیں کہ وہ اپنی جسامت کو اس قدر بڑھالے یا کسی کیمیاوی طریق پر اس کی جسامت کو اس طور پر بدل دیا جائے کہ ہاتھی کی جسامت کے برابر آجائے۔ یا ایک ہاتھی کی جسامت سکڑ کر مچھر کے برابر ہوجائے۔ ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی زبردست قدرت اور بالادستی نے ان سب کو اپنی نوع کی حدود میں محدود کر رکھا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اپنے اپنے احوال وظروف کے خول کو اپنے سے جُدا کرلے۔ دُنیا کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے لیں کوئی ماہر ڈاکٹر کوئی سائنس دان قدرت حق کی اس حد بندی کو توڑ نہیں سکتا۔!!

سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے دربار میں جس سوال و جواب کا ذکر آیا ہے اس سلسلہ میں باری تعالیٰ کے بارہ میں فرعون کے سوال کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ بھی اسی قبیل کے نکتہ پر مشتمل ہے۔ قرآنی بیان کے مطابق فرعون نے کہا: ﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوسٰى ؟﴾ اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى O﴾
(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 51-50)

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو مناسب حال قویٰ دیئے اور پھر اُن قویٰ سے کام لینے کے طریقے بھی سکھائے ہیں۔

اس تعارف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی صفت **خلق** کی اُس شان کو واضح فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوقہ اشیاء میں جہاں بیشمار قوتیں ودیعت کی ہیں جو اس کی خلقت کے مناسب حال تھیں تو دوسرے نمبر پر ان قویٰ سے کام لینے کا سلیقہ بھی اُن کی سرشت میں رکھ دیا۔ بطور مثال 'بیا' جو ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اس کی خلقت پر غور کرلیا جائے کس طرح پیدائشی طور پر وہ گھاس کو چیر چیر کر اس طرح اپنا گھونسلہ بُنتا ہے کہ اُسے درزن چڑیا کہہ دینا بالکل بجا ہے۔ ہر پیدا ہونے والا بیئے کا بچہ فطری طور پر اس صلاحیت کو لیکر پیدا ہوتا ہے۔ اور بڑا ہو کر اپنے آباء واجدا کی طرح ہی گھونسلہ بنانے لگتا ہے۔

اجرام فلکی پر معبودِ حقیقی کا زبردست کنٹرول

بعض مشرکین اجرام فلکی کو قوت اور توانائی کا مرکز پا کر محض کم علمی بلکہ توہم پرستی کے سبب ان کو بھی کوئی بالا ہستی سمجھنے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سی قومیں ایسی ہو گزری ہیں جو سورج چاند ستاروں کو دیوتا جانتی اور اس پر اپنے مذہب کے معتقدات کی بنیاد رکھتی رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی سورج کے ساتھ کئی ستاروں میں ایسی شکتی کی قائل تھی۔ جن کے بارہ میں گزشتہ باب میں کسی قدر تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ اسی طرح فرعونِ موسیٰ کے بارہ میں تاریخ سے اس قسم کے ثبوت ملتے ہیں کہ وہ سورج دیوتا کا پجاری تھا۔ حتی کہ علم کے اس روشن زمانہ میں اجرام فلکی (چاند وغیرہ) کے پوجاری موجود ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جب 21 جولائی 69ء کو امریکہ کے دو خلا باز چاند کی سطح پر اترے اور وہاں سے چٹانوں اور مٹی کے کچھ نمونے ساتھ لائے تو اخبار پرتاپ جالندھر میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی:

''ہمارا چاند سورج سے بھی پرے ہے''

بنارس کے پنڈت راجیشور شاستری دراوڑ کا بیان

وارانسی۔28 جولائی: ایک مقامی سنسکرت سکالر پنڈت راجیشور شاستری دراوڑ کا کہنا ہے کہ بھارت کے لوگ اس چاند کی پوجا نہیں کرتے جس پر انسان پھر کر آیا ہے ہمارا چاند تو سورج سے بھی پرے ہے، لیکن آپ نے کہا کہ آدمی کا پاؤں پڑنے سے کسی بھی گرہ (سیارہ) کی تقدیس ختم نہیں ہوتی۔

سرینگر کی ایک اطلاع ہے کہ وہاں ایک جوتشی نے نوگرہ پوجا میں سے چاند کو نکال دیا ہے کیونکہ انسان اُس پر اُتر چکا ہے۔''

(پرتاپ جالندھر مورخہ 29-7-1969)

اس خبر سے کم سے کم یہ امر تو واضح ہے کہ اس زمانہ میں بھی اجرام فلکی کی پوجا کرنے والے موجود ہیں اور ان کے تقدس کے قائل ہیں اس کی وجہ وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا کہ ان میں غیر معمولی توانائی اور نفع رسانی کی خوبیاں دیکھیں تو لگے پوجا کرنے۔

قرآن کریم جو معبودِ حقیقی کی معرفت کے روشن اور واضح ذرائع کی نشاندہی فرماتا ہے وہ ایسے جملہ توہمات کا ازالہ بھی بڑی صفائی کے ساتھ کرتا چلا جاتا ہے۔ اور غیر مبہم الفاظ میں اجرام فلکی پر بھی خدا تعالیٰ کے زبردست کنٹرول اور اس پر تصرفِ تام کا اظہار کیا ہے تا ایسے اجرام کی توانائی اور افادی صورت حال دیکھ کر توہم پرست طبائع کسی طرح کی اعتقادی غلطی کا شکار نہ بن جائیں چنانچہ فرمایا:

﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ O وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِکَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِO وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِO لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِیْ فَلَکٍ يَّسْبَحُوْنَO﴾

(سورۃ یٰس آیت نمبر 38 تا 41 پارہ 23)

خدا کی ذات پر اُن کے لئے رات بھی ایک بڑا نشان ہے جس میں سے کھینچ کر ہم دن نکال دیتے ہیں تب وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ پھر سورج ہے جو ایک مقررہ مقام کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ غالب اور علم والے خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔ اسی طرح چاند کو دیکھو کہ ہم نے اُس کے لئے بھی منزلیں مقرر کر چھوڑی ہیں یہاں تک کہ وہ ان منزلوں پر چلتے چلتے ایک پرانی شاخ کے مشابہہ (مڑا ہوا) ہو کر پھر لوٹ آتا ہے۔ اب دیکھو خدا کا زبردست کنٹرول: ''نہ تو سورج کو طاقت ہے کہ وہ اپنے سال کے دورہ میں کسی وقت چاند کے قریب جا پہنچے (کیونکہ اگر ایسا ہو تو سارا نظام شمسی تباہ ہو جائے) اور نہ رات کو یعنی چاند کو طاقت ہے کہ وہ مسابقت کرتے ہوئے دن کو (یعنی سورج کو) پکڑے بلکہ یہ سب کے سب اپنے اپنے مقررہ راستہ پر نہایت سہولت سے چلتے چلے جاتے ہیں۔

اسی موقعہ پر سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اُس چیلنج کو ایک بار پھر مستحضر کر لیا جائے جو آپؑ نے نمرود بادشاہ کو ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ (سورۃ البقرہ آیت 259) کے الفاظ میں دیا۔ اور اُس کا لا جواب ہو جانا۔ مذکورہ دلیل کو بھی تقویت پہنچاتا ہے کہ اجرام فلکی پر کنٹرول کرنا خدا کی مقتدر با اختیار ہستی کے سوا کسی دوسرے کا کام ہرگز نہیں ہے۔

سورۃ یٰسین کی مذکورہ بالا آیات میں دلیل کا مثبت پہلو بیان ہوا۔ اس کا منفی پہلو سورۃ فرقان کی متذکرہ الصدور دو ابتدائی آیات کے معاً بعد کی آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۝﴾ (سورۃ الفرقان آیت نمبر 4 پارہ 8)

مشرک لوگوں نے خدا کے سوا بھی کچھ معبود بنا رکھے ہیں ان کی خدائی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ اپنی ذات کے لئے نہ کسی ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر۔ نہ موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی اور پھر جی اُٹھنے کے۔

گویا ان میں سے کسی کو اپنے مستقبل کے بارے میں کسی طرح اختیار حاصل نہیں اور یہی ان کی بے بسی اور عجز کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔

سبحان اللہ! کیسی واضح اور روشن دلیل ہے، مصنوعی خداؤں اور حقیقی زندہ خدا میں فرق کر لینے کی۔ جس پر روزمرہ کے واقعات مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں اور کسی بھی شخص کے لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ پھر بھی اگر کسی کو شک وشبہ ہو تو ایسے مصنوعی خداؤں کو میدان میں لائے اور مذکورہ امور میں منفی اور مثبت دونوں طور کے ثبوت ان کی ذات میں پیش کر کے دکھا دے۔ دیدہ باید۔!!

''رَبّ''

(3)۔ قرآن کریم نے خدا کی ذات کو صرف خالق کے طور پر ہی پیش نہیں کیا کہ اُسے ایک صنّاع سمجھ لیا جائے جسے کسی چیز کے بنا دینے کے بعد اُس سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ قرآن کریم تو خدا کی ذات کو خالق الاشیاء ہونے کے ساتھ۔ رَبُّ کُلِّ شَیءٍ (ہر شے کا رب) بھی قرار دیتا ہے۔

ربّ کے معنے ہیں: انشاء الشیء حَالاً فَحَالاً اِلَی حدّالتّمام (مفردات) کسی چیز کو پیدا کر کے تدریجی طور پر کمال تک پہنچانا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب منن الرحمٰن میں تحریر کرتے ہیں:

''لغت عرب کی رُو سے ربوبیت کے معنی نہایت ہی وسیع ہیں اور عدم کے نقطہ سے مخلوق کے کمال کے نقطہ تک ربوبیت کا لفظ ہی اطلاق پاتا ہے۔ اور خالق وغیرہ الفاظ رَبّ اسم کی فرع ہیں۔''

(منن الرحمٰن روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 154 حاشیہ)

اس معنی کی رو سے جو چیز خدا تعالیٰ کی قدرت نے پیدا کر دی اُس کا رب ہونے

کی صورت میں وہ بدستور اُس کی ربوبیت بھی فرماتا رہتا ہے۔ اور اس کو ادنیٰ حالت سے بتدریج ترقی دے کر اُسے اعلیٰ حالت تک پہنچا تا ہے۔ اور پھر اُس کی ربوبیت کا یہ سلسلہ تمام موجودات خواہ جاندار ہیں یا غیر جاندار انسان ہیں یا حیوانات سب کے ساتھ برابر چلتا چلا جارہا ہے۔ نہ صرف زمینی اشیاء کے ساتھ بلکہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق اس کی ربوبیت کا سلسلہ آسمانوں تک میں بھی جاری و ساری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت الیاس علیہ السلام کی زبانی ایک طرف یہ فرمایا:

﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت آیت 126,127)

اے لوگو! کچھ عقل کی بات کرو یہ عجیب بات ہے کہ تم بعل بُت کو اپنے لئے معبود کہتے ہو اور جو بہترین خلق کرنے والا ہے اُسے چھوڑتے ہو یعنی اللہ کی ذات کو جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ اس کی ربوبیت کا یہ سلسلہ نہ صرف تمہاری ذات سے تعلق رکھتا ہے بلکہ وہ تو تمہارا قدیمی محسن ہے۔ کابرًا عَنْ کابِرٍ تم سب اس کی مخفی ربوبیت کے احسان تلے دبے آرہے ہو اب کس منہ سے اُس کی جگہ بعل نامی بُت کو دینے لگے ہو۔!!

اور دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اس امر کی وضاحت کرادی کہ اس کی ربوبیت کا سلسلہ آسمانوں میں بھی چل رہا ہے چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ابتدائی تبلیغ فرما رہے تھے تو آپ کی مدلل بات چیت سے لاجواب ہو کر فرعون نے ایک موقعہ پر بات کا رُخ دوسری طرف پھیرنے کے لئے کہا:

﴿وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ؟﴾ کہ یہ رب العالمین کون ہے؟ جس کی طرف سے آنا تم لوگ بیان کرتے ہو؟ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب دیا۔ قرآن کریم اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ O قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ O قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ O﴾

(سورۃ الشعرآء آیت نمبر 24 تا 27)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم میں یقین کرنے کی خواہش ہے تو سنو ''رب العالمین'' وہی ہے جو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کا رب ہے۔ اس پر فرعون نے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہا کیا تم سنتے نہیں کہ موسیٰ کیا کہتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بیان کی تشریح کرتے ہوئے جواب دیا: ہاں وہی جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا بھی رب تھا۔

الغرض قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کو خالق سے بھی اونچے مقام یعنی ربّ کے طور پر پیش کیا ہے جس کی ربوبیت کا سلسلہ سب کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کی شانِ ربوبیت بھی اُس کی معرفت کا نہایت واضح ذریعہ ہے۔

ایک ضمنی بات

اس وقت جبکہ خدا تعالیٰ معبودِ حقیقی کی شانِ ربوبیت کا ذکر اُس کی معرفت کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر عیسائیوں کے ایک مایۂ ناز نظریے کی حقیقت بھی واضح کر دی جائے۔

ربّ............اور............اَبُ

............کا موازنہ

جب اہل اسلام قرآن کریم کی روشنی میں خدا تعالیٰ کی ذات کو ربّ کے طور پر پیش کرتے ہیں تو عیسائی مناد بڑے طمطراق سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ربّ کے لفظ میں جو ''قرآنی تصورِ خدا'' ہے اس کے مقابلہ میں ''اَبَّا'' کے لفظ میں ''انجیلی تصور خدا'' زیادہ جامع ہے۔ چنانچہ پادری برکت اللہ صاحب اپنے ایک 64 صفحہ کے کتابچہ موسومہ ''اُبُوّتِ خدا اور ابنیت مسیح'' کی آخری سطور میں بطور نتیجہ اور حاصل مطلب تحریر کرتے ہیں:

> ''اب معترضین ہی خدارا انصاف کر کے بتلائیں کہ کیا قرآنی تصور خدا اور ربّ کا لفظ اَبّا کے لطیف اور پاکیزہ مفہوم کو ادا کرسکتا ہے؟ کیا قرآنی تصور خدا میں محبت اور ایثارِ محبت اور تلاش گنہگار موجود ہیں؟ اور اگر نہیں (اور یقیناً اس سوال کا جواب صرف نفی میں ہی ہوسکتا ہے) تو کیا اَبُ کا انجیلی تصور ربّ کے قرآنی تصور سے بہتر اور برتر نہیں۔''
>
> (اُبُوّتِ خدا اور ابنیت مسیح صفحہ 64)

اسی طرح کی فخریہ بات آج سے بہت عرصہ پہلے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک انگریز عیسائی کی کتاب میں بھی آئی تھی۔ اُس وقت جو مدلل اور تحقیقی جواب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا وہی سب پر بھاری ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شہرۂ عالم کتاب منن الرحمٰن میں 'اب' اور 'ربّ' کا لغوی موازنہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''ہم نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ ایک ناسمجھ انگریز عیسائی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اسلام پر عیسائی مذہب کو یہ فضیلت ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا نام باپ بھی آیا ہے اور یہ نام نہایت پیارا اور دلکش ہے اور قرآن میں یہ نام نہیں آیا۔

مگر ہمیں تعجب ہے کہ اس معترض نے اس تحریر کے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ لُغت نے کہاں تک اس لفظ کی عزت اور عظمت ظاہر کی ہے۔ کیونکہ ہر یک لفظ کو حقیقی عزت اور بزرگی لغت سے ہی ملتی ہے۔ اور کسی انسان کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے کسی لفظ کو وہ عزت دے جو لغت اُس کو دے نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے خدا کا کلام بھی لغت کے التزام سے باہر نہیں جاتا اور تمام اہل عقل اور نقل کے اتفاق سے کسی لفظ کی عزت اور عظمت ظاہر کرنے کے وقت اوّل لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کہ اس زبان نے جس زبان کا وہ لفظ ہے یہ خلعت کہاں تک اس کو عطاء کی ہے۔ اب اس قاعدہ کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر جب سوچیں کہ **اَبْ** یعنی باپ کا لفظ لغت کی رُو سے کس پائے کا لفظ ہے تو بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جب مثلاً ایک انسان فی الحقیقت دوسرے انسان کے نطفہ سے پیدا ہوا مگر پیدا کرنے میں اس نطفہ انداز انسان کا کچھ بھی دخل نہ ہو تب اس حالت میں کہیں گے کہ یہ انسان فلاں انسان کا **اَبْ یعنی باپ** ہے۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ خدائے قادرِ مطلق کی یہ تعریف کرنی منظور ہو جو مخلوق کو اپنے خاص ارادہ سے خود پیدا کرنے والا خود کمالات تک پہنچانے والا اور خود رحم عظیم سے مناسب حال اس کے انعام کرنے والا اور خود حافظ اور قیوم ہے تو لغت ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ اس مفہوم کو **ابْ** یعنی باپ کے لفظ سے ادا کیا جائے بلکہ لغت نے اسکے لئے ایک دوسرا لفظ رکھا ہے جس کو **ربّ** کہتے ہیں۔ جس کی اصل تعریف ابھی ہم لغت کی رو سے بیان کر چکے

ہیں اور ہم ہرگز مجاز نہیں کہ اپنی طرف سے لغت تراشیں بلکہ ہمیں انہیں الفاظ کی پیروی لازم ہے جو قدیم سے خدا کی طرف سے چلے آتے ہیں۔

پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ **اَبْ** یعنی باپ کا لفظ خدا تعالیٰ کی نسبت استعمال کرنا ایک **سوءِ ادب** اور **ہجو** میں داخل ہے۔ اور جن لوگوں نے حضرت مسیح کی نسبت یہ الزام گھڑا ہے کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو اَبْ کر کے پکارتے تھے اور درحقیقت جناب الٰہی کو اپنا باپ ہی یقین رکھتے تھے انہوں نے نہایت مکروہ اور جھوٹا الزام ابن مریم پر لگایا ہے۔ کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح ایسی نادانی کے مرتکب ہوئے کہ جو لفظ اپنے لغوی معنوں کی رُو سے ایسا حقیر اور ذلیل ہو جس میں ناطاقتی اور کمزوری اور بے اختیاری ہر یک پہلو سے پائی جائے وہی لفظ حضرت مسیح اللہ جلّ شانہٗ کی نسبت اختیار کریں۔۔۔

اَبْ کا لفظ ایک ایسا حقیر اور ذلیل لفظ ہے کہ اس میں کوئی حصہ پرورش یا ارادہ یا محبت کا شرط نہیں۔------------------

----

--------------------------- یہ کیسی بے ادبی ہے جس سے نادان عیسائی باز نہیں آتے نہ ان کو شرم باقی رہی نہ حیا باقی رہی نہ انسانیت کی سمجھ باقی رہی۔ کفارہ کا مسئلہ کچھ ایسا ان کی انسانی قوتوں پر فالج کی طرح گرا کہ بالکل نکما اور بے حس کر دیا-----" ؎

(منن الرحمٰن صفحہ 36-34 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 161-159 حاشیہ)

عالم کل خدا

(4)- قرآن کریم خداتعالیٰ کو عالم کل پیش کرتا ہے۔ ایسا عالم جس کے علم سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا امر باہر نہیں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ○ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○﴾ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 7-6)

اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں وہی ہے جو رِحموں میں جیسی چاہتا ہے تمہیں صورت دیتا ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں وہ غالب اور حکمت والا خدا ہے۔

ان میں سے پہلی آیت خداتعالیٰ کے عالمِ کل ہونے کا دعویٰ ظاہر کرتی ہے جبکہ دوسری آیت میں اس دعویٰ کی بالکل سادہ مگر نہایت درجہ پختہ اور ناقابل انکار دلیل دی گئی

حاشیہ : ؎ مکمل اقتباس منن الرحمٰن صفحہ 36-34 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 161-159 حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں۔(ناشر)

ہے۔ ثبوت کے طور پر ہر شخص اپنی شکل وصورت اپنے بال بچوں کے اعضاء کے رنگ ڈھنگ اور دیگر ایسی ہی تفصیلات پر غور کر کے دیکھ لے کسی کے اختیار میں نہیں کہ اپنی پسند کے مطابق رحم کے اندر نمایاں تغیر و تبدّل کر سکے۔ آج کی سائنس اور طب نے بہت پیش رفت کر لی مگر ایسی نمایاں ترقی کے باوجود وہ رحم مادر کے اندر شکل وصورت میں دخیل ہونے سے قطعی عاجز اور بے بس ہے۔!!

اسی طرح ایک دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ O﴾ (سورة انعام آیت نمبر 4 پارہ 7)

آسمانوں اور زمین میں اُس خدا کا ڈنکا بج رہا ہے۔ وہی خدا ہے جو تمہارے رازوں کو بھی جانتا ہے اور تمہاری کھلی باتوں سے بھی واقف ہے اور جو کچھ تم کماتے ہو اس سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔

اسی سورۃ میں آگے چل کر مزید وضاحت سے بتایا کہ:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ O﴾

(سورۃ انعام آیت نمبر 60)

اور اُسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں سوائے اس کے ان غیبوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اور جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے وہ اُسے جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جان لیتا ہے۔ اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ خشک چیز جو اس کے واضح علم میں نہ ہو۔!!

اس آیت کریمہ میں جس تفصیل اور وضاحت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے علم کامل کا لطیف بیان ہوا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ خدا کے عالم الغیب ہونے کا جو اس آیت کریمہ میں دعویٰ کیا گیا ہے اس کے بارہ میں دلیل اور ثبوت کے طور پر مضمون کے ایک دوسرے حصہ

میں ذرا تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے گی۔اس جگہ صرف اسی قدر بتا دینا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم کی رُو سے خدا تعالیٰ جہاں عالم کل ہے وہاں عالم جزئیات بھی ہے۔اوراس کی چندمثالیں بھی بیان کی گئی ہیں۔کوئی نہیں جوخدا کے مقابل پران امور کے بارہ میں واقف اورراز داں ہونے کادعویٰ کرے۔

اس زمانہ میں موسمی پیشگوئیاں کرنے،طوفانوں،آندھیوں کے آنے اورزلازل کے رونما ہوجانے پر،قبل از وقت علم ہوجانے کے لئے،سائنس دان اپنا سرکھپا رہے ہیں۔بڑی تگ ودَو کے بعداگرکوئی ادنیٰ ساراز معلوم کرلیتے ہیں اورکوئی سائنسی نکتہ ان کے ہاتھ میں آجاتا ہے،تووہ ایک قطرہ ہے اُس سمندرکا،جس کی نہ وسعت نہ گہرائی کوکوئی جان سکا اورنہ اس کے اسرارورموز کاکسی کوعلم ہوسکا۔خدا تعالیٰ نے برحق فرمایا:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًاO﴾

(سورۃ الکھف آیت نمبر 110)

اے ہمارے رسول ان لوگوں سے کہہ دے کہ میرے خدا کی قدرت کے راز ہائے سربستہ کی وسعت اس قدر ہے کہ کسی حیطہ تحریر میں لایا جانا اورکسی کا اس پر حاوی ہوجانا ناممکن ہے۔اگر ہرایک سمندر میرے ربّ کی باتوں کولکھنے کے لئے روشنائی بن جاتا تو میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہرایک سمندر کا پانی ختم ہوجاتا،خواہ اس میں اضافہ کرکے اس میں اتنا ہی اور پانی سمندر میں ڈالتے اورسورہ لقمان میں فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO﴾

(سورۃ لقمان آیت نمبر 28)

اگرزمین میں جتنے درخت ہیں اس کی قلمیں بن جائیں اورسمندر سیاہی۔اُس طرح کہ سات اورسیاہی کے سمندراس میں ملادیئے جائیں تو بھی قدرت کے راز اوران کی تفصیل وتشریح مکمل نہ ہوپائے۔یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ ہی کی ذات سب پرغالب اور

حکمت اور دانائی کا خزانہ ہے۔

ان آیات کو ذہن میں رکھیئے اور موجودہ زمانہ میں علوم وفنون کی ترقی اور وسعت اور تحریر کے کام کی ہمہ گیر افادیت پریس کی ایجاد اور اس سے کام لینے کے وسائل کی عظیم انسانی صنعت پر غور کریں تو اس بیان کی عظمت باریک بین نگاہوں میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً کسی یورپین روزانہ اخبار کے دفتر اور اس کی نشر و اشاعت کے انتظامات کی وسعت کو ذہن میں رکھ لیں۔ اسی طرح ان کارخانوں کو دیکھیں جو صرف روشنائی تیار کرتے ہیں اور انواع واقسام کی روشنائی ٹیوبوں میں بند کرتے یا بوتلوں اور بڑے بڑے ڈرموں میں محفوظ کر کے اکناف عالم میں بھیجتے ہیں۔ اور یہ روشنائی اسی تحریر کے کام میں لائی جاتی ہے پھر بھی انتہا نہیں !!

اس کو بھی جانے دیجئے صرف سائنس اور ٹیکنالوجی میں دُنیا کے ترقی پذیر ممالک کے کس قدر سائنس دان ریسرچ میں لگے ہوئے دن رات قدرت کے راز ہائے سربستہ کو معلوم کرنے کے لئے ان کی وسعتوں کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ ان سب کی ہمہ جہتی کاوشوں اور دن رات کی مشقتوں کے باوجود نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے کروڑوں سے کروڑ واں حصہ بھی معلوم کر لیا ہے۔

یوں تو ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ علوم وفنون کی ترقی ہوتی رہی ہے لیکن اس زمانہ میں ترقی کی رفتار سب پر نمبر لے گئی ہے۔ کوئی پارٹی سمندروں کی تہوں سے معدنیات نکالنے میں سوچ بچار کر رہی ہے۔ کوئی مچھلیوں پر اپنی ریسرچ کر رہا ہے۔ کوئی سمندر میں سرد اور گرم لہروں کے چلنے کے نظام۔ طوفانوں کے اٹھنے کے اوقات اور پھیلاؤ پر غور کر رہا ہے۔ کوئی قطبین کے یخ بستہ حصوں کو چیر کر نکل جانا چاہتا ہے۔ کوئی ہواؤں کی جانچ پڑتال کر رہا ہے۔ کوئی پہاڑوں کی جڑی بوٹیوں اور معدنیات کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔ پھر دریاؤں کو پھاڑنے، نہریں نکالنے، قابل کاشت زمین کو سیراب کرنے کے لئے وسائل الگ ہیں۔ پانی کی کمیابی والے علاقوں تک پانی کی بہم رسانی پر غور وفکر ہو رہا ہے۔ زمین کی تہہ سے کوئلہ لوہا تانبا، کئی قسم کی معدنیات کے علاوہ پٹرولیم کی کھوج الگ شعبے ہیں۔ اور حال ہی

میں جو یورینیم کی دریافت اور ایٹمی توانائی پر سائنس دان دماغ لڑا رہے ہیں کوئی بھی شعبہ کم وسعت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد خلائی تسخیر اور چاند ستاروں تک پہنچ جانے کے لئے حضرت انسان کی مساعی اور اس میں بتدریج ترقی و کامیابی ان کو ایک ایک کر کے سوچیئے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے رازوں کا معمولی معمولی کرشمہ ہیں۔ پھر جسم انسانی کی ساخت اعضاء انسانی کے معمولات، ان کی صحت اور بیماریوں وغیرہ کی تفصیلات۔ پھر علاج معالجہ کے سلسلہ میں ادویہ کی تاثیرات و مفرد مرکبات کے علوم وفنون کا ایک سمندر۔ ان میں سے ہر ایک ہی وسیع و عریض سمندر سے کم نہیں۔ بات وہی ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

کیا عجب تو نے ہر ایک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کُھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
نہیں محصور ہر گز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر، دعویٰ ہے خُدائی کا

(درثمین اُردو)

”روزی رساں خدا“

(5)- ہمارا تمہارا خدا جسے قرآن کریم نے پیش کیا وہ سب مخلوقات کا روزی رساں بھی ہے سب کی جملہ حاجات وضروریات پورے کرنے والا وہی واحد و یگانہ خدا

ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایسے ہی خدا سے متعارف کراتے ہوئے اُس کی نسبت بڑی تحدی کے ساتھ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ O﴾

(سورۃ الذّاریات آیت نمبر 59)

اللہ ہی سب کا روزی رساں ہے اور بڑی زبردست قدرتوں والا ہے۔

اس کے بعد اب ذرا غیر حقیقی خداؤں کے ساتھ کچھ مقابلہ اور موازنہ کی تحقیق باتیں بھی ملاحظہ فرمائیں مثلاً بعض لوگ جو سچے خدا اور حقیقی معبود کو چھوڑ کر بعض دوسرے وجودوں کو خدائی کا درجہ دیتے اور معبود سمجھتے ہیں۔ اس پہلو سے ان کی پوزیشن کا مقابلہ کرتے ہوئے حقیقی خدا کی بلند شان بیان کر کے فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O﴾ (سورۃ انعام آیت نمبر 15)

اے ہمارے رسول اس بات کا عام اعلان کر دیجئے کہ کیا میں اُس اللہ کو چھوڑ کر جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے کوئی اور ولی اور کارساز بنالوں حالانکہ وہی سب کو روزی دیتا ہے۔ کسی کی طرف سے اُس کو روزی نہیں دی جاتی اس لئے کہ اُس کی ذات ایسی جملہ احتیاجوں سے پاک ہے اس لئے تم اس امر کا بھی اعلان کر دو کہ ایسے ہی خدا کا اوّلین فرمانبردار بن جانے کا مجھے حکم ہے اور اے ہر سننے والے تو بھی میری طرح موحّد اور ایک خدا کو ماننے والا ہو جا اور مشرکوں میں سے مت بن جانا۔

کیسے سادہ اور عام فہم طریق پر بیک وقت خدا کی رزّاقیت اور دوسروں سے اس کے استغناء کا مسئلہ واضح کر دیا۔ اور اس بات کو کھول دیا کہ رزق دینے والا تو **اللہ** ہی ہے۔ نہ کہ کوئی اور۔ پس وہی اس بات کا حق دار ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ دیکھو تم بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہو جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمہارے مصنوعی خدا تمہیں روزی دینے سے رہے خود اپنی روزی کے لئے تمہارے دست نگر ہیں کہ تم آؤ اور ان پر

چڑھاوا چڑھاؤ۔!!

سب کو رزق دینے کے اس نمایاں وصف کو دوسرے لفظوں میں سورۃ ھود میں اس طرح بیان فرماتا ہے:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (سورۃ ھود آیت نمبر 7)

اور زمین میں ایسا کوئی بھی جاندار نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو وہ اُس کی عارضی رہائش کی جگہ اور اُس کی مستقل رہائش کی جگہ کو جانتا ہے۔ یہ سب کچھ اُس کے واضح علم میں ہے۔

اس آیت کریمہ میں نہ صرف یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خداوند تعالیٰ ہی سب جانداروں کی روزی کے سامان کرتا ہے اور ان کی جملہ غذائی ضروریات کا متکفل ہے بلکہ آیت کے دوسرے حصہ میں اس کی وجہ بھی بتادی کہ وہ ہر جاندار کی عارضی اور مستقل رہائش گاہ سے بھی بخوبی واقف و آگاہ ہے۔

مطلب یہ کہ غذا وہی دے سکتا ہے اور اس کے بہترین سامان وہی بہم پہنچا سکتا ہے جو حاجت مند کی رہائش کی تفصیلات کا علم بھی رکھتا ہو۔ جس قسم کا کوئی جاندار ہے جس نوع کی زندگی گزار رہا ہے جس ماحول اور مقام میں اس کی زندگی گزر رہی ہے اُس کے مناسب حال غذا کا فراہم کرنا اس کی زندگی کے بقا کا موجب ہے۔ ان جملہ تفصیلات کا اُسے علم ہے۔

اب غور کیجئے دنیا بھر کے کتنے جاندار ہیں؟ کون ان کی گنتی کر سکتا اور کون ان کے مزاجوں کی شناخت کر سکتا ہے؟ ان باتوں کو سوچتے سوچتے اُس کی تفصیلات پر نظر کرتے کرتے انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ جب سے یہ دُنیا بنی اور جب تک اس کا قیام ہے سب کے سب اپنا من بھاتا کھا جا برابر کھاتے جا رہے ہیں۔ کسی کو رزق کے بغیر موت نہیں آتی۔ پھر ہر جاندار کو اُس کا رزق پہنچانے کے انداز بھی نرالے ہیں۔ ایک آدمی اپنی غذا کے لئے بکرا ذبح کرتا ہے اُس کا گوشت بھون کر کھاتا ہے اس میں سے کوئی

ہڈی اچھی طرح سے چوس کر ناکارہ جان کر پھینک دیتا ہے کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ اسی ہڈی کو ننھی ننھی بیشمار چیونٹیاں چمٹ گئی ہیں وہ بھی اس میں سے اپنا حصہ وصول کر کے چھوڑ جاتی ہیں۔ تب ہڈیاں بوسیدہ ہو کر زمین کے لئے کھاد کی صورت میں خوراک بن جاتی ہیں۔ اور اگر یہی ہڈیاں کسی ایسے جانور کی ہیں جو مثلاً اپنی طبعی موت مر گیا تب بڑے بڑے گدھ، چیلیں، کتے اور کوے اس کا گوشت نوچ نوچ کر پنجر سا کر دیتے ہیں تب کیڑے مکوڑے اور چیونٹیاں آتی ہیں اور سب اپنا حصہ وصول کرتے ہیں اسی اثناء میں کسی بیوپاری کا کارندہ آتا ہے اور پنجر اٹھا کر لے جاتا ہے۔ وہ انہیں میں سے سریش نکالتے ہیں کارآمد چیزیں بناتے ہیں مختلف قسم کے کیمیاوی کاموں میں لانے کے بعد پھر آخر میں زمین کی خوراک بن جاتی ہیں۔۔۔۔؟

پھر جانداروں کی رہائش گاہ کا علم ہونے کے مطابق اس کے رزق کا سامان بہم پہنچانے کا نکتہ بھی بڑا ہی پر لطف اور انسانی عقل کو ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والا ہے۔

مثلاً آپ سفر پر جاتے ہیں۔ گھر سے کچھ نقدی ساتھ لے جاتے ہیں سفر لمبا ہے مگر جہاں بھی آپ کو کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے آسانی کے ساتھ خرید کر اپنے من پسند کی چیز کھا پی سکتے ہیں۔ اسی بات کو اگر حضرت مظہر جان جاناں کے انداز میں سوچا جائے کہ کیا ایک ایک چیز جو اُس تک غذا کے رنگ میں پہنچی کیسی کیسی عجیب حالتوں اور خدائی احسانات کے تحت اُس تک پہنچی تو انسان خدا کا شکر کرتا کرتا تھک جائے مگر شکرِ الٰہی کا حق ادا نہ ہو سکے۔!!

یہ مثال تو انسان کی ہے جسے خدا نے عقل اور سمجھ دی روزی تلاش کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلا کر یا کسی اور سے طلب کر کے اپنی خوراک کا سامان کر ہی لیتا ہے۔ مگر دنیا میں انسان کے علاوہ کس قدر جاندار ہیں جن کی روزی رزّاق ازلی نے عجب انداز سے جاری کر رکھی ہے اسی بات کو خدا نے سورۃ العنکبوت میں حضرتِ انسان کی عبرت اور نصیحت کے لئے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ

السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ O ﴾ (سورۃ العنکبوت آیت نمبر 61 پارہ 21)

اس دنیا میں بہت سے ایسے جاندار ہیں جو اپنے ساتھ انسانوں کی طرح اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اس کے باوجود اللہ ہی ان کو بھی رزق پہنچاتا چلا آ رہا ہے۔ اور تم کو بھی، وہ بہت دعائیں سننے والا اور سب کے حالات سے خوب آگاہ ہے۔ جن جانداروں کو بے زبان کہہ کر نا قابل التفات سمجھتے ہو وہ اُن کی زبان کو بھی جانتا ہے ان کے حالات سے پوری طرح واقف و آگاہ ہے۔ وہ اُن کی جملہ ضروریات کو اپنی رحمانی صفت کے تحت پوری کرتا چلا آ رہا ہے۔ اور جب تک یہ دنیا قائم ہے کرتا ہی چلا جائے گا۔!!

انسان کو اپنی روزی کے سلسلہ میں کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ تو انسان کی اپنی کمائی ہے۔ لیکن اس ''کمائی'' میں جس قدر انسان کا اپنا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کی قدر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں، اگر قدم قدم پر خدائے قادر و توانا کی رحمت اور اُس کی مدد اور شفقت و قدرت شامل حال نہ ہو تو دیکھیں انسان کی اپنی ''کمائی'' کیا نتیجہ لاتی ہے؟ انسان کی اپنی کمائی تو حقیقت میں ایک پردہ ہے جسے خدا کی ستاری نے صرف اس لئے انسان کی محنت کے سلسلہ میں ڈال رکھا ہے کہ تا وہ کسی قدر مشقت کے بعد پھل پا کر خوشی پائے اور نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ اُس کی زندگی بنی رہے ورنہ رزق رسانی کے لحاظ سے سبھی کو اُسی رزّاقِ ازلی کی طرف سے روزی پہنچ رہی ہے کیا ہی خوب فرمایا سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے۔

سمندر کی مچھلی ہوا کے پرندے گھریلو چرندے بنوں کے درندے
سبھی کو وہی رزق پہنچا رہا ہے ہر اک اپنے مطلب کی شے کھا رہا ہے
ہر اک شے کو روزی وہ دیتا ہے ہر دم خزانے کبھی اُس کے ہوتے نہیں کم

(کلام محمودؓ)

جیسا کہ بیان ہوا قرآن کریم بتاتا ہے کہ رزّاق ازلی خدا ہی کی ذات ہے اگر انسان بھی اس اہم نکتہ کو سمجھ جائے اور ہمیشہ اسی کو پیش نظر رکھے تو اس کی 75 فیصد

پریشانیاں جو محض روزی کے سلسلہ میں اُسے لاحقِ حال رہتی ہیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں چنانچہ انسان کی اسی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ۝ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَاِیَّاکُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا ۝ ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 32,31 پارہ 15)

یاد رکھو تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو وسیع کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے وہ اپنے سب بندوں کے حالات سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔ چونکہ دینا اُس کا کام ہے اس لئے تم مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو انہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اس خیال سے اُنہیں قتل کرنا انسان کی بہت بڑی خطاء ہے۔

دنیا کے غذائی مسئلہ کا حل قرآن کریم میں

اس واضح بیان سے جو اوپر گزر چکا قرآن کریم نے ان لوگوں کی اُس پریشانی کو بھی ختم کر دیا جو خصوصیت سے اس زمانہ میں محض اس لئے پریشان ہو رہے ہیں کہ دنیا کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اس کے مقابل پر خوراک کے وسائل کم ہیں غلّہ کی پیداوار اس قدر نہیں ہو رہی کہ سب کا پیٹ بھر سکے اس لئے وہ خاندانی منصوبہ بندی کے اصول نافذ کرتے اور غیر طبعی طریقوں سے آبادی کو کم کر کے خوراک کی مبینہ کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی شخص خاندانی منصوبہ بندی کے بعض اصولوں پر محض اس لئے عمل کرتا ہے کہ اسکی بیوی بیمار ہے اس کی صحت اجازت نہیں دیتی کہ زیادہ

بچوں کی پرورش کر سکے یا آدمی کی صحت اور ذرائع آمد ایسے ہیں کہ جس قدر اولاد اس کی موجود ہے اگر اس کی دیکھ بھال اور تعلیم وتربیت کے فرائض پورے کر لے تو یہی ذمہ داری اس کے لئے بہت ہے تو اس صورت میں تو ان اصولوں میں سے بعض پر عمل درآمد درست ہے لیکن قرآن کریم کے مذکورہ بالا حکم کے ہوتے ہوئے محض غربت کے ڈر سے کہ زیادہ بچے ہو گئے تو میں انہیں کھلاؤں گا کہاں سے تب بعض غیر فطرتی ذرائع اختیار کر کے اولاد کی پیدائش بند کر دیتا ہے تو یہ درست اور جائز نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ جس قدر اس وقت شرح پیدائش ہے اس نسبت سے دنیا کی آبادی بڑھتی گئی تو پھر جو آدم زاد اس جہاں میں آ گیا اس کا پیٹ بھرنے کے لئے خوراک کہاں سے آئے گی؟

یہ صورت حال اوروں کے لئے باعث پریشانی ہو تو ہو لیکن قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے والے کے لئے یہ سوال پریشانی کا مسئلہ نہیں کیونکہ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو چودہ سو سال سے حل کر دیا ہوا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ قرآن کے بیان کے مطابق انسان اُن خزانوں کو تلاش کرے۔ اس کے لئے اپنی پوری جدوجہد صرف کر دے چنانچہ سورۃ حٰمٓ السجدہ میں زمین کی پیدائش کے بیان میں ضمنی طور پر اسی مشکل کو واضح اشارہ کے ساتھ حل کر دیا ہے فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝﴾

(سورۃ حٰمٓ السجدہ آیت نمبر 10 تا 11 پارہ 24)

تو کہہ دے کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دور میں پیدا کیا ہے۔ اور اُس کے شریک مقرر کرتے ہو یہ خدا تو سب جہانوں کا رب ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے ہیں اور اس میں بڑی برکت رکھی ہے۔ اور اس میں رہنے

والوں کے کھانے پینے کے لئے ہر چیز کو اندازہ کے مطابق بنا دیا ہے۔ یہ سب کچھ چار دور میں کیا۔سب طلبگاروں کے لئے یکساں حقوق محفوظ ہیں۔!!

قرآن کریم آج سے چودہ سو سال پہلے کا نازل شدہ ہے ان آیات میں بطور پیشگوئی اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک زمانہ میں زمین کو اس کی آبادی کے مطابق غذا پیدا کرنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا۔ چنانچہ کوئی دو سو سال سے مختلف ممالک میں غذا کا مسئلہ دنیا میں زیر بحث چلا آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے اس وہم کا ازالہ فرماتا ہے۔ اور اس اعتراض کو رد کرتا ہے کہ ہم جو زمین کے خالق ہیں اور اس کی آبادی کے پیدا کرنے والے بھی ہیں ہمیں سب کی ضروریات کا پہلے سے علم تھا ہم نے زمین میں ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں، جن کی وجہ سے وہ حسب ضرورت غذا دے گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ غلہ زمین سے نکال کر غذائی ضروریات کو پورا کیا جائے یا نئی غذا کے ایجاد کر لینے یا برقی شعاعوں کی مدد سے پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ چند سالوں ہی میں دنیا نے ایک بڑے خطۂ زمین میں زرعی انقلاب آتے دیکھ لیا ہے۔

امریکہ جو چند سال پہلے ترقی پذیر ممالک کو کروڑوں ٹن غلہ ہر سال امداد کے طور پر دیتا تھا اس نے اپنی پالیسی بدل کر اور ترقی پذیر ممالک کو اپنے یہاں غذائی مسئلہ خود حل کرنے کی طرف توجہ دلا دی تب ان ممالک کو بھی مسئلہ کے خود حل کرنے کا احساس ہوا۔ سب نے ملکر زرعی اصلاحات کی طرف توجہ دی۔ کچھ نئے بیج ایسے تیار کئے جو زیادہ پیداوار دیں اور کچھ کھادیں ایسی تیار کیں جو فصل کو زیادہ بارآور کرنے میں مدد دیں۔ پھر آب پاشی کے وسائل کو بڑھا دیا گیا آلاتِ کشاورزی میں تبدیلی کی کھیتی باڑی کے جو فرسودہ اور دقیانوسی طریقے ان ملکوں میں صدیوں سے رائج تھے ان کی جگہ آہستہ آہستہ مشینری لے رہی ہے۔

یہ تو ہوئیں غلہ کی مقدار میں اضافہ کرنے کی تراکیب، اس کے علاوہ اب کھلے بندوں اس امر کا بھی حکومتی سطح پر پراپیگنڈا ہونے لگا ہے یا کیا جانا چاہیئے کہ لوگوں کو اپنی

غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے صرف غلہ ہی پر انحصار نہ رکھنا چاہیئے بلکہ غلہ کے علاوہ بھی دیگر اشیاء کو کام میں لا کر غلے کی مقدار کو کم کیا جائے۔ مثلاً لحمیات کا استعمال ہے۔ امریکن اعداد و شمار کے محکمہ (جو ایسے معاملات کی ریسرچ پر مامور ہے) نے چند سال گزرے بتایا تھا کہ بحرِ ہند میں اس قدر مچھلی پائی جاتی ہے کہ اگر اس کو نکال کر بسُرعت اندرون ملک بھیجے جانے کا انتظام ہو جائے تو اس سے ہندو پاکستان کی نہ صرف غذائی کمی پوری ہو گی بلکہ اس علاقے کے باشندوں کی عام صحت پر بھی اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ اس محکمہ نے یہ بھی بتایا تھا کہ مچھلی پکڑنے کے لئے بھی جدید ٹیکنیک سے کام لیا جانا ضروری ہے۔ اس سے زیادہ مقدار میں بسہولت مچھلی شکار کی جاسکتی ہے۔ اور پھر بار برداری ہوائی جہازوں کے ذریعہ ملک کے دور دراز علاقوں میں چند گھنٹوں میں پہنچائی جاسکتی ہے محکمہ کا کہنا ہے کہ سمندروں میں مچھلی کی نسل اس تیزی سے بڑھتی ہے کہ اس قدر پکڑی جانے کے باوجود کمی واقع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

یہ تو ایک ہی آئیٹم کے چند اشارے ہیں صدہا قسم کے دیگر ایسے وسائل پیدا ہو سکتے ہیں اور کئے جاسکتے ہیں جن سے آبادی کے مطابق غذائی مسئلہ بسہولت حل ہو جائے۔ جب خالقِ ارض وسماء نے اس بات کا اشارہ دے رکھا ہے کہ تمام ارضی مخلوق کی قُوت کے سامان حسب ضرورت اسی زمین میں رکھ دئے گئے ہیں تو انسان کو اپنی خوراک کے لئے اس طرح پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ البتہ جدید سائنسی ترقیات کو اگر تعمیری کاموں میں لگایا جائے اور سوچنے والے بجائے دنیا کے لئے ہلاکت خیز اسلحہ پر دماغ سوزی کریں ضروری ہے کہ نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے سوچ بچار کریں اور اس کی پہلی ضرورت جو سب کا پیٹ بھرنے کی ہے، اُسے پورا کیا جائے۔ اگر مہم کے طور پر اس طرف توجہ کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ آبادی کے مطابق خوراک کے سامان نہ ہو سکیں۔

قابل غور بات ہے کہ امریکہ کا ایک کسان اس قدر غلہ پیدا کرتا ہے جس سے 29 افراد کا پیٹ پالا جاسکتا ہے۔ اس ملک کی بافراط پیداوار ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ کروڑوں ٹن غلہ دوسرے ملکوں میں برآمد کرتا ہے آخر یہ غلہ اُسی زمین میں پیدا ہوا جو ہمارے ہاں کی

زمین جیسی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں جدید ٹیکنیک رُو بعمل آئی اور ہمارے ہاں ابھی اس کے مبادیات ہیں۔ اگر یہاں کے لوگ بھی اس طرف توجہ کریں گے تو غلہ کی کمیابی کی شکایت خود بخود رفع ہو جائے گی اور جب دوسرے وسائل پر دھیان دیں گے تو غذا کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

بہر حال ﴿ وَقَدَّرَ فِيهَآ أَقْوَاتَهَا ﴾ کے زوردار الفاظ میں قرآن کریم نے اصولی رنگ میں اس مسئلہ کا حل پیش کر دیا۔ اور ساتھ ہی چیلنج بھی دے دیا ہے کہ ﴿سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ﴾ کہ غذائی مسئلہ کے بارہ میں ہزار سوال کرو گے تو ہزار سوالوں کا یہی جواب ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ مثبت رنگ میں اسی زمین سے غذا حاصل کرنے کی طرف توجہ کرو۔

خوشی کی بات ہے کہ اب دنیا آہستہ آہستہ قرآنی ہدایات کی طرف آ رہی ہے۔ اگرچہ اس کا یہ رجوع تا حال اس رنگ میں نمایاں نہیں مگر وہ دن دور نہیں جب ایک دن دنیا برملا طور پر قرآنی صداقتوں کی قائل ہوگی اور اس کتاب عزیز میں سے اپنے جملہ مسائل کا حل تلاش کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

یہ میرا خدا ہے !!

(کلام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل منظوم کلام میں نہایت سادہ الفاظ میں بڑی جامعیت کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کا تعارف پیش کیا گیا ہے گویا یہ اشعار مذکورہ مضمون کا خلاصہ اور ذات باری تعالیٰ کے پر لطف جامع تعارف کا نچوڑ ہیں۔

مری رات دن بس یہی اِک صدا ہے　　　کہ اس عالَمِ کون کا اک خدا ہے

اسی نے ہی پیدا کیا اس جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
وہ ہے ایک اس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر
نہ ہے باپ اُس کا نہ ہے کوئی بیٹا
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا
نہیں اُس کو حاجت کوئی بیویوں کی
ضرورت نہیں اُس کو کچھ ساتھیوں کی
ہر اِک چیز پر اُس کو قدرت ہے حاصل
ہر اِک کام کی اُس کو طاقت ہے حاصل
پہاڑوں کو اُس نے ہی اونچا کیا ہے
سمندر کو اُس نے ہی پانی دیا ہے
یہ دریا جو چاروں طرف بہ رہے ہیں
اُسی نے تو قدرت سے پیدا کیے ہیں
سمندر کی مچھلی ہوا کے پرندے
گھریلو چرندے بنوں کے درندے
سبھی کو وہی رزق پہنچا رہا ہے
ہر اک اپنے مطلب کی شے کھا رہا ہے
ہر ایک شے کو روزی وہ دیتا ہے ہر دم
خزانے کبھی اس کے ہوتے نہیں کم
وہ زندہ ہے اور زندگی بخشتا ہے
وہ قائم ہے ہر ایک کا آسرا ہے
کوئی شے نظر سے نہیں اُس کے مخفی
بڑی سے بڑی ہو کہ چھوٹی سے چھوٹی
دلوں کی چھپی بات بھی جانتا ہے
بدوں اور نیکوں کو پہچانتا ہے
وہ دیتا ہے بندوں کو اپنے ہدایت
دکھاتا ہے ہاتھوں پہ اُن کے کرامت
ہے فریاد مظلوم کی سننے والا
صداقت کا کرتا ہے وہ بول بالا
گناہوں کو بخشش سے ہے ڈھانپ دیتا
غریبوں کو رحمت سے ہے تھام لیتا

یہی رات دن اب تو میری صدا ہے
یہ میرا خدا ہے یہ میرا خدا ہے

پانچواں باب

معبود حقیقی

اور اُس کی عبادت

پانچواں باب

معبودِ حقیقی اور اُس کی عبادت

جس خدا کو قرآن کریم منوانا چاہتا ہے اُس کا اسمِ ذاتی **اللہ** ہے۔!! اللہ کا لفظ اُس ہستی پر بولا جاتا ہے۔ جو تمام نقائص سے منزّہ اور تمام صفاتِ کاملہ سے متصّف ہے۔ اور ایسی ہستی ہی اس بات کا حق رکھتی ہے کہ بندہ جو اُس کی ادنیٰ مخلوق ہے اُس کی عبادت کرے اُس کے ہر قول و فعل سے ہمہ وقت اُسی کی عُبُودیّت کا اظہار ہو۔

عبودیّت تو یہ ہے کہ بندہ اس امر کا قولاً و عملاً اقرار کرے کہ خُدا میرا آقا ہے مَیں اُس کا ادنیٰ غلام اور بندہ ہوں۔

عبادت کا لفظ اس مفہوم کو بھی ادا کرتا ہے اور کچھ زائد مطالب کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ پھر عبادت کیا ہے؟ عبادت کیوں کریں؟ اس سے کیا ملتا ہے؟ ایک انسان کب حقیقی معنوں میں خدا کا عبد بن جاتا ہے وغیرہ سوالات اس موقعہ پر انسانی دماغ میں اُبھرتے ہیں اور قرآن کریم (جو کامل درجہ کی کتابِ ہدایت ہے) نے نہایت تسلی بخش طور پر ان سب امور پر مدلل اور سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔

عبادت کیا ہے؟

لغت کی رُو سے العبادۃُ: کے معنے: غَایَۃُ التَّذَلُّلِ: کامل تذلّل کے ہیں (مفردات) نیز کہتے ہیں: عَبَدَ اللّٰہُ: طاع لَہٗ وَ خَضَعَ وَذَلَّ وَخَرَمَہٗ وَالْتَزَمَ شَرَائِعَ دِیْنِہٖ وَوَحَّدَہٗ (اقرب الموارد) عَبَدَ کے معنے ہیں: اُس کی اطاعت کی اور اس کے حکم کے آگے سر جھکایا اور اس کی خدمت کی۔ اس کے دین کے احکام پر مستقل طور پر عمل کرنے لگا۔ اور اس کی توحید کا اقرار کیا۔

عَبَدَ کے ایک معنے کسی کے نقش قبول کرنے کے ہیں چنانچہ کہتے ہیں طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ

امر۔ مُذَلَّلٌ: ایسا راستہ جو کثرت آمدورفت سے اس طرح ہو گیا ہو کہ پاؤں کے نقش قبول کرنے لگ جائے۔ اس تشریح کے مطابق ظاہر ہے کہ حقیقی عبادت ایسی ہستی کی ہو سکتی ہے جو اپنے کمالات میں منفرد ہو اور اس کا کوئی شریک نہ ہو ساتھ یہ بھی کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری انسان کے لئے ممکن بھی ہو کیونکہ جس کی فرمانبرداری ممکن ہی نہ ہو اس کی عبادت ایک بے معنی سی بات ہے۔

سابق صفحات میں کسی قدر تفصیل اس امر کی گزر چکی ہے کہ ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہی جامع جمیع صفات کاملہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں جس کی حقیقی معنوں میں فرمانبرداری کی جاسکے اور جس کی ذات کو چن کر انسان اسی کا ہو جائے۔ اگرچہ اس کے سوا اور وجود اور قانون بھی ہو سکتے ہیں جن کی اطاعت پر انسان مجبور ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسی اطاعت محدود نوعیت کی ہے، کامل اطاعت صرف اور صرف اُسی خدا کی ممکن ہے جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

پھر کامل عبودیت کامل تعلق کو چاہتی ہے اور کامل تعلق ہمیشہ کامل احسان سے پیدا ہوتا ہے۔ کامل احسان وہ ہوگا جو اُس انسان پر بھی ہو جو عبادت کرتا ہے اور اس کے بزرگوں پر بھی ہو کیونکہ دنیا میں لوگ مخلصانہ تعلق دو ہی وجہ سے رکھتے ہیں:

یا تو اس لئے کہ خود ان پر احسان کیا جائے یا اس لئے کہ ان کے بزرگوں پر احسان کیا گیا ہو۔ جب یہ دونوں قسم کے احسان جمع ہو جائیں تو پھر محسن کی نسبت محبت کا جذبہ نہایت شدت سے اُبھرتا ہے چنانچہ اسی فطری جذبہ کو اپیل کرنے کے لئے قرآن کریم میں سب سے پہلا حکم جو بصیغہ اکثر ہمیں ملتا ہے وہ عبادت کرنے کے بارہ میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی بعض عظیم احسانات الٰہیہ کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 23,22)

اے لوگو! اپنے اُس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی اور اُنہیں بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں پیدا کیا ہے تا کہ ہر قسم کے آفات سے بچو۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونے اور آسمان کو چھت کے طور پر بنایا ہے۔ اور بادلوں سے پانی اتارا ہے، پھر اس پانی کے ذریعہ میووں کی قسم کا رزق تمہارے لئے نکالا ہے۔ پس تم سمجھتے بوجھتے ہوئے اللہ کا ہمسر نہ بناؤ۔

اس آیت کریمہ میں اس سوال کا جواب بھی آ گیا کہ عبادت کیوں کریں۔ فرمایا:

(1) وہ تمہارا محسن ہے نہ صرف تمہارا بلکہ تمہارے باپ دادوں کو پیدا کرنے والا وہی ہے۔

(2) حقیقی معبود وہ ہے جو عبد کو پیدا کرنے والا بھی ہو اس لئے کہ جو کسی وجود کو پیدا کرنے والا ہے وہی اُس کی صحیح طاقتوں کو سمجھتا ہے اور اس کی ضرورتوں کو جانتا ہے جس طرح ایک مکان بنانے والا انجینئر جانتا ہے کہ اس کی تعمیر کردہ عمارت کس حد تک بوجھ برداشت کرسکتی ہے۔ اسی طرح حقیقی اصلاح وہی خدا کرسکتا ہے جس نے انسان کو اور اس کے آباء و اجداد کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی اُس کی قوتوں کی حد بندی جانتا ہے۔ اس کو چھوڑ کر کسی اور ہستی کو معبود قرار دینے کے یہ معنے ہیں کہ اپنے آپ کو ایسے ناواقف کے سپرد کر کے تباہی سہیڑ لیں جو انسان کی قابلیتوں اور اس کی حد بندیوں کو مطلق نہیں جانتا۔

(3) پھر یہ امر بھی خاص طور پر یاد رکھے جانے کے قابل ہے کہ کسی معبود کی عبادت سے مراد صرف اقرار عبودیت نہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے عبادت سے مراد تکمیل روحانیت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روحانیت کی تکمیل وہ ہستیاں کس طرح کرسکتی ہیں جو انسان کی خالق نہیں۔ اور اس کی مخفی طاقتوں اور حد بندیوں سے واقف نہیں۔ وہ تو اسے مکمل کرنے کی بجائے توڑ کر رکھ دیں گے۔ دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے

کہ جب بھی انسان نے اپنی باگ ڈور غیر اللہ کے سپرد کی ہے نقصان ہی اٹھایا ہے کسی رہنما نے کھلی آزادی دیکر روحانی تکمیل کی راہوں سے بالکل دور پھینک دیا اور کسی رہنما نے انسانی قوتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسا بوجھ لاد دیا کہ انسان اسی بوجھ تلے دب کر رہ گیا۔ کسی نے رہبانیت کے اختیار اور طیبات سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی تو کسی نے مُضر اور مفید میں فرق نہ کرتے ہوئے شریعت کو لعنت قرار دیکر انسان کو تباہی کے گڑھے میں گرا دیا۔ (ملخص از تفسیر کبیر)

یہ معبود حقیقی اللہ ہی کی ذات ہے جس نے ایسی تعلیم دی کہ جس کی مدد سے نہ تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھلا دے اور نہ ایسے بوجھوں تلے دب جائے جو اس فطرت کو کچل کر رکھ دیں۔

قرآن کریم نے یہ ساری تفصیل آیت کریمہ کے الفاظ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ میں بڑے ہی لطیف پیرایہ میں جمع کر دی ہے۔ اسی لئے ان الفاظ کا اُردو ترجمہ ''تا کہ تم ہر قسم کی آفات سے بچو'' کیا ہے۔ اور یہ سب اُن آفات کی تفصیل ہی تو ہے جس کا کسی قدر ذکر اُوپر ہوا۔

پھر انسان کی نفسیات میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اپنے آپ کو معبود حقیقی کے آستانہ پر ڈال کر راحت پاتا ہے۔ چونکہ خدا انسان کا خالق ہے اس لئے اُس نے انسان کی نفسیات کو جانتے ہوئے اس کی اس قلبی راحت کا انتظام بھی فرمایا ہے چنانچہ منکرین حق کے ایک اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ ﴾

(سورۃ الرعد آیت نمبر 29,28)

منکر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا فرماتا ہے:

نشان تو بیشمار اُترے ہیں البتہ ان کی آنکھیں ان کو دیکھ نہیں رہیں۔ اسلئے تو کہہ اللہ جسے چاہتا ہے ہلاک کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کی اپنی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی جو ایمان لائے ہوں اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہوں ان کو ہدایت دیتا ہے۔ پس سمجھ لو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

جس صورت میں کہ انسانی پیدائش کا اصل مقصد ہی خدا کی یاد اور اس کا ذکر ہے، جب خدا مل گیا اور اس کی یاد میں انسان مگن ہو گیا تو جو جلن اور تڑپ دل میں وصال یار کے لئے تھی وہ اطمینان کے ٹھنڈے پانی سے تسکین پا گئی۔ برعکس اس کے جو لوگ دنیا کے طالب ہوتے ہیں دنیا کمانے اور اس کے مال و منال سمیٹنے میں رہتے ہیں جوں جوں دولت ان کے پاس آتی جاتی ہے۔ اُن میں دنیا طلبی کی بے قراری اور بڑھتی ہے۔ مگر خدا کا طالب جس قدر خدا کی طرف جھکتا اور اُس کے قریب جاتا ہے اتنا ہی اس کے دل کو اطمینان و سکون ملتا جاتا ہے۔ اس کا ذکر مذکورہ آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

سورۃ الذاریٰت میں فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ O مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ O اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ O﴾ (سورۃ الذاریٰت آیت نمبر 56 تا 58)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے نہ میں ان سے رزق مانگتا ہوں اور نہ میں ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ ہی سب کو کھانا دیتا اور بڑی زبردست طاقت والا ہے۔

ان تین آیات میں سے پہلی آیت کریمہ میں جن وانس کی پیدائش کی غرض بتائی کہ **عبادتِ الٰہی بجالانا**۔ دوسری آیت اس سوال کے جواب پر مشتمل ہے کہ کیا بندوں کی عبادت سے خدا کو کوئی ذاتی منفعت ہے؟ فرمایا نہیں بندوں کو عبادت کا حکم دیکر ہماری منشاء

یہ نہیں کہ ہمیں ان سے کچھ مطلب ہے ہم بڑے پیٹو ہیں۔ کچھ کھانے کو مانگتے ہیں مگر ایسی کوئی بات نہیں بلکہ: آیت نمبر 3 میں حقیقت بتائی کہ خدا کی ذات تو خود رزّاق ہے۔ ہر قسم کی قوت وطاقت کا سرچشمہ وہی ہے پس جو ہستی رزق دیتی ہے ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔اسی کا حق ہے کہ مخلوق اُس کی عبادت کرے۔

عبادت کی حقیقت اور اس کی جامع تفصیل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ''اعجاز المسیح'' میں عبادت کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے اس کی جامع تفصیل ان الفاظ میں قلم بند فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ حَقِیْقَةَ العِبَادَةِ الَّتِی یَقْبَلُهَا المَوْلیٰ بِاِمْتِنَانِهٖ هِیَ التَّذَلُّلُ التَّآمُّ بِرُؤْیَةِ عَظْمَتِهٖ وعُلُوّ شَانِهٖ۔ وَالثَّنَآءُ عَلَیْهِ بِمُشَاهَدَةِ مِنَنِهٖ وَاَنْوَاعِ اِحْسانِهٖ وَاِیْثَارُهٗ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ بِمَحَبَّةِ حَضْرَتِهٖ وتَصَوُّرِ مَحَامِدِهٖ وَجَمَالِهٖ وَلَمَعَانِهٖ وَتَطْهِیْرُ الجَنَانِ مِنْ وَسَاوِسِ الْجِنَّةِ نَظْرًااِلٰی جِنَانِهٖ۔ وَمِنْ اَفْضَلِ العِبَادَاتِ اَنْ یَکُوْنَ الْاِنْسَانُ مُحَافِظًا عَلَی الصَّلٰوتِ الخَمْسِ فِی اَوَائِلِ اَوْ قَاتِهَا۔ وَاَنْ یَجْهَدَ لِلْحُضُوْرِ والذَّوْقِ واشَوْقِ وَتَحْصِیْلِ بَرَکَاتِهَا۔ مُوَاظِباً عَلیٰ ادَآءِ مَفْرُوْضَاتِهَا وَمَسْنُوْنَاتِهَا۔ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَرْکَبٌ یُوْصِلُ الْعَبْدَ اِلیَ رَبِّ الْعِبَادِ فَیَصِلُ بِهَا اِلیٰ مَقَامٍ لَا

يَصِلُ اِلَيهِ عَلى صَهَوَاتِ الْجِيَادِ۔ وَصَيْدُهَا لَا يُصَادُ بِاسِّهَامِ۔ وَسِرُّهَا لَا يَظْهَرُ بِالا قُلَامِ۔ وَمَنِ الْتَزَمَ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ فقد بَلَغَ الْحَقَّ وَالْحَقِيْقَة وَاَلْفىٰ الحِبَّ الَّذِىْ هُوَفى حُجُبِ الغَيْبِ۔ وَنَجَا مِنَ الشَّكِّ وَالرَّيْبِ۔ فَتَرٰى اَيَّامَهٗ غُرَرًوَّ كَلَامَهٗ دُرَرًا يا وّ كَلامهٗ دُرَرًا وَّجُهَةٗ بَدْرًا وَمَقَامَهٗ صَدْرًا۔ وَمَنْ ذَلَّ لِلّٰهِ فِىْ صَلَوَاتِهٖ اَذلَّ اللّٰهُ لَهٗ الْمُلُوْكَ وَيَجْعَلُ مَالِكًا هٰذَا الْمَمْلُوْكَ۔

ترجمہ: واضح ہو کہ اس عبادت کی حقیقت جسے اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے قبول فرماتا ہے۔ (وہ درحقیقت چند امور پر مشتمل ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کی بلند و بالا شان کو دیکھ کر مکمل فروتنی اختیار کرنا نیز اس کی مہربانیاں اور قسم قسم کے احسان دیکھ کر اُس کی حمد و ثنا کرنا، اُس کی ذات سے محبت رکھتے ہوئے اور اُس کی خوبیوں جمال اور نور کا تصور کرتے ہوئے اُسے ہر چیز پر ترجیح دینا اور اس کی جنت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے دل کو شیطانوں کے وسوسوں سے پاک کرنا ہے۔

اور سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ انسان التزام کے ساتھ پانچوں نمازیں ان کے اوّل وقت پر ادا کرنے اور فرض اور سنتوں کی ادائیگی پر مداومت رکھتا ہو اور حضورِ قلب، ذوق، شوق اور عبادت کی برکات کے حصول میں پوری طرح کوشاں رہے۔ کیونکہ نماز ایک ایسی سواری ہے جو بندہ کو پروردگار عالم تک پہنچاتی ہے۔ اس کے ذریعہ (انسان) ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں گھوڑوں کی پیٹھوں پر (بیٹھ کر) نہ پہنچ سکتا اور نماز کا شکار (ثمرات) تیروں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا راز قلموں سے ظاہر نہیں ہوسکتا ہے۔ اور جس شخص نے اس طریق کو لازم پکڑا اس نے حق اور حقیقت کو پالیا اور اس محبوب تک پہنچ گیا

جو غیب کے پردوں میں ہے اور شک وشبہ سے نجات حاصل کر لی۔ پس تو دیکھے گا کہ اس کے دن روشن ہیں اُس کی باتیں موتیوں کی مانند ہیں، اور اس کا چہرہ چودھویں کا چاند ہے۔ اس کا مقام صدر نشینی ہے۔ اور جو شخص نماز میں اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی سے جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بادشاہوں کو جھکا دیتا ہے اور اس مملوک بندہ کو مالک بنا دیتا ہے۔

(بحوالہ تفسیر سورۃ الفاتحہ صفحہ 202,201)

خدا تعالیٰ سے مانگنا بھی عبادت ہے

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انسان کا اپنی سب ضروریات خدا سے مانگنا بھی عبادت ہے اور جو کوئی اُس کی درگاہ سے نہیں مانگتا وہ متکبّر ہے اور تکبر کے عواقب دیکھے گا۔ فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝﴾ (سورۃ مومن آیت نمبر 61)

کیسا پیارا انداز بیان ہے یہ!! کیسا محبت بھرا پیغام ہے اُس خدا کی طرف سے اپنے بندوں کے نام، جو ٹوٹے دلوں کا سہارا ہے۔ پہلا فقرہ ہی دیکھئے محبت اور شفقت سے بھرا ہوا فرماتا ہے: ''تمہارا رب کہتا ہے جو مانگو گے دوں گا''۔

فرمایئے کوئی ہے ماں یا باپ دنیا میں جو اپنی اولاد کی منہ مانگی مراد دینے کو تیار ہو اور پھر سب کچھ دینے پر قدرت بھی رکھتا ہو۔! ماں اپنے بچے سے ہزاروں وعدے کرتی ہے میں اپنے لاڈلے کو یہ لے دوں گی وہ لے دوں گی۔ مگر کیا وہ سب کچھ لے کر دے سکتی ہے؟

باپ، جسے اولاد کی جملہ ضروریات کا کفیل سمجھا جاتا ہے، بسا اوقات اپنے حالات کی مجبوری کے سبب اپنے جگر گوشے سے کسی مطالبے پر صبر کا گھونٹ پی کر بچے کو ٹال دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مگر قربان جائیں اُس خدائے قدوس کی محبت والفت اور شفقت و احسان پر کہ اس نے مانگنے والوں کے لئے یہ عام اعلان کر رکھا ہے، اور ساتھ ہی سب کو دینے کی طاقت بھی رکھتا ہے اور عملاً دیتا بھی ہے۔ بندے کا کام ہے مانگنا جو شخص خدا کی جناب سے مانگنے میں اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے۔ وُہ بندہ ہوتے ہوئے تکبر دکھاتا ہے یا ایسا شخص اپنی ذات کو کامل سمجھتا ہے حالانکہ کمال تو خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔ انسان تو قدم قدم پر خدا کا محتاج ہے۔ اس کی پل بھر زندگی خدائی سہارے کے بغیر گزر نہیں سکتی۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کامل بندۂ خدا تھے۔ ہمہ وقت خدا کے آستانہ پر جھکے رہتے اور اپنے متبعین کو بھی اسی رنگ میں رنگین کرنے کے لئے ہمیشہ تاکید یہی فرمائی کہ اپنی جملہ ضروریات ہمیشہ خدا ہی سے مانگو: فرمایا حتی الملحُ حتیٰ شِسْعَ نَعْلَیک: ہنڈیا میں ڈالنے کو نمک نہیں تو وہ بھی اُسی سے مانگو اگر جوتے کا تسمہ نہیں اس کے لئے بھی اُسی سے درخواست کرو کہ سب خزانوں کا وہی مالک ہے وہ بندوں کو دیکر خوش ہوتا ہے۔!!

اور سورہ اعراف میں مقربین بارگاہ الٰہی اور کاملین بندگانِ خدا کی علامت ہی یہ بتائی کہ وہ ہمیشہ درِ مولیٰ پر ہی پڑے رہتے ہیں ہر آن اُسی کو حاجت روا جانتے اور اُسی کے در کے سوالی بنے رہتے ہیں اُسی کی تسبیح وتحمید ان کا معمول ہوتا ہے۔ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَO﴾ (سورۃ اعراف آیت نمبر 207)

جو لوگ تیرے رب کے مقرب ہیں اور خدا کی حضوری انہیں حاصل ہے وہ اُسی کی عبادت کرتے اور اسی کی بندگی بجالانے میں اپنے آپ کو ہرگز بڑا نہیں جانتے بلکہ ہمہ وقت اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اُس کے حضور سربسجود رہتے ہیں۔ یہی عاجز بندوں کا اصل مقام اور کمال تذلل کا عملی ثبوت ہے۔

شکرِ نعمت بھی عبادت ہے !

نعمتِ خداوندی پر شکر بجالانے کو بھی قرآن کریم نے عبادت میں شمار کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ایسا کرنے سے بندہ پر خدائی عنایات بڑھ جاتی ہیں فرماتا ہے:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ط ﴾ (سورۃ الزمر آیت نمبر 8)

اے لوگو اگر تم خدا کے انعامات کی قدر نہ کرو گے اور اُس کی ناشکری کرو گے تو اس سے خدا کی مملکت میں کسی طرح کی کمی نہیں آسکتی وہ تمہاری شکر گزاری کا بھوکا نہیں اُسے ایسی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی وہ پسند کرتا ہے کہ اُس کے بندے ہوتے ہوئے اُس کی نعمتوں کی ناشکری کرو اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ گے تو اس طریق کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌO﴾ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر 8)

اُس وقت کو ہمیشہ یاد رکھو جب تمہارے ربّ نے انبیاء کے ذریعہ اعلان کیا تھا کہ اے لوگو! اگر تم شکر گزار بنے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو میرا عذاب یقیناً سخت ہوا کرتا ہے۔

اس سے اگلی آیت میں فرماتا ہے:

﴿ وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌO﴾ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر 9)

اور موسیٰؑ نے تو اپنی قوم سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر تم اور رُوئے زمین کے تمام لوگ سب کے سب کفر اختیار کرلیں تو بھی خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس لئے کہ اُس کی ذات بے نیاز ہے اور ہمہ صفت موصوف ہے نقصان خود ناشکرے انسان کا اپنا ہی ہوگا، جس نے ناشکری کر کے خدا تعالیٰ کے مزید انعامات کا دروازہ اپنے اُوپر بند کرلیا کاش وہ ایسا نہ کرتا۔!!

پُرخلوص عبادت اور خدا کا محبت بھرا خطاب!

ایک اور مقام پر بندے کی طرف سے پُرخلوص عبادت بجالانے کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ اگرچہ چند آیات کا یہ اقتباس قدرے لمبا ہی ہے مگر یہ مقام ہی کچھ ایسا ہے کہ محبت کے ماحول میں دل خود بخود طولِ کلام کو چاہتا ہے۔ ذرا اس بیان کا آغاز ملاحظہ ہو کہ کیسے پیار بھرے انداز میں خداوند عالم اپنے بندوں سے خطاب فرماتا ہے اور اس کے بعد آخر تک سارا کلام محبت میں ڈوبا ہوا ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ Oوَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ O قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ O قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ O فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ O لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ

اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ O وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْھَا وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰہِ لَھُمُ الْبُشْرٰی ج فَبَشِّرْ عِبَادِ O الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ O ﴾

(سورۃ الزمر آیت نمبر 11 تا 19 پارہ 23)

اے ہمارے رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس بات کا اعلان فرمائیں کہ اے میرے مومن بندو! تم ہمہ وقت اپنے رب کو اپنے لئے سپر بناؤ۔ جو لوگ اس دنیا میں الٰہی احکام کو پوری طرح ادا کرتے ہیں ان کے لئے اگلے جہاں میں نیک بدلہ مقرر ہے اگر مومن بندوں کو کسی جگہ تکلیف پہنچے تو کوئی بات نہیں صداقت کو سینے سے لگائے رہو اور اس جگہ کو چھوڑ جاؤ۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے تمہارے اس صبر کا اجر تمہیں ضرور ملے گا۔ اس لئے کہ صابروں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا پورا دیا جائے گا۔ اے ہمارے رسولؐ یہ بھی اعلان کر دو کہ میں تو اُسی خدا کی فرمانبرداری کرتے ہوئے پُر خلوص عبادت کرتا ہوں۔ مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں اوّل درجہ کا فرمانبردار بن کر تمہیں دکھا دوں اس لئے تم میرا نمونہ دیکھ لو۔ اور کہہ دے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

پُر خلوص عبادتِ الٰہی کے بارہ میں پھر اعلان کر دو کہ میں تو اللہ ہی کے لئے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے اس کی عبادت بجا لاتا ہوں۔ باقی رہے تم، سو تم اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے پھرو میرا تم پر کوئی جبر نہیں۔ البتہ اُن پر یہ بات واضح کر دو کہ پوری طرح گھاٹے میں پڑنے والے اور سخت نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بھی اور اپنے رشتہ داروں کو بھی قیامت کے دن گھاٹے میں ڈال دیا ہوگا۔ اور یاد رکھو یہ ایک واضح اور غیر مُبہم گھاٹا اور ٹوٹا ہے جس سے ہر ہوشمند کو بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اُس وقت اُن کے لئے اُوپر سے بھی آگ کے سائے ہونگے اور نیچے سے بھی آگ کے سائے ہونگے گویا ان کا اوڑھنا بچھونا آگ ہی آگ ہوگی۔ یہی وہ چیز ہے جس

سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔!!

اس لئے اے میرے بندو! ہر حال میں میرا تقویٰ اختیار کرو اگر تم ہمہ وقت مجھے اپنی ڈھال بنا لو گے اور میری پناہ میں آ جاؤ گے تو ایسے بدنتیجہ سے بچ جاؤ گے۔ جو لوگ طاغوت کی عبادت سے کنارہ کش رہے اور اللہ کے حضور جھکے رہے، ان کے لئے بڑی خوشخبری ہے۔ اس لئے میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو بات کو سنتے ہیں اور پھر اُس میں سے سب سے بہتر حکم کی اتباع کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور وہی لوگ عقلمند ہیں۔

کیسا پیار بھرا ہے یہ خطاب۔ کیسا پیارا ہے اندازِ نصیحت جو ان آیات میں بارگاہ رب العزت کی طرف سے اپنے بندوں کو راہ راست پر گامزن ہو جانے اور بدنتائج سے مجتنب رہنے کی تلقین کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اور نیک بندوں کے لئے کیسے پُر اُمید اور روشن مستقبل کی گارنٹی دی گئی ہے۔ اللہ اکبر۔!!

یہ ہے معبود حقیقی کا اپنے بندوں سے پیار بھرا حقیقی سلوک!!

لگا تار عبادت اور لامتناہی انعامات

اللہ تعالیٰ چونکہ انسان کے جملہ احوال سے پوری طرح واقف و آگاہ ہے اور وہی اُن کی جملہ ضروریات اور حاجات کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے عبادت بھی اُسی کا حق ہے، یہ عبادت ایک آدھ بار یا کبھی کبھار نہیں، بلکہ ایسی لگا تار عبادت ہو، جس میں ناغہ نہ ہو، تا اسی کے مطابق غیر متناہی انعامات بھی ملیں۔ حق تعالیٰ اپنی رضا کے مقام جنت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○ وَمَا

نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّاO رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّاO﴾

(سورۃ مریم آیت نمبر 64 تا 66 پارہ 16)

یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُن کو کریں گے جو متقی ہوں گے اور فرشتے ان سے کہیں گے کہ ہم تو صرف تمہارے ربّ کے حکم سے اُترتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان دونوں جہات کے درمیان میں ہے سب کچھ خدا کا ہے۔ تمہارا ربّ بھولنے والا نہیں۔ وہ آسمانوں کا بھی رب ہے اور زمین کا بھی اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے۔ پس اے مومن بندے تو اُسی کی عبادت کر اور اُس کی عبادت پر دوام اختیار کر۔ کیا تو اس کا کوئی ہم صفات جانتا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں!!)

عبادت بھی اللہ کی......اور عبودیّت بھی اُسی کی

عبادت اور عبودیّت دونوں لفظ قریب المعنیٰ ہیں۔ عبادت سے متعلق بعض ضروری باتیں بیان ہوچکیں۔ عُبودیت جس کے معنے معبود حقیقی کے حضور بندۂ ناچیز کی طرف سے اس کا قولاً وعملاً اقرار و اظہار کہ میں حضور ہی کا غلام ہوں۔ اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں جو کچھ ہوں آپ ہی کی دین ہے میری زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ ہی کے سہارے قائم ہے اور میری تمام تمنائیں اور اُمیدیں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔!! اس قسم کا اظہار صرف نوع انسان سے ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر مخلوق، خالق کے سامنے عبد ہی کی پوزیشن رکھتی ہے۔

سورت مریم کے آخری رکوع میں خدا کا بیٹا قرار دینے والوں کے اعتراض کا ردّ کرتے ہوئے پُر جلال کلام میں اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ الٰہ العٰلمین فرماتے ہیں:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا O لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا O تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا O اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا O وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا O اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا O﴾

(سورۃ مریم آیت نمبر 90 تا 94 پارہ 16)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمان نے بیٹا بنالیا ہے، تُو کہہ دے تم ایک بڑی سخت بات کہہ رہے ہو۔ قریب ہے کہ تمہاری بات سے آسمان پھٹ کر گر جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر جا پڑیں۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے خدائے رحمٰن کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اور خدائے رحمٰن کی شان کے منافی ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے کیونکہ ہر ایک جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خدائے رحمٰن کے حضور غلام بن کر حاضر ہوگا۔

اگرچہ اس بات کا کامل ظہور تو قیامت کے روز ہی ہوگا کہ سبھی خدا کی غلامی کا اقرار کر رہے ہوں گے اور کسی کو سرتابی کی ہمت نہ ہوگی لیکن اس دنیا میں بعض ناسمجھ ناعاقبت اندیش ایسی غلطیوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دوسری آیات میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ایسے شوریدہ سر افراد کو چھوڑ کر باقی سبھی فرشتے اور نیک لوگ حتیٰ کہ وہ افراد بھی جنکو بعض لوگ اُن کی مرضی کے بغیر خدائی کا درجہ دیتے ہیں وہ اُسی طرح کی عبودیت کا اظہار اور اقرار کرتے ہیں، سعادت سمجھتے ہیں، جس طرح خدا کے دوسرے عاجز بندے۔ جیسے فرماتا ہے:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ O لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ O يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ

مُشۡفِقُوۡنَO وَمَنۡ یَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّیۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَذٰلِکَ نَجۡزِیۡهِ جَهَنَّمَ ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَO﴾ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 27 تا 30)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمٰن خدا نے بیٹا بنا لیا ہے، ان کی بات درست نہیں وہ تو ہر کمزوری سے پاک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کو یہ بیٹا کہتے ہیں وہ خدا کے معزز بندے ہیں۔ وہ خدا کی بات سے ایک لفظ بھی زیادہ نہیں کہتے اور وہ اُس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ خدا اُس کو بھی جانتا ہے جو انہیں آئندہ پیش آنے والا ہے اور جو وہ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں اور وہ سوائے اس کے جس کے لئے خدا نے یہ بات پسند کی ہو کسی کے لئے شفاعت نہیں کرتے اور وہ اس کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔ اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا کے سوا معبود ہوں ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے ایسا کر کے انہوں نے بڑا ظلم کیا اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

چونکہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو بھی نصاریٰ نے ابن اللہ کہا لیکن جہاں تک خود مسیح علیہ السلام کا اپنا بیان ہے وہ اس بات سے صاف انکاری ہیں جیسا کہ سورۃ مائدہ کے آخری رکوع میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ سورت النساء میں حضرت مسیح اور فرشتوں کی طرف سے اقرارِ عبودیت کا صاف اعلان کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے:

﴿لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓئِکَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَمَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَیَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُهُمۡ اِلَیۡهِ جَمِیۡعًاO﴾ (سورۃ النساء آیت نمبر 173 پارہ 6)

مسیح علیہ السلام ہرگز اس امر کو برا نہیں منائے گا۔ کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اُسے بُرا منائیں گے۔ اور جو لوگ اس کی عبادت کو برا منائیں اور تکبر کریں ان سب کو خدا تعالیٰ اپنے حضور اکٹھا کرے گا۔ تب ظاہر ہو جائے گا کہ ان کی یہ سرتابی کچھ وزن دار نہ تھی۔

الغرض ایک بندہ کے لئے عبادت واجبات میں سے ہے لیکن بندہ کے لئے فائدہ

بخش عبادت وہی ہے جو حبُّ اللہ کے نتیجہ میں ہو لیکن جو عبادت محض دنیوی فوائد کے حصول کے لئے ہو تو اس کا نتیجہ کچھ بھی نہیں جیسے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُO﴾

(سورۃ الحج آیت نمبر 12)

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ اگر تو ان کو کوئی فائدہ ہوا تو عبادت پر خوش ہو گئے اور اگر کوئی تکلیف ہوئی تو منہ موڑ گئے۔ ایسے لوگوں کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی برباد ہوئی دونوں جگہ گھاٹے میں رہے یہی کھلا کھلا گھاٹا ہے۔

پس عبادت کے معاملے میں قرآن اس امر کی تلقین کرتا ہے کہ بندہ ہر عُسر ویُسر میں کسی وقت بھی خدا کی بندگی سے منہ نہ موڑے بلکہ استقلال کے ساتھ اس کے آستانہ پر گرا رہے۔ تب اُس کی عبودیت کا ثبوت عملی شکل اختیار کرتا ہے۔ اور انسان ہونے کے لحاظ سے اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے۔ ورنہ قانونِ قدرت کے سامنے تو سبھی کو اُس کی عبودیت کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔

جب دل میں کسی سے محبت ہو تو انسان عوض معاوضہ کی بات نہیں کرتا بلکہ قربانی کر کے بھی محبت کے پودے کی پرورش کرتا ہے اور اس کے تقاضے پورے کرتا ہے اس لئے عبادت الٰہی بھی اسی طریق پر کی گئی سُودمند اور نتیجہ خیز ہے ورنہ نہیں۔!!

انسان کب حقیقی معنوں میں خدا کا عبد بن جاتا ہے؟

عبادت الٰہی کے سلسلہ میں اب آخری سوال یہ ہے کہ ایک انسان کب حقیقی معنوں میں خدا کا عبد بن جاتا ہے اور عباد الرحمٰن کی کیا کیا علامتیں ہیں؟

سو واضح ہو کہ قرآن کریم کی رُو سے خدا تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کے لئے اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دینا پڑتا ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کا بندہ ٹھہرا تو کوئی چیز اُس کی اپنی نہ رہی سب کچھ جو اُس کا ہے وہ اُس کے آقا کا ہے۔ اس لئے جب تک اپنا سب کچھ اُس کے حوالہ نہ کردے حقیقی معنوں میں عبد نہیں بن سکتا۔ اسی کو قرآنی اصطلاح میں اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ جس کے معنے ہیں اپنا سب کچھ قربان کر دینا جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا:

﴿فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ۝﴾

(سورۃ الحج آیت نمبر 35)

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس لئے تم اپنا سب کچھ اسی کے حوالے کردو۔ اور تو خدا کے حضور جھک جانے والوں کو بشارت دے (کہ ان کا مستقبل روشن ہے)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ‌ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝﴾

(سورۃ الانعام آیت نمبر 164,163)

اے ہمارے رسول تم اس بات کا اعلان کردو کہ میں تو خدا کا بندہ ہوں اس لئے میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اس امر کا حکم دیا گیا ہے کہ میں پورے خلوص کے ساتھ اپنا سب کچھ خدا کے حوالہ کردینے میں اوّل نمبر رہوں۔

گویا ''اسلام'' بندگی کے اُس اُونچے اور بلند مقام کا نام ہے جب بندہ اپنا

سب کچھ معبود خدا کے حوالے کر کے گویا فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ان معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر رنگ کی قربانی دیکر اِسلام کا عملی نمونہ دکھایا اور اوّل المسلمین کا لقب پایا۔

اسلام کی اسی تشریح کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

اسلام چیز کیا ہے؟ خدا کے لئے فنا ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خُدا

(درثمین اُردو)

عبادالرحمٰن کی بعض خصوصی علامات

خدا کے ایسے نیک بندے جو اپنا سب کچھ خدا کے حوالہ کر دیتے ہیں تو ان کی عملی زندگی میں بعض نمایاں علامتیں نظر آتی ہیں جو واضح رنگ میں دوسرے انسانوں سے انہیں امتیاز بخشتی ہیں چنانچہ ایسی بعض واضح علامتوں کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ ''الفرقان'' کے آخر میں فرمایا:

﴿ وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا O وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا O وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا O اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا O وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا O وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ. وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا O یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا O اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا O
وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّہٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا O وَالَّذِیۡنَ لَا
یَشۡہَدُوۡنَ الزُّوۡرَ وَاِذَامَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا O وَالَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا
بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡہَا صُمًّا وَّعُمۡیَانًا O وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا
ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا O ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 64 تا 75)

1-2- ﴿ وَعِبَادُالرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًاO﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 64)

رحمان خدا کے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں ان کی رفتار اور گفتار سے تکبر کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ عاجزی اور فروتنی کا مجسمہ ہوتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ ان کے مقابلہ میں ویسی ہی جہالت دکھانے کی بجائے کہتے ہیں ہم تو تمہارے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

3- ﴿وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًاO ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 65)

جب ساری دنیا میٹھی نیند سو رہی ہوتی ہے وہ اپنے رب کی یاد میں اُس کے حضور سجود و قیام میں گزار دیتے ہیں۔

4- ﴿وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ اِنَّ عَذَابَہَا کَانَ غَرَامًاO ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 66)

وہ ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب ٹلا دے۔ اس کا عذاب ایک بہت بڑی تباہی ہے۔

5- ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 68)

اور وہ ایسے ہوتے ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی سے کام نہیں لیتے اور نہ بخل کرتے ہیں۔ان کا خرچ دونوں حالتوں میں درمیان درمیان ہوتا ہے موقعہ اور محل کے مطابق اور اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔

6-8- ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 69)

وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی جان کو جسے اللہ نے معزز و محترم بنایا ہے شرعی حق کے سوا قتل کرتے ہیں۔اور نہ ہی وہ زنا کاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔اور جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی پاداش کو بھی پائے گا۔

(سوائے اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور ایمان کے مطابق عمل کئے پس ایسے لوگوں کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔)

9-10- ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 73)

اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔اور جب لغو باتوں سے اُنہیں سابقہ پڑتا ہے تو اپنا دامن بچا کر بزرگانہ انداز سے بغیر ان میں شامل ہونے کے گزر جاتے ہیں۔

10- ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ ﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 74)

اور وہ لوگ کہ جب ان کے رب کی آیات اُنہیں یاد دلائی جاتی ہیں تو بڑی توجہ

دکھاتے ہیں ایسا نہیں کرتے کہ بہروں اور اندھوں کی طرح اس پر گرے جاتے ہوں۔

11- ﴿وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا O﴾

(سورۃ الفرقان آیت نمبر 75)

وہ لوگ جو اپنی اصلاح اور وصال یار پر ہی اکتفا نہیں کر بیٹھتے بلکہ اس سلسلہ کو اپنی آل اولاد میں بھی جاری رکھنے کی تمنا رکھتے ہیں۔اسی لئے وہ ہمیشہ بارگاہِ ربّ العزّت میں اس طرح کی دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطاء فرما کہ وہ بھی ہمارے ہی رنگ میں رنگین ہو کر تیرے حقیقی عبد بن جائیں۔اور ساتھ ہی عرض کرتے ہیں کہ ہمیں متقیوں کا امام بنا اس طرح کہ ہمارا خاندان ہماری اتباع کرے اور وہ متقی بھی ہو ایسا نہ ہو کہ صرف قرابت داری کے تعلق کے باعث ہمارا ساتھ دینے والا ہو مگر خود تقویٰ کی نعمت سے محروم ہو۔ **العیاذ باللہ**

☆ رحمٰنخدا کے خاص بندوں کی یہ چند علامتیں جو ابھی بیان ہوئی ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی عبد بن جانے کے بعد جب وہ اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کر دیتے ہیں تو لازمی طور پر ان کے اندر اپنے بنی نوع کے ساتھ حقیقی محبت اور اُلفت اور خیر خواہی کا صحیح جذبہ اُبھرتا ہے۔تب جمیع حقوق العباد ادا کر کے وہ دلی راحت پاتے ہیں۔لڑائی جھگڑوں سے کنارہ کش رہ کر جہاں وہ تعلقات کو ناخوشگوار ہو جانے سے بچا لیتے ہیں وہاں اپنے قیمتی وقت کو بھی برباد ہونے نہیں دیتے۔اتنا وقت وہ دوسری خدمات میں لگاتے ہیں۔اور یہی ان کی تمام زندگی کا معمول بن جاتا ہے۔جب تک وہ اس فانی دنیا میں رہتے ہیں نافع الناس بن کر وقت گزارتے ہیں اور جب اس جہاں سے رخصت ہوتے ہیں تو اپنے رحمٰن خدا کی گود میں اُس کی رضاء اور جنت میں جگہ پاتے ہیں! اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ!

چھٹا باب

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن"

حُسن و اِحسان کا سرچشمہ معبودِ حقیقی

چھٹا باب

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن''

حُسن واِحسان کا سرچشمہ............معبود حقیقی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ ''خدائی حُسن واحسان''

مقدس بانی سلسلہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ قاعدہ کی بات ہے کہ خوبی بجائے خود دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ خوبی میں ایک مقناطیسی جذب ہے جو دلوں کو کھینچتی ہے۔ جیسے موتی کی آب، گھوڑے کی خوبصورتی، لِباس کی چمک دمک، غرض یہ حُسن پھولوں، پتوں، پتھروں، حیوانات، نباتات، جمادات، کسی چیز میں ہو اس کا خاصہ ہے کہ بے اختیار دل کو کھینچتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے پہلا مرحلہ اپنی خدائی منوانے کا حسن کا رکھا ہے۔ جب الحمدللہ فرمایا کہ جمیع اقسام حمد وستائش اس کے لئے سزاوار ہے۔ پھر دوسرا درجہ احسان کا ہوتا ہے انسان جیسے حُسن پر مائل ہوتا ہے، ویسے ہی احسان پر بھی مائل ہوتا ہے۔ اس لئے پھر اللہ تعالیٰ نے ربّ العٰلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ صفات کو بیان کر کے اپنے احسان کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن اگر انسان کا مادہ ایسا ہی خراب ہو اور وہ حُسن اور احسان سے بھی سمجھ نہ سکے تو پھر تیسرا ذریعہ سورت فاتحہ میں غیر

المغضوب کہہ کر متنبہ کیا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے لوگ تو حُسن سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور جو ان سے کم درجہ پر ہوں وہ احسان سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جو ایسے ہی پلید طبع ہوں ان کو اپنے جلال اور غضب سے متوجہ کیا ہے۔

(الحکم 10 مارچ 1902 صفحہ 6-5 بحوالہ تفسیر سورۃ الفاتحہ صفحہ 353)

حُسن ازلی: لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

جب کہ اوپر کے اقتباس سے یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ قرآن کریم کی پہلی سورۃ کی پہلی ہی آیت میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ الحمد للہ یعنی ہمہ خوبیوں سے متصف اللہ ہی کی ذات ہے اور ہر قسم کی حمد و ستائش کا حق دار وہی ہے۔ اس میں معبود حقیقی کے حُسن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ ہر حُسن کا سر چشمہ بھی وہی ہے۔

ہر حسین کو حُسن بخشا ہے اسی دلدار نے
ہر گُل و گلزار نے پائی اسی سے ہے بہار
(کلامِ محمودؓ)

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
(دُرِّثمین اُردو)

اسی حسن ازلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَلِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡہُ بِہَا وَذَرُوا الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اَسۡمَآئِہٖ ؕ سَیُجۡزَوۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ O﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 181 پارہ 8)

اللہ تعالیٰ نہایت درجہ حسین ناموں اور صفات کا مالک ہے۔ اس لئے اللہ کو الٰہی صفات حسنی سے یاد کیا کرو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں اور صفات میں غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اور شک اور جھگڑے سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔

اس میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ کا صحیح علم بے حد ضروری ہے ان کے بارہ میں صحیح علم حاصل کئے بغیر انسان حق تعالیٰ کا عرفان حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے فضلوں کا وارث نہیں بن سکتا۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ صفاتِ الٰہیہ کا صحیح علم اُس کے سکھانے سے آ سکتا ہے۔ جو لوگ محض اپنے خیال اور عقل سے کام لیتے ہیں وہ ضرور غلطی کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے انسان کو اس فاش غلطی سے بچانے کے لئے صفاتِ حسنہ کا صحیح علم دینے کا خود ہی انتظام کر رکھا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کے آغاز میں ﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ ﴾ (سورۃ البقرہ آیت 32) میں بتا دیا کہ آدمؑ چونکہ مذہب کے قیام اور مخلوق کو خالق سے ملانے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے ضروری تھا کہ انہیں اسماء الٰہیہ سکھائے جاتے۔ تا اُسی کی منشاء کے مطابق حق تعالیٰ کی معرفت پائیں اور دنیا میں اپنی زندگی گزاریں۔

اگرچہ آیت کریمہ میں آدم کا لفظ رکھا گیا ہے۔ لیکن اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے چونکہ ہر زمانے کا مامور اور مرسل بھی اپنے وقت کا آدم ہی ہوتا ہے۔ اس لئے مرور زمانہ کے سبب ذاتِ باری تعالیٰ کے عرفان پر جو دبیز پردے پڑ جاتے ہیں صفاتِ الٰہیہ کا علم بخش کر آدمِ وقت ہی کے ذریعہ ان کو ہٹایا جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا حسین اور دلربا چہرہ روشن صورت میں مخلوق کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

یہی حال حق تعالیٰ کے احسانات کا ہے۔ احسانات کا منبع بھی وہی ہے۔

پھر احسانات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ الفاظ اس کے بیان سے قاصر ہیں اسی لئے تو قرآن شریف نے فرمایا ہے۔

﴿وَاٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ O﴾

(سورۃ ابراہیم آیت نمبر 35 پارہ 13)

خداوند کریم نے وہ سب کچھ تمہیں عطاء فرمایا جس کا تمہاری فطرت نے تقاضا کیا۔ اگر تم اللہ کے احسان گننے لگو تو تمہارے لئے ان کا شمار ممکن نہیں۔ افسوس انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔

انسان ہی نہیں جمیع مخلوقات اس کے احسانات عمیمہ کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ چونکہ انسان کو عقل اور شعور کی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ اور اپنی گونا گوں کمزوریوں کے سبب بسا اوقات محسن حقیقی کو بھول بھی جاتا ہے۔ اس لئے آیت کریمہ میں خصوصیت کے ساتھ اس کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اگر ایک انسان اپنے نفس پر ہو رہے احسانات الٰہیہ کی تفصیل دیکھنے لگے تو حق یہی ہے کہ ان کا احصاء اور شمار بھی ممکن نہیں۔ انسانی جسم کے ایک ایک عضو کو لے لو ہر عضو کی افادی نوعیت، طریق کار، اور انسان کا اس سے مستفید ہونا۔ اگرچہ یہ جسم انسان کا اپنا ہے لیکن اس کے ہزارہا حصص ایسے ہیں کہ ان کے کام اور نظام عمل اس کی اپنی سمجھ سے بالا ہیں۔ پھر کھانے پینے کے سامان، سورج چاند، وغیرہ ساری زندگی میں نہ جانے کیا کیا انعامات الٰہیہ انسان کو ڈھانپ رہے ہیں۔ پھر جملہ ضروریات انسانی کے پورا کرنے اور عجیب وغریب طور سے جملہ وسائل کی بہم رسانی، اگر خود ہی کرنے لگتا تو اندازہ کیجئے کیا کچھ کر سکتا۔ یہ اُسی محسن حقیقی کے احسانات عظیم اور عنایات کریمانہ کا صدقہ ہے کہ سب کام اپنے آپ بسہولت تمام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہم کھانا کھاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کو ہمارے جسم کی ہزاروں ضروریات کے لئے کس طرح قدرتِ حق موافق بناتی چلی جاتی ہے۔ اسی سے ہمارے اندر صالح خون بنتا ہے۔ دماغ ترقی پاتا ہے جسمانی قویٰ کو طاقت ملتی ہے۔ اور اگر حلال اور طیب غذا ہے تو اس سے ہماری روح کو بھی پاکیزگی

عطاء ہوتی ہے۔

﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُO ﴾

(سورۃ الجاثیہ آیت نمبر 37,36 پارہ 25)

حُسن و جمال یار کے روشن آثار!

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں، تو گفتار ہی سہی حُسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

(المسیح الموعودؑ)

اگر چہ خدا تعالیٰ کے حُسن و جمال کی کیفیات کا بیان الفاظِ بشری سے ممکن نہیں لیکن اُسی کی پاک کتاب قرآن عظیم میں جامع الفاظ کے ساتھ ایسے دلگداز تذکرے موجود ہیں ان پر غور وفکر کرنے والا ہر دم ایسے نُور کے نَو بنَو جلوے ملاحظہ کرسکتا ہے ونعم ما قال المصلح الموعودؓ۔

سَاغرِ حُسن تو پُر ہے کوئی مَے خوار بھی ہو
ہے وہ بے پردہ کوئی طالبِ دیدار بھی ہو

اسی روشنی میں ہم قرآن کریم سے حُسن و جمال یار کے اُن جلووں کا بطور نمونہ ذیل میں حقیقت افروز تذکرہ کرتے ہیں جو اُس کے مقربین زمرۂ انبیاء علیہم السلام نے دیکھے اور قرآن کریم نے اُنہیں پُر لطف انداز میں ریکارڈ کیا:

اس ضمن میں سرفہرست حبیب خدا فخرِ موجودات سیّد ولد آدم خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے جلوہ ہائے حُسن و جمال ہیں۔ان میں سے سورت النجم میں اللہ تبارک و

تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَالنَّجمِ اِذَا ھَوٰی O مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی O وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی O اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی O عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی O ذُوْمِرَّۃٍ ط فَاسْتَوٰی O﴾ (سورۃ النجم آیت 2 تا 7)

مَیں بکثرت ستارے ٹوٹنے کے واقعہ کو بطور گواہ پیش کرتا ہوں کہ تمہارا ساتھی نہ رستہ بھولا ہے اور نہ بہکا ہے۔ اور نہ ہی وہ اپنی خواہشِ نفسانی کے تحت کلام کرتا ہے بلکہ جو کچھ وہ بیان کرتا ہے وہ خالص وحی الٰہی ہے جو اُس پر نازل ہوتی ہے۔ اُسے یہ علم روحانی بڑی قوتوں والے خدا نے سکھایا ہے۔ جس کی قوتیں بار بار ظاہر ہونے والی ہیں پس وہ پورے جلال اور جمال کے ساتھ متوجہ ہوا۔

﴿وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی O ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی O﴾

(سورۃ النجم آیت 9-8)

جبکہ ہر بالغ نظر والے کو آسماں کے کناروں پر اُس کے ظہور کی علامتیں نظر آ رہی ہیں۔ تب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائی حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لئے خدا کے قریب ہوئے اور ادھر خدا بھی اپنے عاشق صادق کی تڑپ کو پورا کرنے اور اُس کی ملاقات کے شوق میں اُوپر سے نیچے آ گیا۔

﴿فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی O﴾

(سورۃ النجم آیت 10)

اس طرح دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہوتے اس قدر قریب ہو گئے کہ جیسے دو کمانوں کے دو متحد وتر ہوں یا اس سے بھی زیادہ قُرب کی صورت اختیار کر لی۔

﴿فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی O﴾

(سورۃ النجم آیت 11)

اُس وقت حق تعالیٰ نے اپنے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عظیم شان وحی کی

﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰىO اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰىO﴾
(سورۃ النجم آیت 12-13)

محمد رسول اللہؐ کے دل نے جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کیا۔ کیا تم اُس سے اس نظارہ کے بارہ میں جھگڑتے ہو جو اُس نے آسمان پر جمالِ یار کا مشاہدہ کیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىO﴾
(سورۃ النجم آیت 14)

یہ پہلی بار کا مشاہدہ نہیں بلکہ اُس نے تو اپنے محبوب کے حُسن و جمال کا نظارہ دوسری بار مشاہدہ کیا جبکہ وہ اس کی طرف نزول فرما رہا تھا۔ پہلے اُس وقت جب آپؐ خدا کے قریب ہونے کی کوشش فرما رہے تھے جب دَنا کی کیفیت تھی اور دوسرے اُس وقت جب تَدَلّٰی کی حالت تھی۔

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰىO﴾
(سورۃ النجم آیت 15)

یعنی ایک ایسی بیری کے پاس جہاں نقطۂ بشریت اور نقطۂ الوہیت کا اِتصال ہوتا ہے۔

﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰىO﴾
(سورۃ النجم آیت 16)

اس کے پاس جنت الماویٰ یعنی ہر نوع کی تسکین اور قلبی اطمینان کے سامان موجود ہیں۔ جب بندے کو محبوب حق کی ملاقات حاصل ہو کر اُس کے دل میں کسی طرح کی تشنگی باقی نہیں رہ جاتی، مقصود و مطلوب پا لینے کے بعد اُس کی تمام تمنائیں پوری ہو گئیں۔

﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰىO﴾
(سورۃ النجم آیت 17)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و جمال یار کا یہ نظارہ اُس وقت مشاہدہ کیا تھا جب بیری کو اُس چیز نے ڈھانک رکھا تھا جو ایسے وقت میں ڈھانکا کرتی ہے یعنی حق

تعالیٰ کی نورانی تجلّی نے۔!!

﴿مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰیO﴾

(سورۃ النجم آیت 18)

اُس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے محبوب کی طرف کامل طور پر متوجہ تھے۔آپ کی آنکھ سیدھی اُس کا نظارہ کررہی تھی نہ تو اُس کی آنکھ اُس وقت کج ہوئی اور نہ آگے نکل گئی بلکہ خدا کے نور کے جلوے پر ٹھیک جمی رہی۔اور سیر ہو کر نظارہ کیا۔!!

﴿لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡكُبۡرٰیO﴾

(سورۃ النجم آیت 19)

اُس وقت اُس نے اپنے ربّ کی بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی دیکھی۔

یہ تو معبودِ حقیقی کے حُسن و جمال کے نظارے کی ایک جھلک کا بیان ہے اس کے معاً بعد قرآن کریم تصویر کے دوسرے رخ کو بڑے ہی پُر لطف اور حقیقت افروز پیرائے میں بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰیO﴾

(سورۃ النجم آیت 20)

اب تم بھی ذرا لات اور عزّیٰ بتوں کا حال سناؤ؟

﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰیO﴾

(سورۃ النجم آیت 21)

اور تیسرے منات کا بھی جو اُن کے علاوہ ہے کیا ان میں بھی اس طرح کی نورانی جذب و کشش موجود ہے اور وہ بھی حُسن ازلی کی جلوہ گری کی طاقت رکھتے ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص جسے معرفت میں ہنوز درجہ کمال حاصل نہیں اس مقام پر کہہ دے کہ میں کیسے جانوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ خداوندی کے جلوے بالیقین مشاہد کئے۔!!

سوا ایسے لوگوں پر واضح ہو کہ یہ خدائی حسن و جمال کی گرویدگی ہی تھی جس کے نتیجہ میں

اہل مکہ نے صاف کہنا شروع کر دیا کہ عَشِقَ مُحَمّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ۔ پھر اُنہیں میں سے جن لوگوں نے آپؐ کو نعوذ باللہ مجنون کہا تو اُس کے پیچھے بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات باری تعالیٰ کی نسبت یہی وارفتگی تھی کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے خدا ہی کا وجود آپ کو نظر آتا رہا اور وہ ہر قسم کے مخالفانہ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے لوگوں کی طعن و تشنیع کی مطلق پرواہ نہ کی اور خدائے برحق کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اللھم صلِ علیه و اٰله وسلم انک حمید مجید.

(2)۔اس سلسلہ کا دوسرا روشن واقعہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ آپؑ ایک بُت پرست قوم میں پیدا ہوئے بلکہ آپ کا اپنا خاندان بُت فروشی کا دھندا کرتا تھا۔ ایسی قوم کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف لانے کے لئے آپؑ کو بڑا جہاد کرنا پڑا بڑے ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا۔ اس وجہ سے کہ خدائے واحد کا پرنور چہرہ خود دیکھ چکے تھے۔ قوم کے بناوٹی خُداؤں میں نورِ حقیقی کے جلوے کہیں نظر نہ آئے۔ آپؑ کی قوم روشن ترین اجرام فلکی، سورج چاند ستاروں سے لیکر بے نور پتھر کی مورتیوں تک کو خدائی مقام دے رہی تھی مگر جس نظر کو خدائے قدوس کے حقیقی حُسن و جمال کی تابانی کا مشاہدہ ہو چکا اُس نظر میں خود تراشیدہ معبودوں کا حسن جم نہ سکا چنانچہ اسی نوع کے ایک تقابلی مشاہدے کا ذکر قرآن پاک کی سورت انعام میں کچھ اس طرح وارد ہوا۔ فرماتا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○﴾

(سورۃ انعام آیت نمبر 76 تا 80 پارہ 7)

﴿وَ کَـذٰلِکَ نُـرِیۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَکُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَO﴾

(سورۃ انعام آیت 76)

ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین میں خدائی حسن و جمال کے دلفریب اور دلربا نظارے اس لئے دکھاتے رہے کہ وہ ہماری ذات پر کامل یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائے۔

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡهِ الَّیۡلُ رَاٰ کَوۡکَبًا﴾ (سورت انعام آیت 77)

چنانچہ ایک موقعہ پر جب رات کی تاریکی چھاگئی آپؑ کی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھی اور روشن ستارہ دیکھا۔

﴿قَالَ هٰذَا رَبِّیۡ﴾ (سورۃ انعام آیت 77)

اُس کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا یہ میرا خدا ہو سکتا ہے؟

﴿فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَO﴾ (سورۃ انعام آیت 77)

کچھ دیر بعد جب وہ ڈُوب گیا تو کہا مجھے ڈوبنے والوں سے کوئی پیار نہیں وہ خدا ہی کیا جو کچھ دیر جلوہ دکھا کر نظروں سے اوجھل ہو جائے! (اور اُس کے عاشق دیدار کے لئے تڑپتے رہ جائیں؟)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک ہی فقرہ سے تراشیدہ خداؤں کی خدائی ٹھکانے لگ گئی۔ فرمایا ستارے کا نظروں سے اوجھل ہو جانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود جسمانی چیز ہے۔ روحانی نہیں اور اُس کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں وہ کسی دوسرے قانون میں جکڑا ہوا مجبور و معذور ہے۔ معبود حقیقی تو وہ ہے جو کسی کے ماتحت نہیں اور جب کسی پیارے سے تعلق قائم کر لیتا ہے تو پھر مُحبّ صادق سے جدا نہیں ہوتا ہمیشہ اُس کا ساتھ دیتا ہے۔ اور اجرام فلکی بالیقین خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود قانون قدرت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ اپنی مرضی کے مالک نہیں اسی لئے ایک وقت بیت جانے پر نظروں سے اوجھل

ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ معبود قرار دیئے جائیں۔ تو ان کی محبتیں بھی عجیب ہی ہونگی کہ محبت میں تڑپنے والا تڑپ رہا ہے اور وہ خود غائب اور بے سُدھ ہیں!!

اسی اندازِ فکر سے آپؑ نے چاند اور سورج کی روشنی اور چمک دمک کا مشاہدہ کیا اور خدائی حسن و جمال کے ساتھ ان کا موازنہ کرکے بتایا کہ یہ خدائی مقام پر کھڑے نہیں کئے جاسکتے۔ فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا رَاَالْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ﴾

(سورۃ انعام آیت 78)

جب اُس نے چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہوسکتا ہے؟

﴿فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَO﴾

(سورۃ انعام آیت 78)

پھر جب وہ بھی غائب ہوگیا تو آپ نے کہا اگر میرے رب نے اپنے لطف و کرم سے ازخود مجھے اپنے نورازلی کے جلوے مشاہدہ کرا کر اپنی ذات پر یقین کامل نہ بخش دیا ہوتا جن کے سامنے اِن اجرام کی تابانیاں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں تو کچھ بعید نہ تھا کہ میں بھی انہی گمراہ لوگوں میں سے ہوجاتا۔!! یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے کرم سے مجھے بچالیا۔

﴿فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَکْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَO﴾

(سورۃ انعام آیت 79)

پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہوسکتا ہے؟ یہ تو سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ بھی کچھ دیر بعد غروب ہوگیا تو برملا کہا اے لوگو! جن ہستیوں کو تم لوگ خدا کے ساتھ خدائی میں شریک سمجھتے ہو میں ان سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَO﴾ (سورۃ انعام آیت نمبر 80 پارہ 7)

ان سب مشرکانہ خیالات کو چھوڑ کر میں نے اپنی کامل توجہ اُسی ذات کی طرف پھیر دی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اسی اندازِ فکر کے ماتحت مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خدائی نور کے بے نظیر جلووں کا مشاہدہ اسی طرح نظم میں کیا ہے۔

سورج پہ غور کرکے نہ پائی وہ روشنی جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو! بتوں میں وفا نہیں
(درثمین اُردو)

(3)- تیسرے نمبر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرنے کا واقعہ ہے، جو قرآن کریم میں ایک مقام پر اس طرح بیان ہوا۔ فرماتا ہے:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَO﴾
(سورۃ اعراف آیت نمبر 144 پارہ 9)

جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقررہ وقت کے مطابق مقررہ جگہ پر آ گئے تب اُس

کے رب نے اس سے محبت کی کلام کی ۔ خدائی کلام نے موسیٰ کو اپنا ایسا گرویدہ بنالیا کہ اُن کے منہ سے بیساختہ نکلا:

﴿رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ﴾

اے میرے رب اپنی قدرت کاملہ سے درمیانی پردے ہٹادے اور اپنے کرم سے اپنا دیدار مجھے نصیب کروا۔تا میں تجھے دیکھ لوں۔خدا نے جواب دیا:

تو مجھے اس طرح ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔تو میرے نور کی تاب نہیں لاسکتا!! اچھا اپنی تسلی کے لئے یوں کرو کہ پاس کے پہاڑ کو دیکھو اگر تو وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تو مجھے دیکھ لے گا۔ چنانچہ جب موسیٰ کے خدا نے اُس پہاڑ پر اپنے نور کا جلوہ کیا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا نظر آیا تو موسیٰ اس کی بھی تاب نہ لاتے ہوئے بیہوش ہو کر گر گئے ۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو کہا: اے میرے رب تُو ہر عیب سے پاک ہے میں تیری طرف جھکتا اور رجوع کرتا ہوں اور اس زمانہ میں سب ایمان داروں سے اوّل درجہ کا ایمان رکھتا ہوں جو ایمان حق الیقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔

جمال الٰہی کے دیگر گوناگوں کرشمے

اور ان کا بیان

حُسن و جمال الٰہی کے ان انفرادی واقعات اور دلفریب نظاروں کی چند مثالیں پیش کرنے کے بعد اب عمومی رنگ میں خدا کے حسن اور خوبی کا جو بیان قرآن کریم کی مختلف آیات اور مختلف مقامات میں وارد ہوا ہے اس کی بھی چند مثالیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

(1)۔خداوند تعالیٰ کے حسن ذاتی کے لحاظ سے پہلی بات تو یہی ہے کہ قرآن مجید کا پیش کردہ خدا بے مثل ہے جیسے فرمایا۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 12)

اسی مفہوم میں سورت اخلاص میں فرمایا:

﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ O﴾ (سورۃ اخلاص آیت 5)اس کی تشریح و تفصیل آگے گزر چکی ہے۔

(2)-دوسرے نمبر پر فرمایا:

﴿ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُO﴾ (سورۃ الروم نمبر 25)

آسمانوں اور زمین میں اس کی شان سب سے بالا ہے اور وہ سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

(3)- سورۃ الحشر کے آخری رکوع میں معبود حقیقی کا حسین خاکہ بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُO﴾ (سورۃ الحشر آیت 23)

اللہ ہی معبود حقیقی ہے جس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وُہ غائب و حاضر کو جانتا ہے وہی بے انتہا کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا خدا ہے۔

(4)- کامل اقتدار اور غلبہ کے متعلق فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَO﴾

(سورۃ یوسف آیت نمبر 22)

اللہ تعالیٰ اپنی بات کو پورا کرنے پر کامل اقتدار رکھتا ہے۔لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو جانتے نہیں۔

اسی مفہوم کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُO﴾ (سورۃ ھُود آیت نمبر 108)
تیرا رب جو چاہتا ہے اسے کر کے رہتا ہے۔

(5)- پھر قوت وغلبہ کے لحاظ سے فرمایا:
(i) ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌO﴾ (سورۃ الحج آیت نمبر 41)
اللہ بہت طاقتور اور غالب ہے
(ii) ﴿اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌO﴾ (سورۃ مجادلہ آیت نمبر 22)
اللہ تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے۔
(iii) ﴿اِنَّ رَبَّکَ ھُوَالْقَوِیُّ الْعَزِیْزُO﴾ (سورۃ ھود آیت نمبر 67)
تیرا رب ہی تمام تر قوت والا اور غالب ہے۔

(6) کامل قوت کے ساتھ سزا دینے میں شدت کی صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
﴿اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِO﴾ (سورۃ انفال آیت نمبر 53)
اللہ بڑی طاقت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔

(7) کامل غلبہ کے ساتھ اُس کی ذات حکیم بھی ہے:
﴿اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌO﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 221)

(8) پھر حکمت کے ساتھ خدا کی صفت علیم کا بھی ذکر فرمایا:
﴿اِنَّہٗ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُO﴾ (سورۃ الذاریٰت آیت نمبر 31)

(9) بسا اوقات علیم صفت کا ذکر صفت خلّاق کے ساتھ ملا کر فرمایا جیسے:

﴿ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ O﴾ (سورۃ یٰسین آیت نمبر 83)

(10) دنیا میں ہر شخص عزت کا طالب ہوتا ہے کوئی بھی بے عزت نہیں رہنا چاہتا۔ اس سلسلہ میں بتایا کہ عزت کا سرچشمہ بھی خدا ہی کی ذات ہے، جیسے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط﴾ (سورۃ فاطر آیت نمبر 11 پارہ 22)

جو کوئی عزت چاہتا ہے اُسے یاد رہے کہ عزت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے پاک باتیں اُسی کی طرف چڑھ کر جاتی ہیں اور ایمان کے مطابق عمل اُن کو اٹھاتا ہے۔

(11) آسمانوں اور زمین کا نور وہی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ (سورۃ النور آیت نمبر 36)

اللہ آسمانوں کا بھی نور ہے اور زمین کا بھی۔ مطلب یہ کہ سب برکت دنیا میں خدا تعالیٰ کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سب نوروں کا سرچشمہ اُسی کی ذات ہے۔

(12) ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ O بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ O﴾

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 118,117 پارہ 1)

معترض کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لئے بیٹا بنالیا۔ ان کی بات درست نہیں وہ تو ہر کمزوری سے پاک ہے۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اُسی کا ہے سب

اسی کے فرمانبردار ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی سابق نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی امر کے عالم وجود میں لانے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ فرماتا ہے ﴿کُنْ فَیَکُوْنُ O﴾ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ہے۔

(13) وہ محیط کل ہے۔ اور کوئی چیز اس کے حیطۂ اقتدار و علم سے باہر نہیں جیسے فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ O﴾ (سورۃ حٰمٓ سجدہ آیت 55)

سنو وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اسی طرح فرمایا:

﴿وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ O﴾

(سورت یونس آیت نمبر 62 پارہ 11)

زمین و آسمان میں کوئی ایک ذرہ بھر چیز بھی تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتی اور نہ ہی ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز یا بڑی چیز، یہ سب کچھ خدا کے علم کامل میں موجود ہے۔

اس آیت میں ایٹم کے ذرات الیکٹرون پروٹون وغیرہ بلکہ اس سے بھی باریک ذرات پر اُس کی نگاہ کا ہونا ظاہر و باہر ہے۔

(14) سورۃ الحشر کے آخری رکوع میں خدا کے حسن و جمال کے تذکرہ میں یہ بھی فرمایا:

﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ O هُوَ اللّٰهُ

الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O﴾

(سورۃ الحشر آیت نمبر 25-24)

حق یہ ہے کہ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی حقیقی بادشاہ ہے خود پاک ہے دوسروں کو پاک کرتا ہے۔ خود ہر عیب سے سلامت ہے دوسروں کو سلامت رکھتا ہے۔ سب کو امن دینے والا اور سب کا نگران ہے۔ غالب ہے۔ اور سب ٹوٹے دِلوں کو جوڑتا ہے۔ بڑی شان والا ہے۔ جن چیزوں کو یہ لوگ اس کا شریک قرار دیتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہر چیز کا موجد اللہ ہی ہے اور ہر چیز کو اس کی مناسب حال صورت دینے والا وہی ہے۔ اُس کی بہت سی اچھی صفات ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کی تسبیح کر رہا ہے اور وہی غالب اور حکمت والا خدا ہے۔

(15) سورۃ الحدید کے آغاز میں فرمایا:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O﴾

(سورۃ الحدید آیت نمبر 4)

اوّل بھی اُسی کی ذات اور آخر بھی وہی۔ ظاہر بھی وہی اور باطن بھی اُس کی ذات ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔

(16) حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ دینے والی اُسی کی ذات ہے جیسے فرمایا:

﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ط وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ O﴾

(سورۃ السباء آیت نمبر 27)

مخالفین کو کہہ دو کہ ہمارا رب ایک دن تم کو اور ہم کو ایک میدان میں جمع کرے گا پھر حق و انصاف کے ساتھ ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ سب سے بڑا اور اچھا فیصلہ کرنے والا ہے اور ہر بات کو خوب جانتا ہے۔

(17) خدا کی باریک بینی اور جملہ امور سے خبردار ہونے کے بارہ میں فرمایا:

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ O﴾

(سورۃ الملک آیت نمبر 15,14 پارہ 29)

اے لوگو تم اپنی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ خدا دلوں کی بات کو بھی خوب جانتا ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جس نے پیدا کیا ہو وہی اندر کے حال نہ جانے حالانکہ وہ مخفی سے مخفی رازوں کا واقف کار اور بہت خبردار ہے۔

ایک اور مقام پر یہاں تک فرما دیا:

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ O وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ O﴾

(سورۃ المومن آیت نمبر 21-20 پارہ 24)

اللہ آنکھوں کی خیانت تک کو جانتا ہے یعنی بدنظری یا غصہ سے یا حقارت سے دوسرے کو دیکھنا جس کو انسان لفظوں میں ڈر یا شرم سے ظاہر نہیں کرتا اس کے علم میں وہ بھی سب کچھ ہے۔ اور سینے یا دل میں چھپائے ہوئے ہیں اُسے بھی جانتا ہے۔ اللہ ہمیشہ انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور جن کو یہ مشرک لوگ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی بھی فیصلہ نہیں کرتے اللہ یقیناً بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

(18) اللہ تعالیٰ کی بلند شان اور عظمت کا بیان فرماتے ہوئے بتایا
﴿ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○﴾
(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 5)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُس کا ہے اور وہ بلند شان والا بڑی عظمت والا خدا ہے اس کی عظمت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حکومت ہر طبقہ کی مخلوق پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ○ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ○﴾ (سورۃ الرّعد نمبر 9،10 پارہ 13)

اللہ خوب جانتا ہے اُسے بھی جو ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جسے رحم ناقص کر کے گرا دیتے ہیں۔ اور اُسے بھی جسے وہ بڑھاتے ہیں اور ہر ایک چیز اس کے پاس ضرورت کے مطابق موجود ہے۔ وہ غائب اور حاضر دونوں کا جاننے والا ہے۔ بڑے مرتبہ والا اور بڑی شان والا خدا ہے۔

(19) پھر حُسن ربانی کا ایک انداز وہ بھی ہے جسے اِس طرح واضح فرمایا:
﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ○ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ○ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ○ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ○ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○﴾
(سورۃ البروج آیت نمبر 13 تا 17)

گنہگاروں اور قصور واروں پر تیرے رب کی گرفت سخت ہوا کرتی ہے وہی مخلوق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بے انتہا بخشنے والا اور بے انتہا محبت کرنے والا بھی ہے۔ وہ عرش کا مالک اور بزرگ شان والا ہے۔ جس بات کا ارادہ کرے اسے کر کے رہنے والا ہے۔ (عرش سے

مراد خدا تعالیٰ کا تختِ حکومت ہے اور بزرگ عرش کا مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے قانونوں کے ساتھ دنیا میں حکومت کرتا ہے کہ جن سے اُس کی اعلیٰ شان ظاہر ہوتی ہے، ظلم اور جبر ثابت نہیں ہوتا)

(20) خدا تعالیٰ کے رحم و کرم اور شفقت و حسنِ سلوک کی ایک جھلک سورۃ الطّور میں جنتیوں کی زبان سے معلوم ہوتی ہے جبکہ جنتی جنت کے اعلیٰ مقام رضوانِ یار میں بیٹھے اپنے سابقہ زندگی کے حالات مستحضر کر کے خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر رہے ہیں چنانچہ اُس نئے ماحول کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ O قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَO فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ O اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُO ﴾

(سورۃ الطّور آیت نمبر 26 تا 29)

جنتی ایک دوسرے کی طرف توجہ ہو کر باہمی سوال و جواب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم لوگ پہلے (دنیا میں) اپنے رشتہ داروں میں اپنے انجام سے ڈرا کرتے تھے مگر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو گرم لُو کے عذاب سے بچا لیا ہم پہلے سے اُس خدا کو پکارا کرتے تھے وہ بڑا نیک سلوک کرنے والا اور بے انتہا کرم کرنے والا ہے۔

(21) حضرت صالح علیہ السلام کی زبانی خداوند تعالیٰ کی ایک حسین صورت کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

﴿ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا م قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ

تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ O﴾ (سورۃ ھود آیت نمبر 62)

قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تھا اُس نے اُنہیں کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں اُسی نے تمہیں زمین سے اٹھایا اور بلندی بخشی اور اُس میں تمہیں آباد کیا اس لئے تم اس سے بخشش طلب کرو اور اُس کی طرف کامل رجوع کرو میرا رب یقیناً قریب ہے اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔

(22) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف کا حوالہ دیتے ہوئے ان میں مذکور اللہ تعالیٰ کے حسن کا خاکہ اس طرح بیان فرمایا:

﴿وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی O وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی O وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا O.................. ....

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی O﴾ (سورۃ النجم آیت نمبر 43 تا 45 اور 49)

ہر چیز کی انتہا اور آخری فیصلہ کا سرا تیرے رب کے ہاتھ میں ہے وہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے۔ وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا ہے کسی کو غنی اور آسودہ حال بناتا ہے اور کسی کو غریب اور مفلس بناتا ہے اُسے تمام قسم کی قدرتیں حاصل ہیں۔

الغرض یہ ہے مختصر خاکہ خدا تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کا اور اُس کے حُسن و جمال کے ذکر کا ایک گوشہ۔ کسی انسان کی طاقت ہے کہ اس کے جمال کو االفاظ کا جامہ پہنا سکے؟ فَهُوَ کَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ فِی کِتَابِهِ الْعَزِیْزِ:

﴿تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ O﴾

(سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 79)

تیرے جاہ وجلال کے مالک اور عزت و شرف والے رب کا نام بڑا ہی برکت والا ہے۔!!

ایک دعا

اسی برکت والے خدا کے حُسن کا واسطہ دیکر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے وہی دعا کی جس کی تمنا ہر اُس دل میں پائی جاتی ہے جو خدائی حسن کا گرویدہ بن جائے۔

اے حسن کے جادو مجھے دیوانہ بنا دے
اے شمع رُخ اپنا مجھے پروانہ بنا دے
ہر وقت مئے عشق یہاں سے رہے بٹتی
ویرانۂ دل کو مرے میخانہ بنا دے

(کلامِ محمودؓ)

مُحسنِ حقیقی کے احسانات کی ایک جھلک

قرآن کریم کی رو سے معبود حقیقی کا حسن و جمال اگر بے نظیر اور ناممکن البیان ہے تو اس کی ذات کریم بے نظیر احسانات کا بھی مجموعہ ہے نہ صرف انسان بلکہ جمیع مخلوقات پر معبود حقیقی کے احسانات عظیمہ کا مجمل بیان اس باب کے آغاز میں گزر چکا ہے۔اب ذرا تفصیل کے ساتھ اس کے بعض احسانات کا تذکرہ بھی مُشتے نمونہ از فردارے ملاحظہ ہو۔

مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں خداوند تعالیٰ کے حسن و احسان کے تذکرہ میں خدائی احسان کی چار اصل الاصول خوبیوں کا قدرے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے حضور فرماتے ہیں:

> ''احسان کی خوبیاں اللہ تعالیٰ میں بہت ہیں جن میں سے چار بطور اصل الاصول ہیں اور اُن کی ترتیب طبعی کے لحاظ سے پہلی خوبی وہ ہے۔ جس کو سورت فاتحہ میں ربّ العلمین کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ **خدا تعالیٰ کی ربوبیت** یعنی پیدا کرنا اور کمال مطلوب تک پہنچانا تمام عالموں میں جاری و ساری ہے۔یعنی عالم سماوی اور عالم ارضی اور

عالم اجسام اور عالم ارواح اور عالم جواہر اور عالم اعراض اور عالم حیوانات اور عالم نباتات اور عالم جمادات اور دوسرے تمام قسم کے عالم اُس کی ربوبیت سے پرورش پارہے ہیں یہاں تک کہ خود انسان پر ابتدا نطفہ ہونے کی حالت سے یا اُس سے بھی پہلے جو جو عالم موت تک یا دوسری زندگی کے زمانہ تک آتے ہیں وہ سب چشمۂ ربوبیت سے فیض یافتہ ہیں۔

پس ربوبیت الٰہی بوجہ اس کے کہ وہ تمام ارواح اجسام و حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ پر مشتمل ہے فیضان اَعم سے موسوم ہے کیونکر ہر ایک وجود اس سے فیض پاتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے ہر ایک چیز وجود پذیر ہے۔ ہاں البتہ ربوبیت الٰہی اگرچہ ہر ایک موجود کی موجد اور ہر ایک ظہور پذیر چیز کی مربیّ ہے لیکن بحیثیت احسان کے سب سے زیادہ فائدہ اس کا انسان کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لئے انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ تمہارا خدا رب العلمین ہے تا انسان کی امید زیادہ ہو اور یقین کرے کہ ہمارے فائدہ کے لئے خدا تعالیٰ کی قدرتیں وسیع ہیں۔ اور طرح طرح کے عالم اسباب ظہور میں لاسکتا ہے۔

(2)۔ دوسری خوبی خدا تعالیٰ کی جو دوسرے درجہ کا احسان ہے جس کو فیضان عام سے موسوم کرسکتے ہیں **رحمانیت** ہے۔ جس کو سورت فاتحہ میں الرحمٰن کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور قرآن شریف کی اصطلاح کی رو سے خدا تعالیٰ کا نام رحمٰن اس وجہ سے ہے کہ اُس نے ہر ایک جاندار کو جن میں انسان بھی داخل ہے اس کے مناسب حال صورت اور سیرت بخشی یعنی جس طرز کی زندگی اُس کے لئے ارادہ کی گئی اُس زندگی کے مناسب حال جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی یا جس قسم کی

بناوٹ جسم اور اعضاء کی حاجت تھی وہ سب اس کو عطا کئے اور پھر اُس کی بقا کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اس کے لئے مہیاّ کیں۔ پرندوں کے لئے پرندوں کے مناسب حال اور چرندوں کے لئے چرندوں کے مناسب حال اور انسان کے لئے انسان کے مناسب حال طاقتیں عنایت کیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان چیزوں کے وجود سے ہزار ہا برس پہلے بوجہ اپنی صفت رحمانیت کے اجرام سماوی ارضی کو پیدا کیا تا وہ ان چیزوں کے وجود کی محافظ ہوں۔ پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت میں کسی کے عمل کا دخل نہیں۔ بلکہ وہ رحمتِ محض ہے۔ جس کی بنیاد ان چیزوں کے وجود سے پہلے ڈالی گئی۔ ہاں انسان کو خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے سب سے زیادہ حصہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز اُس کی کامیابی کے لئے قربان ہو رہی ہے۔ اس لئے انسان کو یاد دلایا گیا کہ تمہارا خدا رحمٰن ہے۔

(3)- تیسری خوبی خدا تعالیٰ کی جو تیسرے درجہ کا احسان ہے **رحیمیت** ہے جس کو سورت فاتحہ میں الرحیم کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور قرآن شریف کی اصطلاح کے رو سے خدا تعالیٰ رحیم اُس حالت میں کہلاتا ہے۔ جبکہ لوگوں کی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضیع اعمال سے اُس کو محفوظ رکھتا ہے۔ یہ احسان دوسرے لفظوں میں فیضِ خاص سے موسوم ہے۔ اور صرف انسان کی نوع سے مخصوص ہے دوسری چیزوں کو خدا نے دعا اور تضرع اور اعمالِ صالحہ کا ملکہ نہیں دیا مگر انسان کو دیا ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے۔ اور اپنی نطق کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا فیض پا سکتا ہے۔ دوسری چیزوں کو نطق عطا نہیں ہوا۔ پس اس جگہ سے ظاہر ہے کہ انسان کا دعا کرنا اُس کی انسانیت کا ایک خاصہ ہے جو اُس کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ کی

صفاتِ ربوبیت اور رحمانیت سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح صفتِ رحیمیت سے بھی ایک فیض حاصل ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ربوبیت اور رحمانیت کی صفتیں دعا کو نہیں چاہتیں کیونکہ وہ دونوں صفات انسان سے خصوصیت سے نہیں رکھتیں اور تمام پرند چرند کو اپنے فیض سے مستفیض کر رہی ہیں۔ بلکہ صفت ربوبیت تو تمام حیوانات اور نباتات اور جمادات اور اجرام ارضی اور سماوی کو فیض رساں ہے۔ اور کوئی چیز اس کے فیض سے باہر نہیں۔ برخلاف صفت رحیمیت کے کہ وہ انسان کے لئے ایک خلعتِ خاصہ ہے اور اگر انسان ہو کر اُسی صفت سے فائدہ نہ اٹھاوے تو گویا ایسا انسان حیوانات بلکہ جمادات کے برابر ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے فیض رسانی کی چار صفات اپنی ذات میں رکھی ہیں اور رحیمیت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے۔ خاص انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔۔۔۔

(4)- چوتھا احسان خدا تعالیٰ کا جو قسم چہارم کی خوبی ہے جس کو فیضانِ اخص سے موسوم کر سکتے ہیں **مالکیت یوم الدین** ہے جس کو سورت فاتحہ کے فقرہ مالک یوم الدین میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں اور صفت رحیمیت میں یہ فرق ہے کہ رحیمیت میں دعا اور عبادت کے ذریعہ سے کامیابی کا استحقاق قائم ہوتا ہے اور صفتِ مالکیت یوم الدین کے ذریعہ سے وہ ثمرہ عطا کیا جاتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک انسان گورنمنٹ کا ایک قانون یاد کرنے میں محنت اور جدو جہد کر کے امتحان دے اور پھر اس میں پاس ہو جائے۔ پس رحیمیت کے اثر سے کسی کامیابی کے لئے استحقاق پیدا ہو جانا پاس ہو جانے سے مشابہ ہے۔ اور پھر وہ چیز یا مرتبہ میسر آ جانا جس کے لئے پاس ہوا تھا اس حالت سے مشابہ انسان کے فیض پانے کی وہ حالت ہے جو پرتو صفتِ مالکیت یوم الدین

سے حاصل ہوتی ہے۔ ان دونوں صفتوں رحیمیت اور مالکیت یوم الدین میں یہ اشارہ ہے کہ فیض رحیمیت خدا تعالیٰ کے رحم سے حاصل ہوتا ہے۔ اور فیض مالکیت یوم الدین خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ اور مالکیت یوم الدین اگر چہ وسیع اور کامل طور پر عالم معاد میں متجلی ہوگی مگر اِس عالم میں بھی اِس عالم کے دائرہ کے موافق یہ چاروں صفتیں تجلی کر رہی ہیں ۔۔۔ چونکہ دنیا کا دائرہ نہایت تنگ ہے اور نیز جہل اور بیخبری اور کم نظری انسان کے شامل حال ہے اس لئے یہ نہایت وسیع دائرے صفاتِ اربعہ کے اس عالم میں ایسے چھوٹے نظر آتے ہیں جیسے بڑے بڑے گولے ستاروں کے دور سے صرف نقطے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن عالم معاد میں پورا نظارہ ان صفاتِ اربعہ کا ہوگا۔ اس لئے حقیقی اور کامل طور پر یوم الدین وہی ہوگا جو عالمِ معاد ہے اُس عالم میں ہر ایک صفت ان صفاتِ اربعہ سے دوہری طور پر اپنی شکل دکھائے گی یعنی ظاہری طور پر اور باطنی طور پر اس لئے اُس وقت یہ چار صفتیں آٹھ صفتیں معلوم ہوں گی اس کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں چار فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اُٹھا رہے ہیں اور اس دن آٹھ فرشتے خدا تعالیٰ کا عرش اُٹھائیں گے۔ یہ استعارہ کے طور پر کلام ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کے مناسب حال ایک فرشتہ بھی پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے چار صفات کے متعلق چار فرشتے بیان کئے گئے اور جب آٹھ صفات کی تجلّی ہوگی تو اُن صفات کے ساتھ آٹھ فرشتے ہوں گے اور چونکہ یہ صفات الوہیت کی ماہیّت کو ایسا اپنے پر لئے ہوئے ہیں کہ گویا اُس کو اٹھا رہے ہیں اس لئے استعارہ کے طور پر اٹھانے کا لفظ بولا گیا ہے ایسے استعارات لطیفہ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت ہیں جن میں روحانیت کو جسمانی رنگ میں دکھایا گیا ہے۔!!

(ایام الصلح صفحہ نمبر 18 تا 23 روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 248-252)

(5)- احسانات الٰہیہ کی پانچویں نوع بندوں کی **توبہ قبول کرنے اور اُن سے مغفرت کا معاملہ** کرنے کی ہے۔ قدرت الٰہی نے انسان کی فطرت کچھ اس طرح پر بنائی ہے کہ جب وہ کوئی غلط اقدام کرتا ہے تو غلطی پر متنبہ ہو جانے کے بعد اُس کے اندر ندامت اور پشیمانی پیدا ہوتی ہے۔ یہ گویا اُس کے اندر کی آواز ہے جو اُسے اس واقعی نقصان کی تلافی کرنے پر آمادہ کر رہی ہوتی ہے۔ اس حالت کو توبہ و استغفار کے نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ بندے کی اس حالت کے مقابل پر محسن حقیقی ذات باری تعالیٰ کی صفت "التواب الرحیم" حرکت میں آ کر اُس کی توبہ اور ندامت کو تلافی کے ذریعہ بنا دینا اور اپنی رحمت کے ساتھ بار بار بندے کی طرف رجوع کرنا اس ساری کیفیت کی مثال قرآن مجید میں قصہّ آدم میں بڑی جامعیت اور تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ اس واقعہ میں جب بارگاہِ الٰہی کی طرف سے آدم اور اس کے ساتھی نے باوجود ممانعت کے شجرۂ ممنوعہ سے کچھ کھا کر اپنے تئیں خطا کار بنالیا تو سب پر انفعالی کیفیت طاری ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم کے ابتداء میں فرمایا:

﴿فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 38)

آدم نے اپنے رب سے کچھ دعائیہ کلمات سیکھے۔ (جن کا ذکر سورت اعراف آیت نمبر 24 میں آتا ہے) جب ان کے مطابق دعا کی تو اللہ تعالیٰ اپنے خطا کار بندوں کی طرف فضل کے ساتھ متوجہ ہوا۔ فرماتا ہے، وہی بندوں کی مصیبت کے وقت بہت توجہ کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

علاوہ ازیں اگر خلقی لحاظ سے انسان میں غلطی کرنے اور گناہ کی طرف مائل ہو جانے کی کمزوری پائی جاتی ہے تو اس کی عظیم مغفرت کی چادر اس سے بھی وسیع ہے اپنے ایسے کمزور بندے کی خاطر اس موقع پر خدا کی عظیم رحمت جوش میں آتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے انسان کے سامنے خداوند تعالیٰ کے اس عظیم احسان کو پیش کر کے اُسے ناامیدی

سے بچالیا اور اس پر واضح کیا کہ

﴿ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا ۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(سورۃ انعام آیت نمبر 55)

جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو تُو انہیں کہہ تم پر ہمیشہ سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنے آپ پر تمہارے لئے رحمت کو فرض کر لیا ہے۔ اس طرح کہ تم میں سے جو کوئی غفلت میں کوئی بدی کر بیٹھے گا پھر وہ اس کے بعد توبہ کرے گا اور اصلاح کرے گا تو اس کے بالمقابل خدا کی صفت یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اللہ اکبر! اس آیت کریمہ میں اسلام اور قرآن نے ایمان لانے والوں کے سامنے کتنا اونچا آدرش (اعلیٰ نمونہ کردار) پیش کیا ہے!! مثلاً

اوّل: اس کے لیے ابدی سلامتی کا پیغام۔ اور اعلان عام۔ پھر امید افزاء روشن مستقبل کہ سب گناہ معاف ہو کر خدا کی رحمت میسر آجاتی ہے۔

دوم: اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کا پیش کردہ کامل اور قابل محبت تصور خدا پیش کیا گیا ہے۔ جس کے مقابلہ میں مسیحیت کا پراپیگنڈہ کہ "خدا محبت ہے" کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔

چنانچہ دیکھئے پہلے نمبر پر ہمیشہ کی سلامتی کا پیغام۔ دوم خدا کے بارہ میں ایسا تصور جو دلوں میں کھب جائے (راسخ ہو جائے) کہ ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ میں لفظ "ربّ" اور پھر اس کی کُم کی طرف اضافت، اس کے پہلے اور بعد کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ کا اضافہ بڑا ہی معنی خیز ہے جس سے ایک پرلطف طویل مضمون مستنبط ہوتا ہے۔

سوم: تیسرے نمبر پر دیکھیئے انسان کی طبعی کمزوری کا کیسا پیارا اور محسنانہ لحاظ ہے کہ اگر بھول سے، ناواقفیت سے بدی ہو جائے تو وہ توبہ کے ساتھ مٹ جاتی ہے۔ پھر تائب بندہ کی غرض اس کے بعد اصلاح نفس ہو تو محسن خدا اس کے ساتھ غفور رحیم ہونے کے ناطے مغفرت اور رحمت کا

معاملہ کرتا ہے۔اسی سے اندازہ کیجئے کتنا اونچا تصور ہے خدا کے بارہ میں جو قرآن نے دیا۔اور کس قدر احسانات ہیں قرآن کے پیش کردہ خدا کے، کس قدر محبت کے گہرے سوتے پھوٹتے ہیں اپنے خدا کے لئے انسان کے دل کی گہرائیوں سے!!

انسان کی اس طبعی کمزوری اور اس کے مقابل پر خدا کی عظیم رحمت کا ذکر کرتے ہوئے اس مضمون کو ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ ؕ ھُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّۃٌ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّھٰتِکُمۡ فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ھُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰیO﴾

(سورۃ النجم آیت نمبر 33 پارہ 27)

ایسے لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور کھلی بدکاریوں سے بچتے رہتے ہیں مگر یہ کہ ذرا سا گناہ کو چھو جائیں پھر پچھتانے لگیں انہیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں وہ یاد رکھیں کہ تیرا رب وسیع مغفرت کا مالک ہے وہ اُس وقت سے تم کو خوب جانتا ہے جب اُس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پوشیدہ تھے اس لئے اپنے منہ سے اپنے تئیں پاکباز مت ٹھہراؤ۔وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون حقیقی تقویٰ کے مقام پر ہے۔

اس کے بعد ذرا سورۃ الزمر میں محسن حقیقی کے اُس محبت بھرے خطاب پر تو غور کیجئے جو بارگاہ رب العزت کی طرف سے معصیت و گناہ سے آلودہ اور مایوسی میں ڈوبے ہوئے بندے کے لئے گویا مغفرت عامہ کا زندگی بخش پیغام ہے فرماتا ہے:

﴿قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِھِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ O وَاَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَہٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ O وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَۃً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ O اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی

عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَO اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَO اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَO بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَO﴾

(سورۃ الزمر آیت 54 تا 59 پارہ 24)

اے ہمارے رسولؐ ہمارے متعلق ان لوگوں کو ہماری طرف سے کہہ دو اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے، کوئی بات نہیں تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اللہ تو سب گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا خدا ہے۔ اس لئے تم اپنے رب کی طرف جھک جاؤ اور اس کے کامل فرمانبردار بن جاؤ قبل اس کے تمہارے گناہوں کی پاداش میں تم پر ایسا عذاب اور سزا وارد ہو کہ تمہاری مدد کے لئے کوئی نہ پہنچ سکے۔

ساتھ کے ساتھ تم سب سے بہتر حکم کی پیروی کرو جو تمہاری فلاح و بہبود کے لئے تمہارے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا اور جس قدر زیادہ سے زیادہ توفیق ہو اس کے مطابق کام کرنے کی کوشش کرتے رہو قبل اس کے کہ تم پر اچانک ایسا وبال آ پڑے کہ تم جانتے بھی نہ ہو۔ تا ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم میں سے کوئی شخص کفِ افسوس ملتے ہوئے یہ کہنے لگے:

ہائے افسوس مجھ پر! میں نے احکام خداوندی کی بجا آوری میں کوتاہی کی اور میں تو ہنسی اور مذاق میں پڑا رہا اور کبھی سنجیدگی سے ان احکام کی طرف توجہ نہ دی۔!! یا پھر یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے جبراً ہدایت دے دیتا تو میں بھی متقیوں میں سے ہو جاتا۔ یا جب عذاب کو دیکھے تو کہنے لگے کاش مجھے دنیا میں واپس جانے کا موقعہ مل جاتا اور میں محسنوں میں شامل ہو جاتا۔!

فرماتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا (انسان کو دنیا میں جیتے جی توبہ اور رجوع الی اللہ کے متعدد مواقع ملتے رہے مگر اس نے اپنی کوتاہ اندیشی کے سبب ان سے فائدہ نہ اُٹھایا)

ایسے انسان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

کیوں نہیں تیرے پاس واضح نشانات آئے مگر تو نے تکذیب کی اور تکبر سے پیش آتا رہا اور منکروں میں شامل ہو گیا۔!!

کیسے فکر انگیز ہیں انسانی زندگی کے یہ سب پہلو!! اور کس قدر جامع طریق پر اُن جملہ امکانیصورتوں کے ذکر سے انسان کو توجہ الی اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔!! ایک طرف خدائی مغفرت کا بہت بڑا دروازہ کھلا بتلایا۔ اور دوسری طرف اُن امکانی صورتوں کی تفصیل ایک فلم کی طرح سامنے لاکر بتادی اور خاص شفقت و محبت کے ساتھ انسان کو اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی کہ بس تم توبہ کرلو تو سب گناہ معاف!! اللہ اکبر کیسا عظیم بخشنہار خدا ہے جسے قرآن نے پیش کیا۔! کتنا بڑا محسن ہے جو بڑے سے بڑے گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر سب خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔!!

دعاؤں کی قبولیت

(6)-احسانات الٰہیہ کی ایک قسم دعاؤں کی قبولیت ہے جس طرح کا محبت بھرا خطاب سورۃ الزمر سے اوپر نقل کیا گیا اس سے ملتا جلتا پر شفقت خطاب قبولیت دعا کے سلسلہ میں اعلان عام کے طور پر سورۃ المومن میں اس طرح آیا ہے فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ O﴾

(سورۃ المومن آیت نمبر 61 پارہ 24)

اور تمہارا ربّ یہ کہہ چکا ہے کہ مجھے پکارو۔ مجھ سے دعا کرو مجھ سے مانگو میں تمہاری پکار سنوں گا، تمہاری دعا کو پایۂ قبولیت جگہ دوں گا، جو کچھ مانگو گے دوں گا۔ کوئی ہے

باپ یا ماں یا دنیا میں، جو ہر شخص کی منہ مانگی مراد دے اور پھر ہر چیز دینے کے قابل بھی ہو۔!!

اسی کے ساتھ انسان کو اُس کے اپنے مقامِ عجز و انکسار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے واضح کردیا کہ دیکھو تم میرے بندے ہو جو بندہ ہوتے ہوئے بندگی کے مقام کو بھول جاتا ہے۔ اور نادانی سے کبریائی کی چادر اوڑھنے لگتا ہے ایسے لوگ ذلیل اور رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوتے ہیں۔ تکبر کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوا۔ متکبر انسان خود کو کامل جانتا اور دوسروں کو اپنے تئیں مستغنی پاتا ہے۔ ایک عاجز بندے کو عجز و انکسار ہی زیب دیتا ہے۔ کبریائی خدا کی شان ہے جو اس کوچے میں مقام رکھتا ہے وہ اس کے برے نتائج بھی دیکھ لیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔!!

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں قبولیت دعا کے احسان کو خداوند تعالیٰ نے اپنی خدائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

﴿ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْ لِیْ وَلْیُؤْ مِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَO﴾

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 187 پارہ 2)

اے میرے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق دریافت کریں تو انہیں بتا دے کہ میں اُن کے پاس ہی ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں سو چاہیئے کہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

اسی طرح سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 27 پارہ 25)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اس کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی

دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور جتنے بدلے کے وہ مستحق ہوتے ہیں اپنے فضل سے اس سے بھی زیادہ ان کو دیتا ہے اور منکروں کے لئے سخت عذاب مقرر ہے۔

کسی مقابلہ کے وقت مومنوں کی دعاؤں کا قبول ہونا مومنوں پر خدا کا احسان عظیم ہے اور ایک امتیازی نشان بھی۔!! چنانچہ تمام انبیاء کی زندگیاں اس پر گواہ ہیں۔ بطور نمونہ حضرت صالح علیہ السلام کی زبان سے ربّ محسن کے اس عظیم احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ○﴾

(سورۃ ھود آیت نمبر 62 پارہ 12)

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا تھا اس نے کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں۔ اُسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں آباد کیا۔ اس لئے تم اسی سے بخشش طلب کرو اور اُسی کی طرف رجوع کرو۔ میرا رب قریب ہے اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

اس زمانہ میں۔ قبولیت دعا کا نشان اور دعوت مقابلہ

قبولیت دعا کے رنگ میں اس سے ملتی جُلتی دعوت اس زمانہ میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے زندہ خدا کے کرشمے دیکھنے کے لئے دنیا کو دی گئی۔ اس کا اعادہ حال ہی میں 1967ء میں سفر یورپ کے موقعہ پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ مثلاً

فرانکفورٹ (جرمنی) میں جہاں سے حضور کے سفر یورپ کا آغاز ہوا۔ مورخہ 9/7/67 کو ایک استقبالیہ دعوت ہوئی جس میں معززین شہر مقامی جماعت کے افراد اور بہت سے جرمن عیسائی شامل تھے حضور پُر نور نے پیش کردہ ایڈریس کے جواب میں جو تقریر فرمائی اس میں حضور نے فرمایا:

''صرف اور صرف اسلام ہی کا خدا زندہ خدا ہے اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ کے زندہ رسول ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ خدا کے مظہر اور زندہ نشان ہیں اور میں اُن کے نمائندے اور جانشین کی حیثیت سے دعوتِ مقابلہ دیتا ہوں کہ اگر کسی عیسائی کو بھی دعویٰ ہے کہ اس کا خدا زندہ خدا ہے تو وہ میرے ساتھ قبولیت دعا میں مقابلہ کرے اور اگر وہ جیت جائے تو ایک گراں قدر انعام حاصل کرے''

(بدر قادیان 27/7/67 صفحہ 6)

(ب) اسی طرح ہمبرگ کے اٹلانٹک ہوٹل میں جو پریس کانفرنس ہوئی اس میں ایک اخباری نمائندے کے ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا:

''سچے مذہب کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جس مذہب کا تعلق خدا تعالیٰ سے نہیں وہ حقیقی مذہب نہیں ہوسکتا کیونکہ مذہب کی غرض یہی ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کرے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس وقت یہ نشانی صرف اسلام میں پائی جاتی ہے اور صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو انسان کو خدا سے ملا دیتا ہے''

اس کے ثبوت میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بنیادی چیلنج جو حضور نے قبولیت دعا کا دنیا کو دیا ہوا ہے اُن نمائندگان کے سامنے فرمایا کہ:

''مختلف مذاہب کے ماننے والے چند مریض منتخب کریں ان

میں سے ہر مذہب کے نمائندے کو چند مریض بانٹ دیئے جائیں اور ہر ماننے والا صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر کے اپنے حصہ کے مریضوں کی صحت کا طالب ہو۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میرے حصہ میں جو مریض آئیں گے وہ دوسروں کی نسبت زیادہ صحت یاب ہو جائیں گے۔''

(بدر قادیان 10/8/67 صفحہ 5)

مُضطَر کی دُعا سُننا

(7)- قبولیت دعا کے احسانات کے ساتھ ہی تعلق رکھنے والے احسانات کی ایک قسم وہ بھی ہے جسے ہم مضطر کی دعا سننا، اُسی کی تکلیف اور پریشانی کو رفع کر دینے کے احسان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس میں کسی مومن و کافر کا امتیاز نہیں بلکہ اضطراری حالت میں جو بھی اُس کی بارگاہ میں مدد کے لئے اُسے پکارتا ہے، معبود حقیقی اس کی مدد کو فوراً پہنچتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَO﴾

(سورۃ النمل آیت نمبر 63)

بتاؤ کون ہے جو بے کس اور ناچار کی آہ و بُکا سُنتا اور اُس کے دُکھ تکلیف کو دور کر دیتا ہے؟ اور اُس کی قدرت سے دنیا میں حیرت انگیز انقلاب آجاتا ہے۔

اس سلسلہ میں چند ناچار اور مضطر بندوں کی پکار اور خدا کی نصرت کی چند مثالیں بھی قرآن کریم ہی کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں:

(i)- حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات میں بیان فرماتا ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ

وَّازْدُجِرَ O فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ O فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ O وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ O وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ O تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ O﴾

(سورۃ القمر آیت نمبر 10 تا 15)

نوحؑ کی قوم نے تکذیب کی، انہوں نے ہمارے بندے نوح کو کذاب ٹھہرایا اسے دیوانہ اور دھتکارا ہوا بتلایا۔تب نوح نے اپنے رب سے دعا کی کہ خداوند! میں تو دشمنوں کے ہاتھوں مغلوب ہوا جارہا ہوں۔ میں تیرا نبی ہوں تو خود میری نصرت کے لئے آ!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تب ہم نے بادلوں سے خوب پانی برسایا اور زمین سے بھی چشمے اُبل پڑے اور نوح کے معاندین اور دشمنوں کی مقدر ہلاکت کی گھڑی آن پہنچی اُس وقت ہم نے خاص کشتی کے ذریعہ نوح اور اس کے ساتھیوں کو تو بچالیا مگر منکرین کو انکار اور تکذیب کا بدلہ مل گیا۔!!

(ii)- دوسرے نمبر پر خاص حالات میں موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور بچپن کے واقعات ہیں۔زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ابتدائی پرورش کے غیر معمولی حالات بالخصوص فرعون کے ظالمانہ احکام مستحضر کیجئے اور دیکھئے:

جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اُن کی والدہ محترمہ کو فرعون کے ظالمانہ احکام کے سبب کس قدر پریشانی کا سامنا ہوا ہوگا۔مبادہ اس ظالم سفاک کو پتہ چل جائے اور اس کے ظالمانہ ہاتھ میرے لختِ جگر کی طرف بڑھے اور میری گود ہمیشہ کے لئے اس سے خالی ہوجائے۔!!

بچوں والو! ذرا اُس ماں کی پریشانی، دلی کیفیت اور اضطرار کا اندازہ کرو!!اس

کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی؟ کس قلق اور بے چینی کا اُسے سامنا ہوگا؟ اس اضطراری حالت میں بلاشبہ وہ مجسم دعا بن گئی ہوگی!! ہاں بالکل اُسی طرح جس کا خدا کے سوا اور کوئی سہارا نہیں ہوتا۔

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اُس کو سہارا کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا

(دُرِّثمین اُردو)

یقین ہے کہ اُس بے یار و مددگار خاتون کی درد بھری دعاؤں نے اُس خدا کے عرش کو ہلا دیا ہوگا جو کہہ چکا ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾

(سورۃ النمل آیت نمبر 63)

اور قرآن کریم کہتا ہے کہ فی الواقع اُس دکھی ماں کی فریاد بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور ضرور ہوئی۔ سورت طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ پر ایسے ہی احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى O وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى O اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى O اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ط وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ O اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ط فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ط وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا.. ﴾

(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 37 تا 41)

اللہ نے فرمایا اے موسیٰ جو تو نے مانگا۔ سب کچھ تجھے دیا گیا (یعنی ہارون کا نبی بنایا جانا اور تبلیغی میدان میں شرح صدر اور قوت گویائی وغیرہ) اور ہم اس سے پہلے ایک بار

اور بھی تجھ پر احسان کر چکے ہیں جب ہم نے تیری ماں پر وحی کے ذریعہ وہ سب کچھ نازل فرما دیا جو ایسے موقعہ پر نازل کرنا ضروری تھا۔ یعنی یہ کہ اپنے لختِ جگر موسیٰ کو تابوت میں ڈال تابوت دریا میں بہا دینا پھر دریا ہمارے حکم سے تابوت کو ساحل تک پہنچا دے گا تب اسے وہ شخص اُٹھائے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اُس کا بھی۔ اور اے موسیٰ میں نے تیرے دل میں اپنی محبت داخل کر دی اور ایسے سامان کر دیئے کہ تو میری خاص نگرانی اور غیر معمولی قدرت کے تحت پروان چڑھے پھر ہمارا وہ احسان بھی یاد کر جب تو پانی سے نکال لیا گیا اور تیری بہن چپکے سے پیچھے پیچھے جا رہی تھی اور موقعہ ملنے پر اُس نے کہا کہ آؤ میں آپ لوگوں کو ایسا گھرانہ بتاؤں جو اس ننھے بچے کی پرورش اور دیکھ بھال حسب منشا کریں گے۔ چنانچہ ہم نے اپنی قدرت اور احسان کے نتیجہ میں تجھ کو تیری ماں کے پاس لوٹا دیا تا تجھے پا کر اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم و اندوہ میں پڑی نہ رہے۔!! اور اے موسیٰ پھر اُس احسان الٰہی کو بھی تو یاد کر کہ تو نے غلطی میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور تم سخت پریشانی میں تھے اُس موقعہ پر بھی ہم نے ہی اپنی خاص قدرت سے تمہیں اس غم اور پریشانی سے رہائی بخشی۔ اسی طرح کے اور بہت سے امتحانات میں ڈال ڈال کر ہم نے تجھے خوب کندن بنا دیا۔!!

پڑھنے والو! سچ کہو آج کون ماں ہے جو جیتے جی اپنے ہاتھوں اپنے شیر خوار لختِ جگر کو تابوت میں ڈال کر بہتے دریا کی خوفناک لہروں کے حوالہ کرنے کو تیار ہے۔!!

مگر واقعات بتاتے ہیں کہ موسیٰ کی ماں نے ایسا کیا۔!! کیا اُسے اپنے بیٹے سے محبت نہ تھی؟ کیا وہ موسیٰ کی ماں نہ تھی؟ کیا اُس کے پہلو میں ماں کی مامتا کا دل نہ تھا؟ تھا اور ضرور تھا اور یہ سب باتیں درست اور بجا ہیں۔!! مگر موسیٰ کی ماں ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک خدا پرست خاتون تھی جسے خدا سے مصفّٰی مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا اُسے خدائی وعدوں اور اُس کے عظیم احسانات پر اس قدر پختہ ایمان اور محکم یقین تھا کہ صنفِ نازک اور ماں ہوتے ہوئے وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو گئی بلکہ کر ہی دیا جو دنیا کی کوئی ماں بھی جانتے بوجھتے نہیں کر سکتی۔!! اس کے ساتھ یہ بھی ایک روشن حقیقت

ہے کہ احسانات الٰہیہ کے طفیل نہ صرف یہ کہ بچے کو ہر قسم کے ہلاکت خیز حالات میں صحیح وسلامت رکھا بلکہ بڑے ہی معجزانہ طریق پر بچے کو ماں کی گود میں پہنچا دیا۔ونعم ماقال المسیح الموعودؑ۔

تو ہے جو پالتا ہے، ہر دم سنبھالتا ہے غم سے نکالتا ہے، دردوں کو ٹالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو، حق دل میں ڈالتا ہے
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں؟ کدھر ہیں؟
(درثمین اُردو)

حفاظت الٰہیہ

(8)- آٹھویں قسم کے احسانات وہ ہیں جنہیں حفاظتِ الٰہیہ کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔اس سلسلہ میں پہلے حسب ذیل آیات قرآنیہ پر غور فرمایا جائے جن میں اس امر کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ ہر چیز پر خدا تعالیٰ کی ذات ہی محافظ ونگران ہے۔مثلاً

(۱)۔ سورۃ الطارق میں:

﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝﴾(سورۃ الطارق آیت5) میں کہہ کر مختصر مگر جامع دعویٰ فرمایا ہے کہ ہر نفس پر باری تعالیٰ کی طرف سے محافظ اور نگران مقرر ہیں۔

(۲)۔ سورۃ ھود میں فرمایا:

﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ۝﴾۔(سورۃ ھود آیت نمبر 58)

میرا رب بلاشبہ ہر چیز کا محافظ ہے۔

(۳)۔ سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَO﴾
(سورۃ الانعام آیت نمبر 62)

وہ خدا اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر ہر آن اپنے محافظ بھیجتا رہتا ہے۔ زندگی بھر ہر شخص کی ہر رنگ میں بارگاہ الٰہی کی طرف سے خوب حفاظت ہورہی ہے۔ جب تم میں سے کسی کا وقت مقررہ آن پہنچتا ہے تو ہمارے فرشتے اُس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ حکم کی تعمیل میں مطلق کوتاہی نہیں کرتے۔

(۴)۔ سورۃ الحج میں فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO﴾ (سورۃ الحج آیت نمبر 66)

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ جو کچھ بھی زمین میں ہے اُسے تمہارے لئے مفت کام میں لگا رکھا ہے اور کشتیاں بھی سمندر میں اسی کے حکم سے چلتی ہیں اور اس نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ (سوائے خدا کے حکم کے، جب اُس کا حکم بدل جائیگا تو یہ نظام بھی ختم کر دیا جائے گا) بہر حال ایسا کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور شفقت اور رحم کا ثبوت پیدا کر رکھا ہے۔

(۵)۔ سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَO﴾ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 43)

تو کہہ دے کہ رات یا دن کے وقت رحمٰن (خدا) کی گرفت سے تم کو کون بچا سکتا ہے لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) وہ اپنے ربّ کے ذکر سے اعراض کر رہے

ہیں۔

طرح طرح کے آفات سماوی اور ارضی اور قسم قسم کے حادثات انسان کو ہلاک کرنے اور اُس پر خطرناک تباہی لانے والے ہر وقت منہ کھولے تیار ہیں۔ مگر یہ خدا ہی کا فضل و احسان ہے کہ وہ انسان کو ان سب سے حفاظت بخش رہا ہے۔ سوذرا سوچیئے ہم رات بھر بستر پر آرام کی نیند سوتے ہیں، کوئی بچھو ہی بستر پر چڑھ آئے کوئی کیڑا ہی ڈس لے!! آلات تنفس کس خوبی سے کام کرتے جارہے ہوتے ہیں بظاہر انسان سوتا ہے لیکن اُسی خدا کے احسان سے سانس کی دھکنی اپنا کام بدستور کر رہی ہوتی ہے۔ پھر جسم انسانی کا ایک ایک انگ کیا عمدگی سے اپنا مفوضہ کام کر رہا ہوتا ہے ہمیں اُسی وقت کسی عضو کی افادی پوزیشن کا علم ہوتا ہے جب کبھی خدانخواستہ اس میں کوئی نقص واقع ہو جائے اور ہم درد محسوس کرنے لگیں۔ مثلاً کبھی بل ہی پڑ جاتا ہے اور آدمی وہیں سکڑ کے رہ جاتا ہے۔ کیسی تکلیف محسوس ہوتی ہے، کئی روز تک معمول کی زندگی اجیرن بن کے رہ جاتی ہے۔ پھر آنکھیں ہیں ناک ہے کان ہیں کیا کیا نعمتیں ہیں جو محض حفاظت الٰہیہ کے صدقے انسان کے کام آرہی ہیں۔ پھر بسا اوقات ایک انسان گھر سے چنگا بھلا نکلتا ہے۔ رستے میں اچانک ہارٹ فیل ہو جاتا ہے یا کوئی اور ہی حادثہ پیش آجاتا ہے۔ اگر موت سے بچ گیا تو کوئی عضو ہی ناکارہ ہو گیا۔ متعدد مثالیں اسی نوع کی روزمرہ سننے اور دیکھنے میں آتی ہیں۔ مرنے والے مرتے ہیں جن کو زخم پہنچنا ہوتا ہے وہ زخمی ہوتے ہیں مگر باقی ساری مخلوق سب انسان معمول کی زندگی سے جو لطف اٹھاتے چلے جاتے ہیں وہ سب خدائی حفاظت کے صدقے ہے اس لئے کہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ کسی حادثہ میں شکار ہونے والا زید، بکر ہی ہے اور خالد و عمر نہیں۔ جب امکان سب کے لئے ہے تو جو بچ گیا کسی کے احسان کے تحت ہی بچا ورنہ موت کے اسباب کس کس کے لئے مہیا نہ تھے۔؟

(٦)۔ اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ○ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ○﴾

(سورۃ الملک آیت نمبر 21-20)

کیا انہوں نے اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ صفوں کی صورت میں اڑ رہے ہوتے ہیں اور کبھی اپنے پر سمیٹ لیتے ہیں۔ رحمان خدا ہی ان کو روکتا ہے۔ وہ ہر چیز سے اچھی طرح واقف ہے۔ کیا وہ لوگ جو تمہارا لشکر کہلاتے ہیں رحمان خدا کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکیں گے۔ بلاشبہ منکر لوگ دھوکے میں مبتلا ہیں۔

کئی ایسے واقعات اخباروں میں پڑھے گئے کہ اچھا خاصہ ہوائی جہاز اپنی منزل کی طرف محوِ پرواز تھا کہ یکدم اُس کے سامنے ایک گِدھ آ گئی اس کے ٹکرا جانے سے ہی بھاری بھرکم ہوائی جہاز کا انجن فیل ہو گیا۔ اور گر کر تباہ ہو گیا۔!

پس رحمٰن خدا کی رحمانیت ہی سے سب کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اور انسانی زندگی کے جمیع مشاغل اور سارے کاروبار معمول کے مطابق چل رہے ہیں۔ اگر یہ رحمانی احسان شامل حال نہ ہوتا تو تباہی بربادی قدم قدم پر انسان کو نیست و نابود کرنے کے لئے کچھ دیر نہ لگاتی۔!!

خدا کی رزّاقیت

(9)- نویں قسم احسانات خداوندی کی اُس کا رزّاق ہونا ہے۔ مضمون کے چوتھے باب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے البتہ اس جگہ ایک زائد بات بیان کی جانی ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 20 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌ م بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 20)

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر لطف واحسان میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ خاص مصلحت کے مطابق رزق کی تقسیم فرماتا ہے۔ وہی بڑی طاقت والا اور سب پر غالب ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس تقسیم کو چیلنج کر سکے جس کو خدا نے نہیں دیا اُسے اُس مقدار سے زائد دے دینے کی کسی میں ہمت نہیں۔ قسام ازلی نے جو کسی کی روزی کی مقدار مقرر کردی وہ بہر حال اُس کو مل کر رہتی ہے کسی کی ہمت نہیں کہ اُسے روک سکے۔

آگے چل کر اس کی ایک وجہ یہ بتائی کہ:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌم بَصِيْرٌO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 28)

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق بہت وسیع کردیتا اور کسی کو دوسرے کا محتاج نہ رہنے دیتا ہر ایک کو برابر کے ذرائع معیشت میسر آجاتے تو روئے زمین پر بغاوت پھیل جاتی کوئی بھی دوسرے کے کام کرنے کو تیار نہ ہوتا اور نظام کائنات جو احتیاج پر چل رہا ہے۔ سارا کا سارا درہم برہم ہوجاتا چونکہ خدا کی ذات جملہ حالات سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے اس لئے اس کی حکمت کاملہ نے اپنی مشیت کے مطابق رزق کا سلسلہ اندازے سے اتارنے کا فیصلہ فرما رکھا ہے۔

یہ سورۃ الشوریٰ کی آیت کریمہ تھی اس سے اگلی سورۃ یعنی سورۃ زُخرف میں رزق کی اس طور پر اندازے سے تقسیم کی ایک اور زبردست وجہ بیان فرمائی ہے اور اسی پوائنٹ کی تفصیل ہے جس کی طرف ہم نے اُوپر اشارہ کیا ہے فرماتا ہے:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍO اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝﴾

(سورۃ الزخرف آیت نمبر 33-32)

معترضین نے ایک اعتراض یہ بھی کیا یہ قرآن دونوں بڑے بڑے شہروں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہوا۔ فرماتا ہے۔ کیا وہ تیرے ربّ کی رحمت روحانی کو تقسیم کرنے لگے ہیں؟ یہ ان کا کام نہیں خود دیکھ لیں دینوی زندگی سے تعلق رکھنے والے معیشت کے جملہ سامان کی تقسیم ہم نے کی ہے اور ہم نے اپنی قدرت اور حکمت کی رُو سے بعض کو بعض پر فوقیت اور برتری عطاء فرمائی ہے۔ تا ایک حصہ دوسرے حصہ سے کام لے اور تیرے رب کی رحمت اُس مال و متاع سے جو وہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے۔

قرآن کریم کے اس مقام کا اصل مضمون تو یہ ہے کہ جب دنیوی زرق کی تقسیم بھی قسام ازلی نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اس میں کسی دوسرے کا عمل دخل مطلق نہیں اور یہ بات ظاہر و باہر ہے۔ تو بعثت انبیاء اور ارسالِ مرسلین کا کام تو بدرجۂ اَوْلیٰ اس کے کامل اختیار میں ہونا چاہئے۔ اور ہے۔!!

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کردی کہ رزق کی تقسیم میں قسام ازل کی جو ایک واضح حکمت کام کرتی نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ کارخانہ عالم کا سلسلہ چلتا چلا جائے۔ ﴿لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ﴾ کے جامع الفاظ میں اس حکمت کا خلاصہ بتایا کہ کارخانہ عالم کو ہم نے **احتیاج** پر چلایا ہے دنیا کے سب کام Give and take کے اصول پر چل رہے ہیں قدرتِ حق نے ہر شخص کو خادمانہ پوزیشن میں رکھا ہے دُنیا کا کوئی بشر بھی اپنے آپ کو کامل نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی اُسے کامل استغناء حاصل ہے۔ ہر شخص کو کچھ ضرورتیں اور احتیاجیں ایسی لاحقِ حال کردی ہیں کہ ان کو پورا کرنے کے لئے وہ لامحالہ دوسروں کا محتاج اور دستِ نگر ہے۔ اسی طرح ہر شخص ایک پہلو سے دوسروں کے کام آتا ہے جبکہ ایک اور پہلو سے دوسرے لوگ اُس کے کام آتے ہیں۔ اگر سب کو مثلاً

رزق میں ایک سی فراوانی میسر آ جاتی تو کون تھا جو دوسرے کے کام کرنے کو تیار ہو جاتا تب تو ''میں بھی رانی تو بھی رانی کون بھرے گا پانی'' والا معاملہ ہوتا اور سورۃ الشوریٰ کی متذکرہ بالا آیت کے مطابق بلاشبہ دنیا میں ایک بڑی بغاوت اور بدنظمی برپا ہو کر سارا دینوی نظام درہم برہم ہو جاتا۔

پس رزق کے سلسلہ میں یہ بھی گویا خدا تعالیٰ کا عظیم احسان ہی ہے کہ ہر شخص کو اندازے سے دیا جس سے اس کی انفرادی زندگی سے لیکر نوع انسان کی ساری مدنی زندگی تک بنی رہے اور یہ کارخانہ عالم بغیر کسی خرابی اور نقص کے چلتا چلا جائے۔

وَاللہ خیر الرّازِقِین

روحانی ہدایت کے سامانوں کی بہم رسانی

(10) دسویں قسم کے احسانات کے تحت روحانی ہدایت کے سامان کی بہم رسانی کے احسانات کی بارش ہے۔ اصولی طور پر قرآن کریم میں حضرت باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰىO وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰىO﴾

(سورۃ الّیل آیت نمبر 14,13)

ہدایت دینا بالیقین ہمارے ہی ذمہ ہے اور ہر بات کی انتہا اور ابتداء بھی بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں ہے۔

سورۃ یونس میں مصنوعی خداؤں کی قلعی کھولتے ہوئے ان کی ایک زبردست خامی یہ بھی بتائی تھی کہ وہ ہدایت حق دینے سے قاصر ہوتے ہیں چنانچہ سوالیہ رنگ میں اُن کے معتقدین سے دریافت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ط قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ط اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ

یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ O ﴾
(سورۃ یونس آیت نمبر 36)

تو ان سے یہ سوال کر کہ کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہو وہ اس سوال کا جواب کیا دیں گے۔ تو خود ہی اُن سے کہہ دے کہ اللہ ہی کا جو حق کی طرف دنیا کی راہنمائی کرتا ہے پس کیا وہ خدا جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے یا وہ فرضی خدا جو سوائے اس کے اسے ہدایت کا راستہ دکھایا جائے خود بھی راہ نہیں پاتا۔ پھر بتاؤ تمہیں کیا ہو گیا۔ تم کیسے فیصلے کرتے ہو۔

پس بندوں پر خدائے بزرگ و برتر کا یہ بڑا احسان ہے کہ اُس نے اپنے خاص کرم سے اُن کے لئے ہدایت کے سامان کئے، اس کی شان کریمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جنتی جنت میں داخل ہونے کے بعد شکر گزاری کے طور پر کہہ رہے ہوں گے:

﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط ﴾ (سورۃ اعراف آیت نمبر 44)

سب تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جس نے ہم کو اِس بہشت تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ اگر اللہ اپنے فضل و احسان کے ساتھ ہماری رہنمائی نہ فرماتا تو ہم از خود کبھی بھی اس انجام خیر تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ بلا شبہ ہمارے رب کے رسول حق لیکر آئے تھے اور اُنہیں کے توسط سے ہدایت کے یہ سامان ہمیں میسر آئے۔ اور یہ اُسی کا ہی احسان پر احسان ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور واضح فرمایا کہ:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ط وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ O﴾ (سورۃ النحل آیت نمبر 10)

دین کی سیدھی راہ بتانا بھی اللہ ہی کے ذمے ہے۔ اور اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ دین کے مبینہ راستوں میں سے بعض ٹیڑھے ہوتے ہیں لیکن اگر اللہ ہی اپنی مشیّت نافذ کرتا تو تم سب کو ہدایت ہی دیتا مگر چونکہ اسی نے سب کو اس نوع کی آزادی بخشی ہے

تا کہ ہر شخص ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا O﴾ (سورۃ دہر آیت نمبر 4) میں سے کسی پہلو کو اپنی سعی اور کوشش اور قوت فیصلہ سے ساتھ اختیار کر کے ثواب کا یا عتاب کا مورد بنائے۔

اِرسالِ مُرسلین

(11)- گیارہویں نمبر پر خدائی احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان ارسال مرسلین ہے۔ خدا تعالیٰ کے رسول اور نبی، انسان کو وحشت اور درندگی کی زندگی سے نکال کر پہلے اُس کا انسانی جوہر نکھارتے ہیں اپنی پاک صحبت کا اثر ڈال کر اُسے با اخلاق انسان بناتے ہیں جس سے اُس کے طبعی جذبات ایک ضابطہ اور قانون میں آ کر برمحل استعمال ہونے لگتے ہیں اس طرح انسانوں کی اخلاقی اصلاح ہو کر ان کی تمدنی زندگی قابل رشک بن جاتی ہے۔ اس سے بیک وقت ان کی دنیا بھی درست ہو جاتی ہے اور اُن کا دین بھی کامل ہو جاتا ہے۔ تب وہ باخُدا انسان کہلانے لگتے اور اپنے مولیٰ سے ہم کلام ہو کر اس کا قرب پاتے ہیں۔

(ا)۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن کریم میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور رسالت کا مسئلہ پیش کرتے ہوئے تاریخی رنگ میں وضاحت کی گئی ہے وہ اس طرح ہے فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ م بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا O وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ط وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًاO رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ م بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاO﴾

(سورۃ النساء آیت نمبر 164 تا 166 پارہ 6)

حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چیدہ چیدہ انبیاء کا ذکر کر کے آیت نمبر 166 میں فرمایا کہ ان سب رسولوں کو ہم نے ایمان لانے والوں کے لئے بشارت دینے والے اور نہ ماننے والوں کو ہوشیار اور متنبہ کرنے والے بنا کر بھیجا تھا تا لوگوں کا ان رسولوں کے مبعوث ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہ رہے اور اللہ سب پر غالب ہے اور اس کے تمام کام حق و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔

اس جگہ جس اعتراض یا الزام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ جس کے ختم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ دنیا میں جاری فرمایا اس کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ میں آیا ہے فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی ○﴾

(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 135 پارہ 16)

اور اگر ہم ان کو اس رسول سے پہلے کسی عذاب کے ذریعہ سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے اے ہمارے ربّ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ اگر تو ایسا کرتا اور ہماری ہدایت کے سامان کر دیتا۔ تو ہم تیرے نشانات کی اتباع کر لیتے قبل اس کے کہ ہم اس طرح ذلیل اور رُسوا ہو جاتے۔!

(۲)۔ دوسری جگہ سورۃ القصص میں بھی اس بات کا ذکر آتا ہے:

﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾

(سورۃ القصص آیت نمبر 48)

فرماتا ہے اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ منکر لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے کسی مصیبت کے آنے پر کہیں گے اے ہمارے ربّ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، تا کہ ہم تیری آیتوں کا اتباع کرتے اور مومنوں میں سے بن جاتے تو شاید ہم کسی کو رسول بنا کر نہ

بھیجتے مگر منکریں پر حجت قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ خدائے حکیم کی طرف سے پہلے رسولوں کے ذریعہ ہدایت کے سامان ہو جائیں۔ اور وہ مسلسل ہوتے چلے گئے یہ بہت بڑا احسان خداوندی ہے جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اس احسان خداوندی کے باوجود اگر اپنی بدبختی کے سبب اس ہدایت کو قبول نہ کر کے لوگ مصائب و آلام کا شکار ہو جائیں تو اس سے خدا کی ذات محل اعتراض نہیں ٹھہرتی بلکہ قصور اُن کا اپنا ہی ہے جو ہدایت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔

بہر حال باری تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بھی بھاری احسان ہے کہ وہ ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے رسول بھیجتا ہے چنانچہ ایک اور مقام پر اپنے اس ابدی، مسلسل اور غیر منقطع احسان کا ذکر بطور قانون اس طرح بیان فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ۝﴾

(سورۃ الحج آیت نمبر 76)

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اپنے رسول منتخب کرتا ہے اور اس طرح انسانوں میں سے بھی اللہ تعالیٰ بہت دعائیں سننے والا اور حالات کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اس لئے حاجت مندوں کی دعائیں جب اُس کے عرش تک پہنچتی ہیں اور دنیا کے ابتر حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ خدا لوگوں کی اصلاح کے لئے رسولوں کو بھیجے تا دنیا اندھیرے سے نکل کر نور کی طرف آ جائے تو خدا دنیا کی پکار سنتا اور رسولوں کو مبعوث فرما دیتا ہے۔

تاریخ انبیاء سے متعلق ایک حوالہ ابھی اوپر گزر چکا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور جامع ذکر سورۃ انعام رکوع دس میں آتا ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سترہ دیگر انبیاء کا نام لیکر فرماتا ہے:

﴿وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ O ﴾ (سورۃ انعام آیت نمبر 87 تا 89)

ان سب کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی اور ان کے باپ دادوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں کو بھی ہم نے ہی ہدایت دی تھی اور ہم نے اُنہیں چُن لیا تھا اور اُنہیں سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کی تھی اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے کا یہی طریق ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اگر وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ اعمال کرتے تھے وہ سب ضائع ہو جاتے۔

آگے چل کر فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ O ﴾ (سورۃ انعام آیت نمبر 90 تا 91 پارہ 7)

یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور فیصلہ کرنے کی فراست اور نبوت دی تھی پس اگر یہ لوگ اس نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اُسے ایک اور قوم (یعنی مسلمانوں) کے سپرد کر دیا ہے جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ انہی (مذکورہ بالا) لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی پس تُو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

ان دونوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے انبیاء کی امتوں کو حضورؐ کی رسالت کی دعوت دیتے ہوئے بتایا کہ ان کے گھر میں خدا تعالیٰ نے نور اور ہدایت کے سامان کئے تھے ان کے گھروں میں خود ایسی شمع روشن کی گئی تھی۔ ان کے لئے بہت آسانی تھی کہ وقت کی قدر پہچانتے اور اس زمانے کے رسول پر جو خدا تعالیٰ کی تازہ ہدایت نازل ہوئی تھی اُسے قبول کرتے۔ اس طرح وہ اپنے رسولوں کے بھی حقیقی طور پر روحانی بیٹے کہلاتے مگر ان لوگوں نے اس ہدایت کو جو انہیں دی گئی تھی خود ہی بھلا دیا اس لئے ہم نے اس نعمت کو مسلمان قوم میں جاری کر دیا۔

واضح ہو کہ مذکورہ آیت میں جو ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط﴾ کا حکم دیا گیا ہے تو اس

سے مراد اُن کی شرائع کی فرمانبرداری نہیں کیونکہ ان کی شرائع تو بوجہ مرورِ زمانہ اور بوجہ اُن کی تحریف وتبدّل کے قابل عمل نہیں رہی ہیں اس لئے اس سے مراد صرف یہ ہے کہ جس طرح سے سابق انبیاء توحید الٰہی کے پھیلانے اور اُس کو قائم کرنے میں صبر واستقلال سے کام لیتے رہے اسی طرح جو شخص بھی اُن کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے اُسے بھی ایسے ہی رنگ کا صبر وثبات دکھانا اور خدا کی توحید کی تبلیغ کرنا اپنا فرض سمجھنا چاہیئے۔

اس کے بعد اگلی آیت میں فرماتا ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْقَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝﴾ (سورۃ انعام آیت نمبر 92)

بلا شُبہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے احسانات کی قدر نہ پہچانی جب انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کچھ نہیں اُتارا۔ کیسی غلط اور حقیقت سے دور بات ہے۔ فرماتا ہے اے ہمارے رسول ان سے دریافت کرو جو کتاب موسیٰ لائے تھے اور وہ لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔ اس کو کس نے اتارا تھا۔ تم اس کو محض کاغذوں کا مجموعہ سمجھ بیٹھے اور اس کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا۔

پس ارسال مرسلین کا احسان بہت بھاری احسان ہے۔ جس کا سلسلہ اس وقت سے جاری ہے جب سے یہ دنیا بنی اور انسان زمین پر آباد ہوا اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک انسان اس خطہ میں بستا ہے۔

نصرت الٰہیہ

(12)- احسانات الٰہیہ کی ایک قسم وہ ہے جسے مومنوں کی نصرت وتائید، مخالفین حق کی تدابیر کو ناکام بنادینے ان کے شر سے بچانے کے سلسلہ میں جاری وساری ہے۔

(۱)۔اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسولوں اور ان کے طفیل دوسرے مومن بندوں کے لئے خدا کی نصرت وتائید کا ابدی دعویٰ ملاحظہ ہو۔ اس جہاں کا مالک فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ O اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ O وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ O﴾

(سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر 172-174)

ہمارا فیصلہ ہمارے بندوں یعنی رسولوں کے لئے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر (مومنوں کا گروہ) ہی غالب رہیگا۔

(۲)۔ اس وعدہ اور فیصلہ کا عملی ظہور ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ O﴾

(سورۃ مومن آیت نمبر 52)

ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اور اُس وقت بھی ہماری نصرت کا خاص جلوہ نمودار ہوگا جب (قیامت کے روز) گواہ کھڑے ہونگے۔

(۳)۔ سورۃ روم میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے اندر جب مومن بندے مخالفین

کے ہاتھوں دکھ دیئے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی نصرت دنیا ہی میں ان کے شامل حال ہو کر ان کے مخالفین پر تباہی لانے کا باعث بن جاتی ہے فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(سورۃ روم آیت نمبر 48)

ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے تھے وہ اُن کے پاس کھلے کھلے نشان لیکر آئے ان لوگوں نے نہ مانا اور مخالفت کی تب ہم نے مجرموں سے مناسب بدلہ لیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مومنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے اس فرض کو ہم نے ہر حال میں پورا کیا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جن لوگوں کی پُشت پر خدا کی تائید اور نصرت ہوتی ہے ان کو کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔

(۴)۔ انبیا اور مومن بندوں کو منکرین کے ہاتھوں دُکھ اُٹھانے اور ان کا قافیہ تنگ کرنے کے احوالِ واقعی پیش کر کے واضح کیا گیا ہے کہ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی نصرت آئی اور اپنا رنگ دکھا گئی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾

(سورۃ انعام آیت نمبر 35,34 پارہ 7)

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تجھے غم زدہ کرتی ہیں یہ لوگ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا دانستہ انکار کرتے ہیں مگر کوئی بات نہیں تجھ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا جاتا رہا ہے۔ اس تکذیب اور ایذا دہی پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں اور تیرے پاس سابقہ

رسولوں کی یقینی خبریں آچکی ہیں جو اس بات پر گواہ ہیں کہ خدا نے جو وعدہ اپنے رسولوں اور مومن بندوں سے نصرت و تائید اور بالآخر غلبہ پا جانے کا کیا ہوتا ہے وہی پورا ہوا۔اور تکذیب کرنے ،دکھ دینے والوں نے اپنے کئے کا پھل پالیا۔

(۵)۔ اسی قسم کا مگر اس سے بھی قدرے وضاحت کے ساتھ سورۃ یوسف کے آخر میں بیان آتا ہے جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی مخالفت کے حالات تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ یہ صورت حال صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سبھی نیکوکاروں کو ایک وقت تک شدید قسم کے ظلموں کا تختۂ مشق بننا پڑتا ہے نہایت درجہ پریشان کن حالات سے گزرنا پڑتا ہے لیکن جب وہ صبر و ثبات کے ساتھ دن گزار لیتے ہیں تو نصرت الٰہی نشان بن کر ان کے لئے ظاہر ہوتی ہے اور مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا جاتا ہے۔فرماتا ہے:

﴿ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَ هُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۝﴾

(سورۃ یوسف آیت نمبر 111)

جب ایک طرف رسول کفار کی جانب سے نا اُمید ہو گئے کہ ہر ممکن طریق سے ان لوگوں کے سامنے حق و صداقت پیش کر چکنے کے باوجود یہ لوگ انکار پر ہی کمربستہ ہیں۔اور دوسری طرف حالت یہ ہوتی ہے کہ منکر لوگ بھی خدا کی طرف سے ڈھیل کی لمبی مدت پا کر سمجھنے لگتے ہیں کہ وحی الٰہی کے نام پر ان سے جھوٹی باتیں کہی جا رہی ہیں۔اُسی وقت ان رسولوں کے پاس ہماری مدد آ گئی۔پس جنہیں ہم بچا لینا چاہتے تھے اُنہیں بچا لیا گیا اور (باقی تباہ ہو گئے) مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب ہرگز نہیں ہٹایا جاتا۔

(۶)۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں جن ظلم و تعدی اور جور و جفا کا تختۂ مشق مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں بننا پڑا وہ ایک کھلی کتاب ہے اس کے باوجود اس سارے عرصہ میں

اُنہیں ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہ تھی لیکن جب ظلم انتہا کو پہنچ گیا آپ مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانے پر مجبور ہو گئے اور دشمن نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا تب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو دفاعی رنگ میں لڑائی کی اجازت دی فرماتا ہے:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ اۨلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾

(سورۃ الحج آیت نمبر 41,40 پارہ 17)

وہ لوگ جن سے بلا وجہ جنگ کی جا رہی ہے۔ انہیں دفاعی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا اور اگر اللہ ان یعنی کفار سے بھی بعض کے ذریعہ سے شرارت سے باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے اور اللہ اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً بہت طاقتور اور غالب ہے۔

(۷)۔ دفاعی جنگ کی اسی اجازت اور خدا تعالیٰ نصرت و تائید کے حتمی وعدے کے بعد سب سے پہلی جنگ جو اسلامی تاریخ میں لڑی گئی وہ جنگ بدر ہے۔ جب کفار کا ایک ہزار کا لشکر ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس ہو کر اڑھائی تین سو میل کی منزل مارتا ہوا مدینہ پر حملہ آور ہوا تب مومنوں کی نہتی جماعت خدا کی نصرت و تائید پر بھروسا کر کے میدان کارزار میں نکلی اُس وقت جو صورت حال سامنے آئی اس کا جامع بیان سورۃ آل عمران کی حسب ذیل آیت کریمہ میں ملاحظہ ہو فرماتا ہے۔

﴿قَدۡ كَانَ لَكُمۡ اٰيَةٌ فِىۡ فِئَتَيۡنِ الۡتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاُخۡرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَيۡهِمۡ رَاۡىَ الۡعَيۡنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ۝﴾

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 14)

اُن دو گروہوں میں جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے تمہارے لئے یقیناً ایک نشان تھا ان میں سے ایک گروہ تو اللہ کے راستہ میں جنگ کرتا تھا اور دوسرا منکر تھا وہ مسلمان ان کافروں کو اپنی اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد دیکر قوت بخشتا ہے اس بات میں آنکھوں والوں کے لئے یقیناً ایک نصیحت ہے۔ اس فیصلہ کن معرکہ کی نسبت دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَيُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّحِقَّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقۡطَعَ دَابِرَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝﴾

(سورۃ الانفال آیت نمبر 8)

اور چاہتا تھا کہ وہ حق کو اپنے احکام کے ذریعہ پورا کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جنگ بدر میں بڑے بڑے رؤساءِ قریش اس میدان میں ڈھیر ہوئے اور یہ ۱۷ر رمضان ۲ ھ بمطابق ۱۴ر مارچ ۶۲۳ء کی تاریخ تھی جب دُنیا نے معبودِ حقیقی کے اُس عظیم الشان احسان کا مشاہدہ کیا کہ اُس کی نصرت و تائید کے سبب نہتے اور مظلوم، غالب آئے اور قوت و شوکت والے ناکام و نامراد رہے۔!!

دلوں میں باہمی اُلفت و محبت کے گہرے جذبات پیدا کردینے کے احسانات

(13)- ایک قسم احسانات الٰہیہ کی وہ ہے جو خدا معبودِ حقیقی کی طرف سے اپنی مخلوق کے دلوں میں عجب طور سے باہمی اُلفت و محبت کے جذبات پیدا کردینا اور ایسے نازک

احساسات کا رشتہ افراد میں پیدا کردینا جس کے تار دلوں سے دلوں تک غیر مرئی ہونے کے باوجود فعالیّت میں ایسے یقینی اور بدیہی ہیں جیسے آسمان نصف النہار پر سورج۔

اسی نوع کے احسانات کے تحت وہ محبت ہے جو باہمی رشتہ داری کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اس احسان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا۝﴾ (سورۃ الفرقان آیت نمبر 55 پارہ 19)

وہ خدا ہی ہے جس نے پانی (یعنی نطفۂ انسان) سے انسان بنایا جب وہ اس دنیا میں آیا تو مدنی الطبع ہونے کے سبب اس کو مختلف رِشتوں میں پرو دیا۔ جسے دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اُسے نَسَبی رشتوں یعنی شجرۂ آباء والا بنایا۔ اور

(۲) مِتھری رشتوں شجرۂ سسرال والا بنایا۔ اور یہ سب تیرے رب کی قدرت سے ہوا اس میں کسی انسان کا مطلقاً عمل دخل نہیں۔

شجرہ آباء کی نوع سے جو رشتہ دار انسان کے بنتے ہیں ہم اپنی سہولت کے لئے ان کو خونی رشتوں کا نام دے دیتے ہیں۔ ان کی باہمی الفت اور محبت تو ظاہر ہی ہے۔ کہ اس خون کے نتیجہ میں نہایت لطیف رنگ میں انسان کے اندرونی نازک احساسات ودیعت فرمائے۔ اس کے ماتحت وہ حسن سلوک بھی آ جاتا ہے۔ جسے عُرف عام میں صلہ رِحمی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خونی رشتہ کا حوالہ دیتے ہوئے ایک موقعہ پر فرمایا۔

''یہ خونی رشتہ کے نازک جذبات ہی ہیں کہ ادنیٰ حیوانات میں بھی اس کا اثر نمایاں طور پر ملتا ہے کہ ایک جانور ماں بھی محض ''ماں'' ہونے کے تقاضے سے اپنے بچے پر پاؤں رکھنا گوارا نہیں کرتی۔''

مِتھرِی رشتوں (یعنی جو سسرال کے رشتے ہیں) کے بیان میں فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

یَتَفَکَّرُوْنَO ﴾ (سورۃ الروم آیت نمبر22)

خدائی نشانات میں سے اس کا ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے جوڑے بنائے ہیں تا کہ تم ان کی طرف مائل ہو کر تسکین حاصل کرو۔ اور تمہارے درمیان پیار اور رحم کا رشتہ پیدا کیا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے نشان ہیں۔

کیا پُر لطف بیان ہے! کیسا لطیف ہے یہ نکتہ!! دِلوں کے اندر نازک احساساتِ محبت پیدا کر دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ ملک کے ایک حصہ میں بسنے والی ایک لڑکے کی شادی دور دراز مقام کی لڑکی کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات ان دونوں کی نہ آپس میں بولی ملتی ہے نہ تمدن مگر شادی کے ''رشتہ'' سے ایسے باندھ دئے جاتے ہیں گویا کسی بڑے ماہر سرجن نے دو دلوں کے نازک اعصاب کو ایک دوسرے کے ساتھ سی دیا ہے۔ (اگرچہ مادی دنیا میں آپریشن کے ذریعہ اس وقت دِل بدلنے کے تجربات کئے جا رہے ہیں جو تا حال ابتدائی مرحلہ میں ہی ہیں کیونکہ ابھی تک کوئی ایسا تجربہ مستقل طور پر کامیاب نہیں ہو سکا کہ کسی ایک شخص کا دل دوسرے شخص کے جسم میں جوڑ دیا اور پھر کامیابی کے ساتھ اس کی معمول کی زندگی بحال ہوگئی ہو) مگر قربان جائیں اُس محسنِ حقیقی کی قدرتوں پر کسی ظاہری آپریشن کی ضرورت نہیں۔ بس آپسی ملاپ دو دلوں کو ایسا جوڑ دیتا ہے کہ زندگیاں بیت جاتی ہیں ایک دوسرے کے لے جان تک کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور دنیا کا یہ نظام متھری رشتوں میں کسی ایک خطۂ ارض میں نہیں بلکہ کل دنیا اسی میں باندھ دی گئی ہے۔ اور یکساں قسم کے الفت اور محبت کے بندھن مضبوط ہو جاتے ہیں۔

پھر میاں بیوی کے باہم ملاپ کے نتیجہ میں جو اندرونی رنگ میں تسکین روحانی حاصل ہوتی ہے اس کو شاید لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہ ہو یہ تو خدائی کلام ہی کا خاصہ ہے کہ ایسے نازک تعلق کو بیان بھی کر دیا اور الفاظ نہایت سادہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساری بات کو چند الفاظ میں پرو بھی دیا ہے یہ ہے دریا کو کوزہ میں بند کرنا۔ فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین!

یہ تو اُن رشتوں کی قسم کا بیان تھا جن میں انسان کی خِلقت اور طبیعت کا تعلق ہے خواہ خونی رشتے ہوں یا شادی کے نتیجہ میں سُسرال کے رشتے بنے، کسی نہ کسی صورت میں ان کی رشتہ داریاں قائم ہوئیں اور وہ سب باہمی الفت اور محبت کے بندھنوں میں باندھ دیئے گئے۔ اب ہم ایک تیسری قسم کے تعلق اور رشتہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس میں کوئی بھی جسمانی اور مادّی تعلق نہیں مگر اپنی گہرائی اور گیرائی میں مذکورہ دونوں قسم کے رشتوں سے بھی فائق ہے۔

سہولتِ بیان کے لئے ہم اس کو رشتۂ ایمانی کا نام دیتے ہیں۔ اس رشتہ کا آغاز اُس بندۂ خدا کے ذریعہ عمل میں آیا ہے جسے اصطلاح میں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ دنیا کے اندر ایک جدید قسم کا انقلاب برپا کیا جاتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبی کے آنے سے نئی زمین تیار کی جاتی ہے۔ اور نیا آسمان بنایا جاتا ہے۔ اس برگزیدہ وجود پر ایمان لانے والے باہمی طور پر اس جدید قسم کے رشتہ یعنی رشتۂ ایمانی میں باندھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ ایک نئی برادری کا آغاز ہوتا ہے۔ ان کا روحانی باپ نبیٔ وقت ہوتا ہے اس پر ایمان لانے والے سب کے سب آپس میں بھائی بھائی بنا دیئے جاتے ہیں۔ ایسے بھائی بھائی کہ خونی رشتہ کے بھائیوں کی محبت اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔

سورۃ احزاب کے آغاز میں آتا ہے:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ﴾

(سورۃ احزاب آیت نمبر 7)

نبی مومنوں سے اُن کی اپنی جانوں کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے اور اُس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

اس سے ایمانی رشتہ کا آغاز کا علم ہوگیا کہ قرآن کریم نبیٔ وقت کو مومنوں کا باپ اور اُس کی ازدواج کو اُن کی مائیں قرار دیتا ہے۔ اب آیئے اس رشتہ کی پختگی کی شاندار عملی مثال جو ہادی کامل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے مسلمانوں میں قائم

ہوا۔ اور ایک ایسی وسیع برادری منصۂ شہود میں آئی جس کی مثال ساری دُنیا میں نہیں ملتی۔

لیکن واضح رہے کہ اس میں ایسے دلوں کو جوڑنے کا عجیب وغریب کرشمہ دکھایا کہ اس ملاپ سے قبل ان کی طبائع میں گویا بُعد المشرقین تھا۔ یہ خدائی احسان عظیم تھا دنیا کے اس رشتے کو دنیوی رشتوں سے بھی مضبوط تر اور لطیف تر بنا دیا۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا حوالہ دیتے ہوئے سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے:

﴿ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط ﴾ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 104)

اور اللہ تعالیٰ کے اُس عظیم احسان کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی پس اُسی کی نعمت اور احسان سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اُس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

مختلف المزاج افراد میں اسلامی اخوّت کا غیر معمولی جذبہ بھر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ خدا ہی کا احسان ہے کہ اُس نے اسلامی برادری کو عالمگیر اُلفت اور محبت کی ایک بے نظیر مثال بنا دیا۔ اس رنگ میں خدا تعالیٰ کے غیر معمولی احسان کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ انفال میں فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ O وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ط لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ط اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO ﴾

(سورۃ انفال آیت نمبر 64,63)

وہی خدا ہے جس نے تجھ کو مومنوں کے ذریعہ اور اپنی مدد کے ذریعہ مضبوط کیا اور ان کے دلوں کو آپس میں باندھ دیا یہاں تک کہ صحابہ تیرے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اگر تو زمین کے سب خزانے ان پر خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں کو

اس طرح باندھ نہیں سکتا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ اُن میں باہمی محبت اور تیرے ساتھ دلی الفت قائم کردی وہ یقیناً غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

اس میں یہ بات نہایت درجہ ظاہر و باہر ہے کہ سوائے خدا کی خاص نصرت اور تائید کے ایسی بات کا حصول ناممکن ہے۔جس کا شاندار نظارہ ایک دنیا اسلام کے صدر اوّل میں دیکھ چکی ہے۔اور جماعت احمدیہ میں اس وقت مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔دنیا کے کتنے لوگ ہیں جو روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہا دینے پر بھی اسلامی اخوت کا عشرعشیر بھی قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔اسلام کے صدر اوّل میں اس کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں:۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف سے اپنے مہاجر بھائی کے لئے نصف مال کی پیش کش اور ایک بیوی تک کو بھی طلاق دے دینے پر آمادگی۔یہ سب ایثار وقربانی کی بے نظیر مثالیں نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح ایک غزوہ میں شدید طور پر زخمی ہوجانے والے دس صحابہ کے ایثار وقربانی کی مثال بے نظیر ہے۔جب ایک آدمی اپنے زخمی بھائی کی شدید پیاس کو دیکھ کر پلانے کے لئے اُس کے پاس پانی لیکر پہنچا،تو اتنے میں زخمی صحابی کی نگاہ پاس ہی ایک اور زخمی پر پڑی،پہلے زخمی نے باوجود شدید پیاس کے از خود پانی پی لینا گوارا نہ کیا بلکہ پہلے اُنہیں پلانے کا اشارہ کیا۔جب پانی پلانے والا دوسرے زخمی کی طرف بڑھا، تو دوسرے نے اپنے قریب ہی زخموں سے نڈھال ایک تیسرے کی طرف اشارہ کرکے کہا پہلے ان کو پلائیں۔اُنہیں مجھ سے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔وہ تیسرے کی طرف بڑھا تو تیسرے کی نگاہ پاس کے ایک اور زخمی پر پڑی۔اُس کی حالت بھی ایسی ہی تھی تب انہوں نے کہا کہ مجھے سے پہلے اُن صاحب کو پلائیے،میرے خیال میں اُنہیں مجھ سے زیادہ پیاس ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ اس طرح یکے بعد دیگرے ایک زخمی صحابی اپنے قریب کے دوسرے زخمی صحابی کو اپنے پر ترجیح دیتے ہوئے اُسے پانی پلانے کا کہتے چلے گئے۔حتی کہ پانی پلانے والا آدمی دسویں شخص کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ نویں سے دسویں کے قریب پہنچنے سے قبل ہی دم توڑ چکا تھا۔تب وہ پہلے کی طرف لپکا مگر وہ بھی واصل باللہ ہوچکے تھے تب دوسرے کے قریب آیا تو اُس کو بھی اسی حالت میں پایا۔ہوتے ہوتے وہ سب کے پاس

پہنچا تو دیکھا کہ﴿ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط﴾(سورۃ الحشر آیت نمبر10) کا عمل نمونہ دکھاتے ہوئے سب کے سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔!!

(مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے خلاصہ)

فرمایئے دنیا کے کسی گوشے میں بھی صحابہ کرام جیسی ایثار کی مثال مل سکتی ہے؟ یہ سب عملی ثبوت ہے اُس غیر معمولی جذبہ محبت واُلفت کا جو اُخوّت اسلامی کے لئے اُس رشتہ کے نتیجہ میں پیدا ہوا جسے ہم رشتۂ ایمانی کا نام دے چکے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے ہزاروں ہزار احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان ہی ہے جس سے اُس کی معرفت حاصل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

بے شمار احسانات کا اجمالی تذکرہ

(14)- ماسوا اس کے بیشمار احسانات الٰہیہ کا کچھ اجمالی تذکرہ سورۃ النحل کے پہلے رکوع میں بڑے ہی لطیف پیرایہ میں کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ O
وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ O﴾
(سورۃ النحل آیت نمبر7,6)

چارپائیوں کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے انہیں ایسا بنایا کہ ان میں تمہارے لئے گرمی کا سامان ہے اور بھی کئی منافع ہیں اور تم ان کے گوشت کا کچھ حصہ کھاتے بھی ہو۔ اس کے علاوہ جب تم اُنہیں چرا کر شام کو ان کے تھانوں کی طرف واپس لاتے ہو تو اس میں ایک قسم کی زینت کا سامان ہوتا ہے اسی طرح اس وقت بھی جب تم انہیں صبح کو چرنے کے لئے آزاد چھوڑتے ہو۔

﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ط
اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO﴾ (سورۃ النحل آیت نمبر8)

وہ تمہارے بوجھ اُٹھا کر اُس دور کے شہر تک بھی لے جاتے ہیں کیونکہ کہ تم اپنے

تئیں مشقت میں ڈالے بغیر نہیں لے جاسکتے تھے۔ اس نے دیکھو کہ تمہارا رب کس قدر شفقت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

﴿ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط وَيَخْلُقُ مَالَاتَعْلَمُوْنَ O﴾

(سورۃ النحل آیت نمبر 9)

اُس نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کو بھی تمہاری سواری کے لئے اور نیز زینت وشان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور آئندہ بھی وہ تمہارے لئے سواری کے مزید سامان جسے تم ابھی نہیں جانتے (اس میں موجودہ زمانہ کی موٹر، ریل، دخانی جہاز، ہوائی جہاز بلکہ تیز رفتار راکٹ تک آگئے) پیدا کرے گا۔

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُالسَّبِيْلِ وَمِنْهَاجَآئِرٌ ط وَلَوْشَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَO﴾ (سورۃ النحل آیت نمبر 10)

پھر یہ بھی خدائی احسان ہی ہے کہ دین کی سیدھی راہ کا بتانا بھی اُس نے اپنے ہی ذمہ لے رکھا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ دین کے رستوں میں سے بعض ٹیڑھے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی خدا نے اپنی مشیت جبری طور پر نافذ نہیں کی بلکہ اگر ایسا کرتا تو تم سب کو ہدایت ہی دیتا مگر صورت حال یہ ہے کہ ایک بڑا حصہ ہدایت سے منحرف ہی رہتا ہے۔ پھر بھی خدائی انعامات برابر اُس پر برس رہے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا:

﴿هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ O يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَO﴾

(سورۃ النحل آیت نمبر 12,11)

وہی خدا ہے جس نے بادلوں سے پانی اتارا ہے۔ اس میں تمہارے پینے کا پانی مہیا ہوتا ہے اور اس سے وہ درخت بھی تیار ہوتے ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو وہ

اس کے ذریعہ تمہارے لئے کھیتی زیتون اور کھجور کے درخت اور انگور اور دوسرے ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں خدا کی خدائی اور اس کے عظیم احسانات کا ایک واضح نشان پایا جاتا ہے۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ م بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ O﴾

(سورۃ النحل آیت نمبر 13)

اور اُس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے خدمت پر لگا رکھا ہے اور دوسرے تمام سیاّرے اور ستارے بھی اس کے حکم سے تمہاری خدمت پر متعین ہیں جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لئے اس میں یقیناً کئی نشان پائے جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے چاند پر انسان کے پہنچ جانے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کہ کتاب عزیز نے تو اِن سب اجرام فلکی کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ اور سب کی تسخیر انسان کے سپرد کر دی اور اب جو اس نے خلا کی تسخیر کے ساتھ چاند پر بھی قدم رکھا تو عین منشا الٰہی کے مطابق ہوا اس سے کتاب عزیز کی شان اور بلند ہوئی۔

آگے چل کر فرماتا ہے:

﴿وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ O﴾ (سورۃ النحل آیت نمبر 14)

اور جو مختلف اقسام کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہیں (وہ سب تمہارے لئے کام آرہی ہیں) ان چیزوں کی پیدائش میں بھی ان لوگوں کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں خدا کی ہستی کا نشان پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد اگلی آیت میں سمندر اور پانی کے ساتھ تعلق رکھنے والے احسانات الٰہیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَی الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَO﴾ (سورۃ النحل آیت نمبر 15)

اس نے سمندر کو بھی تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے تا کہ تم اس میں سے مچھلی کا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور کا سامان بھی نکالو جسے تم پہننے کے کام لاتے ہو اور اے مخاطب تو اس میں کشتیوں کو پانی کو چیرتے ہوئے زور سے چلتی دیکھتا ہے۔ جو اس لئے چلتی ہیں کہ تم سمندری سفر طے کرو اور تا کہ تم اس کے بعض اور فضل بھی تلاش کرو اور تا کہ تم اس کا شکرادا کرو۔

سمندر میں مچھلی کے علاوہ انواع واقسام کی دولت کے انبار لگے ہیں۔ پھر سمندری سفر بمقابلہ خشکی کے کم خرچ اور ارزاں ہے موجودہ زمانہ میں آبی راہ سے جو کروڑوں ٹن سامان ادھر سے ادھر آتا جاتا ہے اس سے بھی خدائی احسانات کی بے نظیر قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسی تسلسل کی سولہویں آیت کریمہ میں پہاڑوں اور دریاؤں وغیرہ کے ذریعہ احسانات الٰہیہ کا تذکرہ ہے اور ان احسانات کو براہ راست خدا کی ہستی پر واضح ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَO وَعَلٰمٰتٍ ط وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ O اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَO﴾

(آیت نمبر سورۃ النحل 16 تا 18)

اور اُسی نے محکم پہاڑ بنائے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ متحرک ہوتے ہوئے تمہیں بھی چکر میں ڈالے۔ اسی طرح اُس نے کئی دریا چلائے ہیں اور کئی خشکی کے راستے بھی بنائے ہیں تا کہ تم آسانی سے اپنی منزل مقصود تک راہ پا سکو۔ اور اس کے علاوہ اس نے کئی اور علامات بھی قائم کی ہیں۔ اور ستاروں کے ذریعہ سے بھی لوگ راہ پاتے اور راستہ معلوم

کرتے ہیں۔فرماتا ہے پھر بتاؤ تو سہی کہ کیا جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتا کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔اس سلسلہ کی آخری آیت میں ساری حقیقت خلاصۃ واضح کردی کہ

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾

(سورۃ النحل آیت نمبر 19)

اگر تم اللہ کے احسان شمار کرنے لگو تو کبھی تم ان کا احاطہ نہ کرسکو گے۔اللہ یقیناً بہت ہی بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح کے الٰہی احسانات کے ذکر میں حقیقت الامر کا اظہار کرتے سچے جذباتِ انسانی کی بڑی خوبی کے ساتھ ترجمانی کرکے فرمایا۔

احساں ہیں تیرے بھارے، گن گن کے ہم تو ہارے
اے میرے ربّ محسن، کیونکر ہو شکر احساں
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے؟

(دُرِّثمین اُردو)

بہر حال اس پُر لطف مضمون کو ہم سورۃ لقمان کی ایک ایسی آیت پر ختم کرتے ہیں جس میں محسن حقیقی نے اِن اَن گنت ظاہری و باطنی انعامات اور عظیم احسانات کی طرف جامع اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۝﴾

(سورۃ لقمان آیت نمبر 21 پارہ 21)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے تمہاری خدمت میں لگا یا ہوا ہے۔اور تم پر اپنی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی پانی کی طرح بہادی

ہیں۔اس کے باوجود بعض ایسے نادان بھی ہیں جو بغیر علم اور ہدایت اور بغیر روشن کتاب کی دلیل کے اللہ کی ذات کے بارہ میں بحث کرتے رہتے ہیں۔اگر وہ غور وفکر سے کام لیں تو ان کو معبود حقیقی کا وجود واضح حقیقت میں ہر جگہ اور ہر چیز میں نظر آ جاتا۔!!

ساتواں باب

معبودِ حقیقی

کا

بندوں سے مکالمہ و

مخاطبہ

ساتواں باب

معبودِ حقیقی کا بندوں سے مکالمہ ومخاطبہ

معبود حقیقی کی معرفت کے سلسلہ میں اس امر کا مختصر اور مجمل بیان کیا جا چکا ہے کہ معبود برحق اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا اور اُس کی یہ ہمکلامی اُس کی ہستی کا روشن ترین ثبوت ہے۔ اس جگہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٴ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ دلدار سے ہم کلام ہو کر اُس کی روح پرور باتیں سن کر انسان کو جو تسکین اور راحت نصیب ہوتی ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ روح کی تسکین کا نہیں کہ دلدار اپنے چاہنے والے سے بات کرے اور لذیذ کلام سے اُس کی قلبی تسکین کا سامان کرے۔ اس لئے خدا تعالیٰ جو سب بندوں کا محبوب و معبود ہے اس کے وصال کے لئے ہر روح تڑپتی ہے اس سے ہم کلامی کا شرف پا کر ان کو وہ دلی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے جو اس کے دل کی غذا ہے۔ انسان کی اس اندرونی تڑپ اور تسکین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے ہی جامع طریق پر ضمیر کی اُس آواز کی ترجمانی فرمائی ہے حضور فرماتے ہیں۔

وہ ناداں جو کہتا ہے دَر بند ہے ‏ ‏ ‏ نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اُس کو نہ کچھ غور ہے ‏ ‏ ‏ اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
اگر اس طرف سے نہ آوے خبر ‏ ‏ ‏ تو ہوجائے یہ راہ زیر و زَبر
طلب گار ہوجائیں اس کے تباہ ‏ ‏ ‏ وہ مرجائیں دیکھیں اگر بند راہ
مگر کوئی معشوق ایسا نہیں ‏ ‏ ‏ کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بغض وکیں
اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی ‏ ‏ ‏ یقیں کرکے جانے کہ ہے مختفی
خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے ‏ ‏ ‏ وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے

کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل
تو باتوں سے لذت اُٹھاتا ہے دل
کہ دلدار کی بات ہے اک غذا
مگر تو ہے مُنکر تجھے اس سے کیا
(دُرِّثمین اُردو)

خدا تعالیٰ کی ہم کلامی کے بارہ میں حضور فرماتے ہیں:

''ہمارا زندہ حی و قیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ تو وہ قدرت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے۔ تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہیے۔ دعائیں قبول کرتا ہے اور قبول کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مشکلات حل کرتا ہے۔ اور جو مردوں کی طرح بیمار ہوں ان کو بھی کثرت دعا سے زندہ کر دیتا ہے۔ اور یہ سب ارادے قبل از وقت اپنے کلام سے بتلا دیتا ہے۔ خدا وہی خدا ہے جو ہمارا خدا ہے۔ وہ اپنے کلام سے جو آئندہ کے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے ہم پر ثابت کرتا ہے کہ زمین و آسمان کا وہی خدا ہے''

(نسیم دعوت صفحہ 82)

جب سے دنیا بنی اور انسان اس معمورہ میں آباد ہوا اُس کی ہدایت اور روحانی راہبری کے لئے خدا تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے وہ اپنے ان چُنیدہ بندوں سے برابر کلام کرتا آیا اور ان پر اپنی رضا مندی کی راہیں ظاہر کرتا رہا ہے۔ جب سے یہ دنیا بنی اس وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے اور جب تک یہ کائنات رہے گی خدا کا

یہ کریمانہ سلوک بھی جاری رہے گا ہر زمانہ کے نبی اور رسول کے ساتھ اُس نے کلام کیا اور اپنی ہستی کا ثبوت خود اُنَا الْمَوْجود کہہ کر پیش کیا یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تو صاف لفظوں میں بتایا کہ:

﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًاO ﴾ (سورۃ النساء آیت نمبر 165)

خداتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خاص کلام کیا۔ حضرت بانی اسلام فخر موجودات سیّد ولدِ آدم حضرت پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے ساتھ جو مکالمہ ومخاطبہ کا شرف حاصل ہوا اس کی تو کوئی مثال ہی نہیں۔ تیس پاروں کا پیارا **قرآن عظیم** سارے کا سارا اسی ہمکلامی کا واضح ثبوت ہے۔ اس کی ایک ایک آیت ایک ایک لفظ اپنی صُوری اور معنوی شکل میں خداتعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت اور کبھی نہ پُرانا ہونے والا زندہ **معجزہ** ہے۔

قرآن کریم کی وحی متلوّ کے ساتھ ساتھ خداتعالیٰ نے تو حضورؐ کے سارے نُطق ہی کو وحی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO﴾

(سورۃ النجم آیت نمبر 5,4)

آپ خواہشات نفسانی سے نہیں بولتے بلکہ حضورؐ کا ہر نطق بارگاہ ایزدی سے وحی کا ایک رنگ رکھتا ہے۔ اور خدا اپنی مصلحت کے ماتحت زبان نبوی سے جاری کراتا ہے۔

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 53)

اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے کلام نازل کیا تو نہیں جانتا تھا کہ

کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتا تھا کہ ایمان کیا ہوتا ہے لیکن ہم نے اس وحی کو نور بنا کر تیرے دل پر نازل کر دیا۔ اس نور کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دے دیتے ہیں۔ اور تو یقیناً لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف لا رہا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًاO﴾

(سورۃ النساء آیت نمبر 114)

اور اللہ نے تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا فضل ہے۔

یہ ہیں چند مثالیں اس امر کے ثبوت میں کہ خدائے قدوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود تعلیم دی اور ایسی وحی الٰہی سے مشرف فرمایا کہ جس کی نظیر کسی دوسر ے نبی میں نہیں ملتی۔

خدا تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف کیسے حاصل ہوتا ہے؟

قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی ہم کلامی کے سلسلہ میں اس سوال پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی ہے کہ ہر کس و ناکس کے ساتھ خدا تعالیٰ کیوں کلام نہیں کرتا؟ چنانچہ پہلے ہی سپارے میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ ؕ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ ؕ تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَO﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 119)

اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی حکمتوں کا علم نہیں رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کیوں ہم

سے براہ راست بات نہیں کرتا یا ہماری تجویز کے مطابق ہی کوئی نشان کیونکر نہیں آ جاتا؟

فرماتا ہے یہ کوئی نیا سوال نہیں اس سے ملتی جلتی باتیں وہ لوگ بھی کیا کرتے تھے جو ان سے پہلے زمانہ کے تھے ان سب کے دل اور خیالات ہم رنگ ہو گئے ہیں ہم تو یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے ہر طرح کے نشانات کھول کر بیان کر چکے ہیں مگر یہ مانتے ہی نہیں۔

اسی طرح سورۃ انعام میں فرمایا:

﴿ وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ ۘ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ ؕ﴾

(سورۃ انعام آیت نمبر 125)

اور جب ان کے پاس کوئی نشان آتا ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک ہمیں ویسا ہی کلام نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون رسول بننے کا مستحق ہے اور کون نہیں۔ خدا کی نظرِ انتخاب ہمیشہ جوہر قابل پر پڑتی ہے جو شخص بھی اس منصبِ عالی کا حق دار ہوتا ہے اُسی کو اس پر فائز کیا جاتا ہے ہر کس و ناکس اس کے قابل نہیں ہو سکتا۔

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

ایسے معترض اگر اپنے ہی معمولات پر غور کریں تو ان کو اپنا تعامل اس کے خلاف نظر نہیں آئیگا۔ دینوی معاملات میں کسی ملک کا بادشاہ یا سربراہ احکام دیتے وقت اپنی وسیع مملکت کے ہر فرد کے ساتھ بات نہیں کیا کرتا بلکہ اپنے احکام مخصوص افراد کے توسط سے جاری کرتا ہے اس لئے روحانی امور میں احکم الحاکمین خدا کے مخصوص مصالح اور خود اپنی شان اور مرتبہ کا لحاظ رکھنا محل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

فصل اوّل

خدا کا بندوں سے طریق کلام وغیرہ

قرآن کریم نے اس امر پر بھی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے کہ خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کلام کرنے کا کیا طریق ہے چنانچہ سورۃ شوریٰ میں تفصیل سے بتایا کہ:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ○﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت 52)

اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ کی شان ﴿عَلِيٌّ﴾ اور اُس کی صفت ﴿حَكِيْم﴾ کا ذکر کر کے وضاحت فرمائی۔ وحی کے معنے اصلی ایسے اشارہ کے ہوئے ہیں جو جلدی سے کیا جائے اور دوسروں کو اُس کا علم نہ ہو سکے۔ خدا تعالیٰ کے کلام کو اسلئے وحی کہتے ہیں کہ اِس میں نزول جلدی جلدی ہوتا ہے اور ملہم کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہوتا۔ سوائے اِس کے اللہ تعالیٰ کسی اور کو بھی اِس میں شامل کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندہ سے کلام کرنے کے تین طریق بیان فرمائے ہیں:

(۱)۔ پہلا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بندہ پر بغیر کسی واسطہ کے نازل ہو۔

(۲)۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الفاظ نازل نہ ہوں بلکہ مضمون کو تعبیر طلب امثال میں یا بے تعبیر نظارہ میں دکھایا جائے اس کو اس آیت میں ﴿مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے یعنی اصل مقصد پردہ کے پیچھے ہوتا ہے۔

(۳)۔ تیسرا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام فرشتہ پر نازل کرے اور فرشتہ بندے تک پہنچا دے۔ (ملخص از تفسیر کبیر جلد 6 سورۃ زلزال)

ایک سوال: اگر یہ سوال ہو کہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے کیا حاصل ہوتا ہے تو قرآن کریم کے اصولی بیان کے مطابق پہلا اور اصل جواب تو وہی ہے جس کا متعدد بار ہم اعادہ کر آئے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی ذات پر حق الیقین پیدا ہو جاتا ہے۔ شخصِ مخاطب کے دل کو ایسا ثبات اور مضبوطی حاصل ہو جاتی ہے کہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم ہو جاتا ہے اور کسی نوع کا ابتلاء اس عقیدہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ مثلاً :

☆ ایک مقام پر قرآن کریم کے قسط وار نزول کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ ﴾ (سورۃ الفرقان آیت نمبر 33)

تا کہ اس کے ذریعہ ہم تیرے دل کو ثبات بخشیں۔

☆ اسی طرح الہام الٰہی کا شرف پانے کے بعد اُس شخصیت میں ہر قسم کی قربانی کرنے کی غیر معمولی جرأت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر ہم انبیاء اور صلحاء کی ہزاروں سال کی تاریخ پر نظر کریں تو اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ فی الوقت بطور نمونہ دو خواتین کی زبردست قربانی اور بے مثال جرأت اور دلیری کو بطور مثال مستحضر کریں۔ دونوں مقدس خواتین نے صنف نازک سے متعلق ہوتے ہوئے وہ کام کر دکھایا کہ ایسے پریشان کن ماحول میں بڑے بڑے دلیر اور جری مردوں کے بھی پسینے چھوٹنے لگتے ہیں۔

یہ دو عظیم خاتون ہیں: حضرت ہاجرہؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ علیہما السلام۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو جب ان کے شوہر محترمؑ نے بتایا کہ خدا کی خاطر میں تم کو اور تمہارے بیٹے کو اس بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑے جا رہا ہوں تو اس متوکل خاتون نے جس پامردی اور وثوق اور اطمینان کے ساتھ جواب دیا وہ بلاشبہ بے نظیر ہے فرمایا:

(اے ابراہیم) اگر خدا کے حکم سے تم ہمیں اس مقام پر چھوڑے جا رہے ہو تو کوئی بات نہیں اس صورت میں خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔!!

تاریخ بتاتی ہے کہ اس جنگل ویرانے میں اکیلی خاتون اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ بڑی ہمت و جرأت کے ساتھ اُسی مقام پر ٹھہری رہی جو اُن دونوں کے لئے بتایا گیا تھا اور ایسا بیاباں کہ ہر وقت اس بات کا اندیشہ موجود تھا کہ کوئی جنگلی جانور بھیڑیا وغیرہ ان کے لختِ جگر کو چیر پھاڑ نہ جائے، پھر نہ پانی نہ خوراک کا سامان، ایک مشکیزہ پانی کا اور کچھ کھجوریں! آخر کتنے دن کفایت کر سکتے ہیں۔!!

اللہ اللہ!! بڑی جرأت ہے اور بڑا ہی پختہ ایمان ہے خدا کی ذات پر۔ یہ وحی والہام ہی کے ذریعہ حاصل شدہ قوت و طاقت تھی جس کے نتیجہ میں ایک عورت ذات نے ایسا کام کر دکھایا کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی وہ سچی مُلہَمہ تھیں اُنہیں خدا کے وعدوں پر ایسا پختہ یقین تھا جس نے اُسے بتایا تھا کہ وہ تو اس بیٹے سے بڑی قومیں بنانے والا ہے اور کہ اس کی نسل خوب پھیلے گی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی وہ قربانی کہ اپنے لختِ جگر کو خدا کے حکم کی تعمیل میں اپنے ہاتھوں صندوق میں ڈالا پھر صندوق کو دریا میں خوفناک لہروں کے حوالہ کر دیا۔!! اور محض خدا کے وعدوں پر بھروسہ کرتے ہوئے نچنت (بے فکر ہو کر) اپنے گھر میں آ جاتی ہے۔ بلاشبہ وہ اُس یقین سے پر تھی کہ خدائی وعدوں کے مطابق ضرور بالضرور اُس کا لال اُس کی گود میں واپس آ جائے گا وہ کہہ چکا ہے۔ ﴿اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْکِ﴾ (سورۃ قصص آیت نمبر 8) ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تیرے لال کو ہم تجھ تک ضرور پھیر لائیں گے۔!!

آج کون ماں ہے جو ایسا کرنے کے لئے تیار ہو!! ماں کی مامتا ہوتے ہوئے موسیٰ کی ماں نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو جو دریا کے حوالے کر دیا وہ صرف اور صرف اُس وحی والہام کے ذریعہ حاصل شدہ ہمت و قوت کا ثمرہ ہے!! اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس بات کا کہ وحی والہام سے ایک انسان کو کیا حاصل ہوتا ہے؟

انسان کی نفسیات میں یہ بات واضح ہے کہ بڑے خطرناک مواقع پر بسا اوقات کسی ہمدرد کا محض ایک کلمہ انسان کے اندر ایسی زبردست قوت اور دلیری بھر دیتا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ جب انسان چاروں طرف سے پریشانیوں اور مشکلات میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں یہ خدائی آواز ہی ہے جو انسان کی ہمت بڑھاتی اور اُس کے اندر اُمید کی شمع روشن رکھتی ہے اور بڑے سے بڑا اِقدام کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

مثال کے طور پر آپ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانۂ نبوت کے ان پریشان کن حالات کا تصور کریں جن کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ط وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُO﴾ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر 47 پارہ 13)

مخالفین نے اسلام اور بانیٔ اسلام کو ہلاک اور تباہ کرنے کے لئے ایسے ایسے خطرناک منصوبے بنائے (اور اللہ کے پاس ان سب کا ریکارڈ موجود ہے) کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے۔!! ایسی شدید مخالفت کے وقت خداوند تعالیٰ اپنے پیارے بندے کے بارہ میں پر از یقین تسلی آمیز طریق پر فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍO﴾

(سورۃ ابراہیم آیت نمبر 48 پارہ 13)

اے مخاطب تو مت خیال کر کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے رسولوں سے کئے ہیں کبھی ان کے خلاف بھی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تو غالب ہے اور برے کاموں کی سزا دینے والا ہے وہ مجرموں کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اپنے بندے کے ساتھ کئے وعدے ضرور بالضرور پورے کرے گا۔ کیسا تسلی آمیز کلام ہے جو ربّ العرش نے اپنے بندے سے کیا اور کس قدر تقویت حاصل ہو جاتی ہے اُن پُرشوکت الفاظ کو سن کر۔ واللّٰہ درّ القائل الجلیل حیث قال ۔

راتوں کو آ کے دیتا ہے مجھ کو تسلیاں

مُردہ خدا کو کیا کروں میرا خدا یہ ہے

(کلام محمودؓ)

سورۃ ابراہیم مکی سورۃ ہے جس کی دو آیتیں اوپر نقل کی گئی ہیں۔ غور کیجئے کس طرح خدائے ذوالمنن اپنے لذیذ اور پرشوکت الہام وکلام کے ذریعہ اپنے مومن بندوں کو تسلی دیتا ہے۔ وہ مکہ والوں کے ہر ظلم وستم اور جور وجفا کو برداشت کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر عجب تر بات یہ کہ سچے وعدوں والے خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق ان مجرموں کو قرار واقعی سزا دی اور خوب دی چنانچہ اگلی ہی آیات میں آنے والے واقعات کو بطور پیشگوئی بتایا:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ O وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ O سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ O لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ O﴾

(سورۃ ابراہیم آیت نمبر 49 تا 52)

دیکھا آپ نے ان الفاظ میں فتح مکہ کے وقت قریش کی حالت کا ہو بہو نقشہ قبل از وقت کس جامع طریق پر کھینچ دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی اگلی آیت میں جو اس سورۃ کی آخری آیت ہے اس کے ذریعہ یہ اعلان بھی کر دیا کہ:

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ O﴾ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر 53)

لوگوں کے نام یہ ایک پیغام ہے جو وقت آنے سے پہلے محض ہوشیار اور متنبہ کرنے کی غرض سے اُن تک پہنچایا جاتا ہے یہ عظیم پیش خبریاں ہیں جو وقت پر پوری ہوں گی اور اس بات کا ثبوت ہوں گی کہ خدائے واحد و یگانہ ہی معبود برحق ہے۔ اس لئے مبارک ہے وہ جو سوجھ بوجھ سے کام لے اور اولوالالباب میں شامل ہو کر اس نصیحت کو پلے باندھ لے۔!!

یہ تو ہوئی دشمنوں کی طرف سے خدا کے محبوب بندے کو نہایت درجہ ایذا دہی کے وقت تسلی آمیز کلام کی ایک مثال جو دشمنانِ حق کے لئے انذار کا پہلو رکھتے ہوئے شاندار طریق پر پورا ہوا۔

اب تبشیری پہلو کی ایک مثال سن لیجئے:

مکی زندگی کے پر خطر ایام تھے۔ جب خدائے ذوالمنن اپنے حبیبؐ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰىO﴾ (سورۃ الضحی آیت 5)

ہر آنے والی گھڑی تیرے لئے پہلے گھڑی سے اچھی ہوگی۔!!

دیکھنے میں تو یہ چند الفاظ کا کلام ہے مگر اس کے اندر جس قدر اَخبار غیبیہ بھری پڑی ہیں جس قدر تابناک مستقبل کی خبریں اور ہر طرح کی تسلیاں دی گئی ہیں تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد کے حالات ساری دنیا کے سامنے ہیں حیات طیبہ کی ایک ایک ساعت نے اس وعدہ الٰہی کی صداقت کو ثابت کر دکھایا۔ (کسی قدر مزید تفصیل مضمون کے اگلے حصہ میں آتی ہے)

سب واقعات خواہ انذاری رنگ کے ہوں یا تبشیری نوعیت کے، ان پر غور کرنے سے بلاشبہ خدا کی ذات پر انسان کا یقین پختہ ہوتا ہے اور معبود حقیقی کی ہمکلامی کی تاثیراتِ عظیمہ کا پتہ چلتا ہے۔!!

الہام الٰہی کے بارہ میں چند پُر معارف اقتباسات

اس اہم موضوع پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور آپ کے ملفوظات میں سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔اب ہم چند ضروری اقتباسات مسئلہ کی

وضاحت کے لئے درج کرتے ہیں:

(1) حضورؑ اپنی مشہور و معروف کتاب ازالہ اوہام میں **ضرورت الہام** کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہم ایک بڑے بھاری مطلب کے لئے جو یقینی معرفت ہے پیدا کئے گئے ہیں اور وہی معرفت ہماری نجات کا مدار بھی ہے جو ہر یک خبیث اور مغشوش طریق سے ہمیں آزادی بخش کر ایک پاک اور شفاف دریا کے کنارے پر ہمارا منہ رکھ دیتی ہے اور وہ صرف بذریعہ الہام الٰہی ہمیں ملتی ہے۔ جب ہم اپنے نفس سے بکلی فنا ہو کر دردمند دل کے ساتھ لایدرک وجود میں ایک گہرا غوطہ مارتے ہیں تو ہماری بشریت الوہیت کے دریا میں پڑنے سے عندالعود کچھ آثار و انوار اس عالم کے ساتھ لے آتی ہے سو جس چیز کو اس دنیا کے لوگ بنظرِ حقارت دیکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی ایک چیز ہے جو مدت کے جدا شدہ کو ایک دم میں اپنے محبوب سے ملاتی ہے۔ وہی ہے جس سے عشاق الٰہی تسلی پاتے ہیں۔ اور طرح طرح کی نفسانی قیدوں سے بیک بار اپنا پَیر باہر نکال لیتی ہے۔ جب تک وہ سچی روشنی دلوں پر نازل نہ ہو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ کوئی دل منور ہو سکے۔ غرض انسانی عقل کی ناقابلیت اور رسمی علوم کی محدودیت ضرورتِ الہام پر شہادت دے رہی ہے''۔ (ازالہ اوہام صفحہ 432-431)

حضور اپنے معرکۃ الآراء لیکچر ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' میں الہام کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ الہام کے لفظ سے اس جگہ یہ مراد نہیں کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے۔ جیسا کہ جب شاعر شعر کے بنانے میں کوشش کرتا ہے یا ایک مصرع بنا کر دوسرا سوچتا رہتا ہے تو دوسرا مصرع دل

میں پڑتا ہے۔سو یہ دل میں پڑ جانا الہام نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کا قانون قدرت کے موافق اپنے فکراور سوچ کا ایک نتیجہ ہے۔ جو شخص اچھی باتیں سوچتا ہے یا بری باتوں کے لئے فکر کرتا ہے اس کی تلاش کے موافق کوئی بات ضرور اُس کے دل میں پڑ جاتی ہے۔ایک شخص مثلاً نیک اور راستباز آدمی ہے جو سچائی کی حمایت میں چند شعر بناتا ہے اور دوسرا شخص جو ایک گندہ اور پلید آدمی ہے اپنے شعروں میں جھوٹ کی حمایت کرتا ہے اور راستبازوں کو گالیاں نکالتا ہے تو بلاشبہ یہ دونوں کچھ نہ کچھ شعر بنالیں گے۔ بلکہ کچھ تعجب نہیں کہ وہ راستبازوں کا دشمن جو جھوٹ کی حمایت کرتا ہے بباعث دائمی مشق کے اُس کا شعر عمدہ ہو۔سواگر صرف دل میں پڑ جانے کا نام الہام ہے تو پھر ایک بدمعاش شاعر جو راستبازی اور راستبازوں کا دشمن اور ہمیشہ حق کی مخالفت کے لئے قلم اُٹھاتا ہے۔اور افتراؤں سے کام لیتا ہے خدا کا ملہم کہلائے گا۔ دنیا میں ناولوں وغیرہ میں جادو بیانیاں پائی جاتی ہیں اورتم دیکھتے ہو کہ اس طرح سراسر باطل مگر مسلسل مضمون لوگوں کے دلوں مین پڑتے ہیں۔ کیا ہم ان کو الہام کہہ سکتے ہیں؟ بلکہ اگر الہام صرف دل میں بعض باتیں پڑ جانے کا نام ہے تو ایک چور بھی ملہم کہلا سکتا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات فکر کر کے اچھے اچھے طریقِ نقب زنی کے نکال لیتا ہے۔اور عمدہ عمدہ تدبیریں ڈاکہ مارنے اور خون ناحق کرنے کی اس کے دل میں گزر جاتی ہیں تو کیا لائق ہے کہ ہم ان تمام ناپاک طریقوں کا نام الہام رکھ دیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اُن لوگوں کا خیال ہے جن کو اب تک سچے خدا کی خبر نہیں جو آپ خاص مکالمہ سے دلوں کو تسلی دیتا اور ناواقفوں کو روحانی علوم سے معرفت بخشتا ہے۔

الہام کیا چیز ہے؟ یہ وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے ایک زندہ اور

با قدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے سو جب یہ مکالمہ اور مخالطبہ کافی اور تسلی بخش سلسلہ کے ساتھ شروع ہو جائے اور اس میں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہ ہو اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سروپا لفظ ہوں۔ اور کلام لذیذ اور پرحکمت اور پرشوکت ہو تو وہ خدا کا کلام ہے جس سے وہ اپنے بندے کو تسلی دینا چاہتا ہے اور اپنے تئیں اُس پر ظاہر کرتا ہے۔'' -----

----

''سچا اور پاک الہام الوہیت کے بڑے بڑے کرشمے دکھلاتا ہے۔ بارہا ایک نہایت چمکدار نور پیدا ہوتا ہے اور ساتھ اس کے پرشوکت اور ایک چمکدار الہام آتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ مُلہَم اُس ذات سے باتیں کرتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ دنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا سے باتیں کرے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ نمبر 123 تا 126)

فصل دوم

اظہار علی الغیب

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''ضرورت الامام'' میں سچے الہام پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ اس میں پیشگوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔''

(ضرورت الامام صفحہ 18)

الوہیت کی صفات خاصہ میں سے ایک امتیازی صفت خدا تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا

ہے۔قرآن کریم نے بھی معبودِ حقیقی کی طرف اسی صفت کو زوردار الفاظ میں منسوب کیا ہے فرماتا ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝﴾ (سورۃ الجن آیت نمبر 27 تا 29)

غیب کو جاننے والا وہی خدا ہے وہ اپنے غیب کے بارہ میں کسی کو بکثرت اطلاع نہیں بخشتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ اس کام کے لئے پسند کر لیتا ہے۔اور اس رسول کی یہ شان ہے کہ اس کے دائیں بھی اور اُس کے پیچھے بھی محافظ فرشتوں کی گارڈ چلتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو دنیا پر ظاہر کر دے کہ ان رسولوں نے اپنے ربّ کے پیغام کو لوگوں تک اچھی طرح پہنچا دیا ہے اور وہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اس کو احاطہ میں رکھتا ہے اور ہر چیز کو گن رکھتا ہے۔

پس پردہ کیا ہے سوائے خدائے عالم الغیب والشہادہ کے کسی کو علم نہیں ہاں جس طرح آیت مذکورہ میں بیان ہوا ہر زمانہ میں خدا اپنے چیندہ بندوں پر اپنے غیبی علوم میں سے کچھ حصہ ظاہر کرتا ہے وہ لوگوں کو قبل از وقوع ان امور کے بارہ میں خبردار کرتے ہیں۔ جب وہ وقت آجاتا ہے جو اس امر کے لئے خدائے علیم وخبیر نے مقرر کر رکھا ہوتا ہے تو خدا کے رسول کی بتائی ہوئی بات پوری ہوتی ہے اور دنیا پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو بات پسِ پردہ تھی اور بشریت کے محدود علم سے بعید تھا کہ قبل از ظہور اس کا علم کسی شخص کو ہو جاتا۔ضرور ہے کہ اس مردِ کامل کا تعلق کسی ایسی ہستی سے ہو جس کو علم غیب پر کامل دسترس حاصل ہو اور قدیم سے اس کی عادت اسی طرح پر چلی آرہی ہے کہ وہ خاص خاص بندوں کو اس نوع کی بعض باتیں بتا دیتا ہے جو اُس بندے کے صدق دعویٰ کے ساتھ ساتھ خدا کے وجود پر بھی زبردست دلیل ٹھہرتی ہے۔

قرآن کریم ایسی غیبی خبروں سے بھرا ہوا ہے صدہا غیبی باتیں اُس وقت ظاہر

ہوئیں جب ابھی قرآن کریم کا نزول ہو رہا تھا اور ہزاروں باتیں ایسی ہیں جن کا ظہور اب ہو رہا ہے۔ اگر ہم اس بات کو پوری تفصیل سے بیان کرنا چاہیں تو اس کے لئے الگ ایک دفتر درکار ہے اس لئے مقالہ کی محدود وسعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بطور نمونہ چند ایسے غیبی امور کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جن کا ظہور حال ہی کے زمانہ میں ہوا۔ ایسا با دلائل تذکرہ الحاد، بے دینی بلکہ خدا بیزاری کے اس پر آشوب زمانہ میں ایسی منہ بولتی شہادت فراہم کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا ناقابل تردید اور روشن ثبوت ہے۔

یہود کے عروج وزوال کے بارہ میں عظیم الشان غیبی خبریں

(1) اس ضمن میں پہلے نمبر پر یہود کے بارہ میں غیبی خبریں ہیں جن میں یہود پر ذلت، مسکنت اور غضب الٰہی نازل ہونے کے ساتھ ساتھ یہود کے عروج وزوال کے متعلق ایسے غیر معمولی امور کی خبریں دی گئی ہیں جو نزول قرآن کے زمانہ کے بعد ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ قبل اس کے کہ یہ تمام تفصیل پیش کی جائے قرآن کریم کی حسب ذیل چار آیات کے مضامین کو ترتیب وار ملحوظ خاطر رکھ لینا ضروری ہے:

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 62)

(2) سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ O﴾

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 113)

(3) سورۃ مائدہ میں فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَO﴾

(سورۃ مائدہ آیت نمبر 79)

(4) چوتھے نمبر پر سورۃ اعراف میں فرمایا:

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 168)

ان چاروں آیتوں کا مشترکہ بیان مختصراً یہ ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 62 میں یہود پر ذلت، مسکنت اور غضبِ الٰہی نازل ہونے کی وعید کا ذکر ہے۔

دوسرے نمبر پر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 113 میں یہود پر غضب الٰہی نازل ہونے اور ہر جگہ ذلت اور مسکنت اٹھانے کی وعید کے ساتھ اس آیت میں ﴿اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ کے الفاظ بڑھا کر یہود کی ایسی ذلت سے بچنے کی دو صورتیں بتا دی ہیں۔

تیسری آیت سورۃ مائدہ کی ہے۔ اس میں غضب الٰہی کی دو بیّن صورتوں کا بیان ہے۔ ان کے لئے لعنت کا لفظ استعمال کیا۔ اور بتایا کہ یہود پر ایسی لعنت دو بار پڑی پہلے

حضرت داوٗد علیہ السلام کی زبان سے جس کے نتیجہ میں وہ حکومت سے محروم کردئے گئے ۔ حضرت داوٗدؑ کے بعد ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کی شاندار حکومت کے بعد یہود پر ایسا زوال وادبار آیا کہ اس قوم کے پہلے دن لوٹ کر نہ آسکے۔

اور دوسری بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت پڑی جس کے نتیجہ میں نبوت کی روحانی نعمت سے محروم کردئے گئے۔ تب بنی اسرائیل سے سلسلہ نبوت ختم ہو کر بنی اسمٰعیلؑ میں جاری ہوگیا۔ اور یہ جو سورۃ بنی اسرائیل میں قرآن کریم نے

﴿ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ط﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 61)

کا ذکر فرمایا ہے تو اسی لعنت کے سبب قوم یہود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو بار بار نبیوں کے خلاف شر وفساد برپا کرنے کے سبب خدا کی لعنت کے مورد ہوئے۔

مذکورۃ الصدر چار آیات میں سے چوتھی آیت (اعراف نمبر 118) میں یہود پر وارد کی گئی ذلت کی گویا تفصیل بتائی کہ ان پر ہمیشہ ایسے جابر سخت گیر افراد مسلط رہیں گے جو ان سے اذیت ناک سلوک کرتے رہیں گے۔ اور فرمایا کہ یہ سلسلہ الٰی یومِ القیامۃ رہے گا۔ یہ یوم قیامت کونسا ہے اس کے لئے آیت کریمہ کا آخری حصہ خاص طور پر قابل غور ہے یعنی ﴿ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O﴾ ۔ یہ حصہ دو تاکیدی جملوں پر مشتمل ہے اور دونوں جملوں کی اندرونی ترکیب اس طرح ہے کہ سریع العقاب کی جلالی صفت کے ساتھ رحمت کی دو صفتوں کا ذکر ہے۔ یہ سب امور ایک نئے اور لطیف مضمون کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور الٰی یومِ القیامۃ کی تحدید و تخصیص سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت سے مراد معروف قیامت کبریٰ نہیں بلکہ قیامت سے مراد مسیح موعودؑ کی بعثت کا زمانہ ہے چنانچہ احادیث کے مطالعہ سے اس امر کی قطعیت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ احادیث میں واضح طور پر مسیح موعودؑ کے زمانہ کو الساعۃ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور الساعۃ اور قیامۃ دونوں لفظ ایک ہی معنوں میں آئے ہیں

مثلاً مشکوۃ شریف مجتبائی میں صفحہ نمبر 469 پر ایک باب کا عنوان ہے ’’باب اشراط الساعة‘‘ اس پر نمبر 2 کا حاشیہ دیکر لکھا ہے اے علامات القیامة اور پھر اس کے تحت جو علامات بیان کی گئی ہیں ان میں بیشتر علامات کا زمانۂ مسیح موعودؑ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اسی باب میں صفحہ 470 پر ترمذی شریف کے حوالہ سے حضرت انسؓ سے ایک روایت اس طرح نقل کی گئی ہے:

لاتقوم الساعة حتى يتقارب الزمان فتكون السنة كالشهر والشهر كالجمعة وتكون الجمعة كاليوم ويكون اليوم كا الساعة وتكون الساعة كالضرمة من بالنار۔

(کتاب افتن باب اشراط الساعة ص 470)

اسی طرح اگلے صفحہ پر حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے ترمذی کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ:

لا تقوم الساعة حتى تكلم السباع الانس وحتى تُكلم الرجلَ عَذَبةُ سوطِهِ وَشِرالك نَعْلِهِ ويُنْجِرُهٗ بما اَحْدَثَ اَهْلُهٗ۔

(کتاب افتن باب اشراط الساعة ص 471)

غور فرمائیے یہ سب باتیں کس تفصیل کے ساتھ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں صنعتی ترقی اور سائنسی ایجادات کے نتیجہ میں ذرائع حمل ونقل میں سہولتیں آجانے اور بہت سے کام بسرعت سرانجام پانے سے متعلق ہیں حتی کہ صنعتی ترقی کے سلسلہ میں ہر چیز کے نام اور دام اُس چیز کے اُوپر کندہ ہونے یا لکھے جانے سے گویا وہ چیز خود بولتی ہے کہ اتنی قیمت کی ہے فلاں جگہ بنی اور فلاں تاریخ تک قابل استعمال ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کو ہم میں سے ہر شخص بچشم خود مشاہدہ کررہا ہے۔

(ب) علاوہ احادیث کے اس واضح اور مخصوص انداز بیان کے جو الساعۃ بمعنی

قیامۃ لفظ کو زمانہ بعثت مسیح موعود و مہدی معہود کو ظاہر کرتی ہیں، خود قرآن کریم کا اس کے حق میں نا قابل تردید ثبوت سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 105 سے ملتا ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا O﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 105)

یہود کے لئے دو خوفناک تباہیاں

قبل اس کے کہ سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت کریمہ کی روشنی میں زبردست غیبی امور کا ذکر کیا جائے یہود کی نسبت کچھ اور الٰہی تقدیروں کا ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔

یہود کی پے در پے شرارتوں اور نبیوں کے ساتھ ناروا سلوک کرنے کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان پر دو تباہیاں آنے کی تنبیہ کی گئی تھی۔ جسے قرآن کریم نے سورۃ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں بائبل کے حوالہ سے بتایا ہے کہ:

﴿وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا O فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ط وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا O ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا O اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا O عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا م وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا O﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 5 تا 9)

بنی اسرائیل پر پہلی تباہی

بائبل اور قرآن کریم کے اس بیان کے مطابق بنی اسرائیل پر پہلی تباہی 586، قبل مسیح بابلیوں کے ذریعہ آئی جب بیت المقدس کی فصیل گرادی گئی، شہر برباد کر دیا گیا اور یہودی بادشاہ کو پکڑ کر اُس کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ اس تباہی کے 150 سال بعد ﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ﴾ کا ظہور ہوا۔ چنانچہ 445 قبل مسیح میدا ور فارس کے بادشاہ خورس نے بابل فتح کرلیا اور اس موقعہ پر یہود نے اس کی مدد کی تھی جس کے صلہ میں یہود کو یوروشلم جانے کی اجازت ہوئی اور بادشاہ خورس نے نحمیا نبی کو ان کے ساتھ بھیجا تا وہ یروشلم اور دوسرے یہودی مقامات کو دوبارہ آباد کریں۔

یہ یہود کا دوسری بار ارضِ مقدس میں داخلہ ہوا۔ (پہلی بار اُس وقت ہوا تھا جبکہ فرعون غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے چالیس سال بعد خدا کے حکم سے وہ ارض مقدسہ میں وارد ہوئے

یہود کی دوسری تباہی

یہود کی دوسری بار کی تباہی کا ذکر قرآن کریم سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 8 میں ہوا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اس آیت میں یہود کے دوسرے فساد کی خبر دی گئی ہے پھر اس کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ فساد ان کا حضرت عیسیٰ کو دکھ دینا اور سزا ان کا رومیوں کے ہاتھوں سے تباہ ہونا تھا۔ یہ واقعہ صلیب کے واقعہ کے ستر سال بعد کا ہے۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ واقعہ ہوا کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے ان کی عمر 120 سال تھی اور تینتیس سال کی عمر میں وہ صلیب پر لٹکائے گئے۔

اس عذاب کی تفصیل یہ ہے کہ ویسپین نامی ایک رُومی جرنیل تھا اُسے بادشاہ روم نے یہود کی سرکشیوں کی وجہ سے ان کی سرکوبی کا حکم دیا تھا جب یہ اس کا حکم بجالانے میں مشغول تھا اسے ایک کشف نظر آیا جس کی تعبیر اس نے یہ کی کہ مجھے روم واپس جانا چاہیئے کیونکہ وہاں سے فسادات کی خبریں آ رہی تھیں۔ اس کے واپس لوٹنے پر وہاں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اسے بادشاہ بنا دیا گیا۔ اور اس نے اپنے بیٹے ٹائٹس کو فلسطینی مُہم کا افسر مقرر کر دیا جس نے یروشلم کو 70ء بعد مسیح، فتح کر کے اس کے گرائے جانے کا حکم دیا اور شہر کی دیواروں اور مسجد کو گرا دیا گیا۔ اور یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا گو 135ء میں یہود نے پھر ایک ناکام بغاوت کی مگر وہ صرف چراغ سحری کے آخری شعلے کی سی حیثیت رکھتی تھی''۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ جیو ار ہسٹو ریز ہسٹری آف دی ورلڈ بحوالہ تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 801 (مولفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) تفسیر کبیر نیا ایڈیشن جلد چہارم صفحہ 305)

دیکھئے بائبل تو اس حد تک بیان کرنے کے بعد بالکل خاموش ہے اور یہ خاموشی بجا ہے اس لئے کہ اس کے بعد بائبل کا زمانہ ختم ہو جانا تھا۔ اور قرآن کریم کا زمانہ شروع ہو جانا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے نہ صرف یہ کہ بائبل کی ان ضروری باتوں کو دہرایا ہے بلکہ ساتھ ہی بہت سے مزید غیبی امور سے بھی پردہ اُٹھایا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے معاً بعد اگلی آیت میں ﴿ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا م وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا O ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 9) کہہ کر یہود کو خدا کی ابدی رحمت کی طرف دعوت دی یعنی حلقہ بگوش اسلام ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کریں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا تا ان کو بھی رحمت الٰہی کے سامان میسر آ جائیں۔ بایں ہمہ متنبہ کر دیا کہ اگر تم نے اس موقعہ سے فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ اپنی

سابقہ کجروی کو جاری رکھا تو تم خدا تعالیٰ کی عقوبت سے بچ نہیں سکتے وہ بھی تمہارا پیچھا کرنے کے لئے تیار ہے تب ایسی تباہی تم پر نازل ہوگی جو جہنم کا نمونہ ہوگی۔

یہود کی اس آخری اور عبرتناک تباہی سے پہلے قرآن کریم کی رو سے یہود کا اکناف عالم سے ارض مقدسہ ''فلسطین'' میں تیسری بار داخلہ بھی مقدر ہے۔اور اُسی وقت ﴿ إِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ﴾ کی بات بھی پوری ہوگی یعنی ارض مقدسہ میں جمع ہو جانے کے باوجود اے یہود! جب تم دنیا میں پھر شر وفساد برپا کرو گے اور اپنی آخری تباہی کو خود آواز دو گے تو ﴿ عُدْنَا ﴾ ہم بھی عبرتناک سزا کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔

یہ تیسری بار یہود کا ارض مقدسہ میں داخلہ ہے اس کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل ہی کے آخری رکوع میں ہوا ہے کہ ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا O ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 105) یعنی پھر جب پچھلی بار کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئیگا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق فتح البیان کے مصنف لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک وعد الآخرۃ سے اس جگہ مسیح موعودؑ کا نزول مراد ہے۔

(دوم) اس آیت کریمہ کے ابتدائی الفاظ ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ ﴾ بظاہر یہود کی دوسری تباہی کے بیان سے ملتے جلتے ہیں لیکن آیت کے دوسرے حصہ سے ظاہر ہے کہ اس میں یہود کو اکٹھا کر کے لے جانے کی ایک غیبی خبر بتائی گئی ہے۔ جو یہود کی تباہی سے بالکل مختلف ہے۔ یہود کے ساتھ تعلق رکھنے والے دونوں وعدوں میں جن کا ذکر اس سورۃ کے پہلے رکوع میں ہے بنی اسرائیل کے اکٹھا کرنے کا ذکر نہیں بلکہ ان کے پراگندہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے برخلاف اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے وعدے کے وقت بنی اسرائیل کو پھر ارض مقدسہ میں لایا جائے گا۔ ایسے بیّن فرق سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ دوسرا وعدہ کوئی اور ہے اور کہ اس دوسرے وعدے کے ساتھ کوئی پہلا وعدہ بھی ہے!! وہ وعدہ کیا ہے؟

''جب ہم غور کرتے ہیں تو ان دو وعدوں کا ذکر قرآن کریم میں

اس طرح ملتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کے ایک حصہ کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ اہل کتاب کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ پس ان دونوں باتوں کو ملا کر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی طرح دو عذاب کے وعدے مسلمانوں کے لئے بھی کئے گئے ہیں۔ اور اس جگہ وعدالاخرۃ سے مراد مسلمانوں کے دوسرے عذاب کا وعدہ ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جب مسلمانوں پر یہ عذاب آنے کا وقت آئے گا تو دوسری دفعہ ارض مقدسہ کچھ عرصہ کے لئے اُن کے ہاتھ سے نکل جائے گی، اُس وقت اللہ تعالیٰ پھر تم کو اس ملک میں واپس لے آئے گا۔''

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں پر پہلا عذاب خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ پر آیا یہ 556ھ کا واقعہ ہے اس کا موجب بھی وہی ہے ایک وحشی قوم نے بغداد پر حملہ کر دیا جو اپنی وحشت اور اجنبیت کے لحاظ سے بابلی قوم کی مثیل تھی۔ 18 لاکھ مسلمان صرف بغداد اور اس کے گرد و نواح میں قتل کیا گیا''

(ملخص از تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

یہود کی تباہی کی طرح مسلمانوں پر دوسری تباہی بھی الٰہی نوشتوں کے مطابق آنی تھی آیت کریمہ کے بیان کے مطابق نہ صرف یہ کہ مسیح موعودؑ کی بعثت کے زمانہ میں اس وعید کا پورا ہونا مقدر تھا بلکہ دونوں سلسلوں (محمدی سلسلہ اور موسوی سلسلہ) میں واقعات کی یکسانیت بھی ایک عجب قسم کا توارد رکھتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے ستّر سال (70) بعد یہود پر دوسری تباہی آئی یہاں بھی ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ 1897 میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مسیحیوں کی طرف سے اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ گورداسپور کی عدالت میں دائر ہوا۔ اور اہلحدیث کے لیڈر مولوی

محمد حسین صاحب بٹالوی مسیحیوں کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے کیپٹن ڈگلس کے دل کو حضور علیہ السلام کی طرف پھیر دیا اور موصوف نے ذاتی نگرانی میں مقدمہ کی دوبارہ تحقیق کرائی اور مقدمہ سراسر جھوٹا ثابت ہوا اور آپؑ باعزت طور پر بری ہوئے۔ ویسے مسیحیوں اور ان کی تائید میں مخالف علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تختہ دار پر لٹکائے جانے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔!!

اب واقعات کا دوسرا رخ ملاحظہ ہوا ادھر جھوٹے مقدمہ اقدام قتل کا منصوبہ مسیحیوں کی طرف سے دائر ہوا۔ اُدھر اس سال یعنی 1897ء میں ایک یہودی صحافی اور ڈرامانویس نے ''یہودی ریاست'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں تحریک کی گئی کہ فلسطین کو بیت الیہود بنایا جائے اس نے ہوتے ہوتے اسرائیل کی باقاعدہ سلطنت بنانے کے منصوبہ کی شکل اختیار کرلی۔ بالآخر امریکہ برطانیہ اور رُوس تینوں کے اتفاق سے 1948ء میں اسرائیل نام کی ایک سلطنت بنادی گئی۔ اور ہزاروں کی تعداد میں اکناف عالم سے یہود کا داخلہ ارض فلسطین میں شروع ہوگیا۔ اس طرح یہود کی ایک آزاد مملکت قائم ہوکر ان کے وقتی عروج کا ایک دفعہ پھر سامان مکمل ہوگیا جو حبل من الناس کے بل بوتے پر ہوا۔ تب ان کو حکومت کی آڑ میں شر و فساد برپا کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی۔

اکناف عالم سے ارض فلسطین میں وارد ہونے والے یہود اپنے ساتھ دولت کے انبار لائے تھے کچھ حکومت کا نشہ تھا انہوں نے بڑی سرعت کے ساتھ عرب فلسطینیوں کو اُن کی اَملاک سے بے دخل کرنا شروع کردیا حتیٰ کہ لاکھوں کی تعداد میں عرب باشندے ترک وطن کرنے پر مجبور ہوگئے۔

ادھر مسیح موعود علیہ السلام پر اقدام قتل کا مقدمہ پر حساب کی رو سے ٹھیک ستّر سال 1967 میں پورے ہوتے ہیں اور اُدھر جون 1967ء ہی میں عرب اسرائیل جنگ ہوئی جس میں عربوں کو کمر توڑ شکست ہوئی اس موقعہ پر مراکش کے شاہ حسین نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ یہ شکست ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔ لائیلپور کے ہفت روزہ المنبر کا ''عرب اسرائیل جنگ نمبر'' بتاریخ 8/15 ستمبر 1967ء نکلا اس میں ''مولانا محمد یوسف

بنوری کا ایک مفصل مضمون بعنوان ''عالم اسلام پر یکا یک نزع کا عالم طاری ہوگیا۔'' شائع ہوا۔اس میں عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی شکست کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اور بتایا کہ مسلمانوں کی اپنی شامت اعمال کا یہ نتیجہ ہے اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''یہاں لکھ چکا تھا کہ جنگ مورخہ 14 جون 1967ء میں مراکش کے شاہ حسین کا بیان نظر سے گزرا جس سے میری معروضات بالا کی تائید ہوتی ہے۔اقتباس ملاحظہ ہو:

شاہ حسین کا اعتراف

فرمایا: مشرق اوسط کی حالیہ جنگ میں عربوں کی شکست کی سب سے بڑی وجہ عرب ریاستوں کا عدم اتحاد اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے گناہ ہیں۔ خدا نے ہمیں ہمارے گناہوں کی سزا دی ہے اور ہمیں متحد ہونے کی ہدایت کی ہے خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کی توہین نہ کی جائے اور ہم نے زبانی اور تحریری طور پر ایک دوسرے کی توہین کی ہے۔خدا نے ہمیں ایک اور موقعہ دیا ہے کہ ہم اس کے دیئے ہوئے احکامات کی پابندی کریں اور اپنی زندگی کو خدائی قانون کے مطابق ڈھالیں خدا نے ہم سے اس لئے آنکھیں موڑ لیں کہ ہم خود اس سے دور ہو گئے۔''

باضمیر بادشاہ نے صفائی سے جن حقائق کا اعتراف کیا ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ نے ان حقائق کو نیہ کا اتنا واشگاف اعلان کیا ہے اور اسلامی تاریخ نے اس کے لئے اتنے شواہد جمع کر دئے ہیں کہ جس دل میں نور ایمان کا کوئی ذرہ موجود ہو اور جو پوری طرح مسخ نہ ہوگیا ہو وہ ان کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

(المنبر لائیلپور 8 تا 14 ستمبر 1967ء صفحہ 25 کالم نمبر 2)

واقعات کی تمام کڑیاں اور جملہ تفصیلات قرآن کریم کی بیان فرمودہ عظیم الشان پیش خبریوں کی صحت کا بیّن ثبوت ہیں۔ایک کڑی دوسری کڑی کے ساتھ جس مناسبت سے ملتی چلی جا رہی ہے ان کے پیچھے اُس خدائے علیم وحکیم کی قدرت وحکمت کاملہ کام کرتی نظر آتی ہے جس نے 14 سو سال پہلے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی اور ایسی غیبی

خبروں سے باخبر کیا جن کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا اور آج ایک دنیا مان چکی ہے کہ وہی ملعون قوم جس کے تین لاکھ افراد کو جرمنی نے گیس چیمبر میں رکھ کر صرف اس لئے ہلاک کر دیا کہ وہ یہودی ہیں۔

یورپ کے دوسرے ممالک میں جو ذلت آمیز سلوک ہزاروں سال سے اُن کے ساتھ ہوتا رہا ایک کھلی کتاب ہے وہی یہود آج اکناف عالم سے نہ صرف ارض فلسطین میں جمع ہو چکے ہیں بلکہ ان کے شر و فساد کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ جون 1967ء کا عرب اسرائیل تصادم ان لوگوں کی کھلی جارحیت کا عملی ثبوت دے چکا ہے اور مسجد اقصیٰ کی آتش زنی کی حرکت ان کے دیگر خفیہ مذموم عزائم سے پردہ اُٹھا دیتی ہے۔

یہاں تک تو یہود کے آخری بار گویا عالمگیر رنگ میں شر و فساد برپا کرنے کے عروج کی پیشگوئیوں کا بیان ہے جو اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ایک ایک کر کے روز روشن کی طرح پوری ہو چکی ہیں۔ رہا یہود کا عبرتناک زوال بلکہ تباہی سو اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔!!

(2) یاجوج ماجوج کا خروج

ان کا عروج وزوال

دوسری زبردست غیبی خبر (جو بجائے خود بیشار خبروں پر مشتمل ہے) جو اس زمانے کے ساتھ خاص طور پر تعلق رکھتی ہے۔ اور عالم الغیب خدا نے اپنے حبیب سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمائی۔ وہ یاجوج ماجوج سے متعلق ہے۔ یعنی یاجوج ماجوج کے ہمہ گیر غلبہ اُن کے سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے ساری دنیا پر مسلط ہو جانے، ناقابل تسخیر طاقت بن جانے، محیر العقول سائنسی ایجادات کے سبب ساری دنیا کو اپنے زیر نگیں کر لینے اور بالآخر اس مہیب قوت کے لئے خوفناک تباہی اور عبرتناک بربادی کی شاخ در شاخ پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اس کے ساتھ ہی یہود کے عبرتناک انجام اور

زبردست تباہی کا بھی ذکر آ جاتا ہے۔

یہ یاجوج ماجوج کون ہیں؟ اس کے لئے ہمیں بائبل سے کافی روشنی ملتی ہے بائبل نے سب سے پہلے دنیا کو یاجوج ماجوج سے متعارف کرایا ہے۔ چنانچہ حزقیل نبی کی کتاب کے باب 39 میں روس کو یاجوج اور انگلستان کو ماجوج قرار دیا گیا ہے۔ پرانے مؤرخوں کا بیان ہے کہ یاجوج ماجوج سیدیز کا نام ہے جو کوہ قاف اور بحیرۂ اخضر کے اوپر رہتے تھے بائبل کی پیشگوئی کے وقت ایران پر بھی انہیں اقوام کا قبضہ تھا تب میدا اور فارس کے بادشاہ خورس نے ان کو شکست دیکر ایران کو ان کے قبضہ سے آزاد کرایا۔

قرآن کریم میں ان کا دو مقامات پر ذکر آتا ہے اوّل سورۃ کہف رکوع 11 میں دوم سورۃ انبیاء رکوع 7 میں۔ سورۃ الکھف کے اس مقام میں بتایا گیا ہے کہ خورس نے ایک سفر ایران سے شمالی جانب بُحیرہ کیسپین اور کوہ قاف کے درمیانی علاقہ کی جانب کیا اس علاقہ کو درہ دربند کے نام سے پکارا جاتا تھا ایران کے اس علاقے کے رہنے والوں نے خورس سے شکایت کی کہ درہ دربند کے راستے شمالی ممالک کے لوگ جنوبی ممالک پر حملے کرتے ہیں۔ ان کے حملوں سے بچانے کے لئے اس جگہ مضبوط دیوار بنا دی جائے۔ چنانچہ اس سفر میں خود اس نے پچاس میل لمبی مضبوط دیوار تعمیر کروائی۔ تعمیر کے وقت 29 فٹ اونچی اور دس فٹ چوڑی تھی اس میں لوہے کے دروازے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نگرانوں کے لئے مینار بنے ہوئے تھے تاکہ نگرانی کی جا سکے یہ دیوار بحیرۂ اخضر سے کوہ قاف تک چلی گئی تھی۔

اس دیوار کا وقتی طور پر تو یہ فائدہ ہوا کہ جنوبی علاقے شمالی حملہ آوروں سے محفوظ ہو گئے لیکن اس کا ایک لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ شمالی علاقوں کے رہنے والے اوپر کو دھکیل دئے گئے اور یہ علاقہ اُس زمانہ میں نہایت ردّی اور حقیر تھا۔ اس کے مقابلہ میں جنوبی علاقے زرخیز تھے اس علاقے کی زرخیزی ہی شمالی حملہ آوروں کو اس طرف راغب کرتی تھی۔ دیوار بن جانے سے ان کی یہ خواہش بالجبر دب گئی۔ لیکن اندر ہی اندر ان کے دلوں میں ان زرخیز علاقوں میں گھسنے کی خواہش بڑھتی گئی۔

دوسرا اثر اس دیوار کی تعمیر سے یہ ظاہر ہوا کہ شامی علاقوں کے بسنے والوں کا اپنا کوئی مذہب نہ تھا۔ وہ سب مشرک تھے البتہ دنیا کے پرانے مذاہب میں سے ان لوگوں کو صرف مسیحیت سے واسطہ پڑا اور آہستہ آہستہ یہ اقوام سب کی سب مسیحی ہوگئیں اس طرح دوسری دنیا کے مقابلہ میں ایک زبردست جتھہ بن گئیں اس طرح مذہبی عداوت کا بیج بھی بویا گیا۔

یاجوج ماجوج اور دجال

اس جگہ ایک اور بات بھی ملحوظ خاطر رکھ لینی ضروری ہے۔ کہ اسلامی روایات کی رو سے یاجوج ماجوج کو دجال کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا لفظ ان کے سیاسی فتنہ، عروج اور تسلط کو ظاہر کرتا ہے۔ اور لفظ دجال ان کے مذہبی فتنہ پر دلالت کرتا ہے۔ خورس بادشاہ نے جو دیوار بنائی اور سورۃ کہف کے رکوع 11 میں اس کا ذکر ہے تو اس موقعہ پر قرآن کریم نے خورس کی زبانی اس دیوار کے متعلق یہ غیبی خبر بھی بتائی ہے کہ:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا O وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا O وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضًا O الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا O﴾

(سورۃ کہف آیت نمبر 99 تا 101)

"یعنی پھر جب عالمگیر عذاب کے متعلق میرے رب کا وعدہ پورا ہونے پر آئے گا تو وہ اس روک کو توڑ کر زمین سے پیوست شدہ ایک ٹیلا بنا دے گا اور میرے رب کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ اُس وقت ہم اُنہیں ایک دوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور بگل بجایا جائے گا تب ہم ان سب کو اکٹھا کر دینگے اور ہم اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے لے آئیں گے"

ان آیات میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان اقوام کو پھر ترقی دے گا اُس زمانہ میں مختلف اقوامِ عالم آپس میں لڑیں گی اور شمالی اور مغربی اقوام، جنوبی اور مشرقی اقوام سے مل جائیں گی یہ ایسا زمانہ ہوگا کہ سفر آسان ہوگا اور ساری دنیا ایک ملک کی طرح ہو جائیگی اور یہی مطلب ہے الفاظِ قرآنی ﴿فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا O﴾ کا۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

(ب) سورۃ انبیاء میں یاجوج ماجوج کے بارہ میں فرماتا ہے:

﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ O حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ O اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ O لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ط وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O﴾

(سورۃ انبیاء آیت نمبر 96 تا 100)

''ہم ایک بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس کے لئے فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ اس کے بسنے والے لوٹ کر اس دنیا میں نہیں آئیں گے یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ ہر پہاڑی اور سمندر کی لہر سے پھلانگتے ہوئے دنیا میں پھیل جائیں گے اور خدا کا سچا وعدہ (ان کو ہلاک کرنے کا) قریب آ جائے گا تو اُس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے ہم پر افسوس ہم تو ان کے متعلق سخت غفلت میں پڑے رہے (اور اپنے زوال اور تباہی کا خیال تک بھی ہمیں نہ آیا) بلکہ ہم لوگ تو ظالم تھے۔ اُس وقت کہا جائیگا۔ تم بھی اور وہ چیزیں بھی جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے سب کی سب جہنم کا ایندھن بنیں گی۔ تم سب بھی اس میں داخل ہو گے۔ اگر یہ سب (مصنوعی خدا) جن کو تم خدا قرار دیتے ہو واقعہ میں خدا ہوتے تو یہ لوگ کیوں

جہنم میں پڑتے اور اس عبرتناک تباہی کا لقمہ بن جاتے اور یہ سب تو مدتوں اس میں پڑے رہیں گے''۔

یہ آیت قرآنیہ جن عظیم الشان غیبی خبروں پر مشتمل ہیں ان سب کا تفصیلی بیان تو اس مختصر مضمون میں کیا جانا ممکن نہیں البتہ بطور خلاصہ عرض ہے:

یہ جو سورۃ انبیاء آیت نمبر 95 تا 97 میں بتایا گیا ہے یاجوج ماجوج کے کھل جانے کے وقت اُن سے پہلی سب قومیں زندہ ہوجائیں گی اس سے یہ مراد نہیں کہ حقیقتاً مردے زندہ ہونگے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو مردہ قوموں میں پھر جوش اور غیرت پیدا ہوگی اور وہ بیدار ہونے لگیں گی۔ جیسا کہ اب عام مشاہدہ ہے کہ ایسی ایسی قوموں سے بھی دنیا متعارف ہورہی ہے جن کا کبھی نام بھی سنا نہیں گیا تھا گویا ایک حرکت ہے جو یکدم دنیا میں پیدا ہوچکی ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور غیر معروف قوم بھی اپنے تئیں دنیا کے پلیٹ فارم پر لانے اور اپنا پارٹ ادا کرنے کی کوشش میں ہے۔

ان مردہ اقوام کو اس طرح زندگی بخشنے کے لئے ایک طرف محکمہ آثار قدیمہ اور علم تاریخ کی کھوج اور دوسرے ریسرچ کے کاموں نے جن کا اس زمانہ میں خوب چلن ہے بڑی مدد ملی ہے۔ اور دوسری طرف ذرائع نقل وحمل میں سہولیات پیدا ہوجانے اور مطابع کے جاری ہوجانے سے اپنے اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے میں کوئی دقت نہیں رہی۔

پھر آیت کریمہ ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O﴾ (سورۃ انبیاء آیت نمبر 97) کے مختصر قرآنی الفاظ میں مغربی اقوام کے نہایت سرعت کے ساتھ ساری دنیا کے برّ و بحر میں پھیل جانے کی طرف بھی واضح اشارہ ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا۔

کھل گئے، یاجوج ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ يَنْسِلُوْن

(بانگ درا)

اس جگہ حَدَبٍ اور یَنسِلُوْن کے دو لفظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

لُغت میں حَدَبٌ کے معنے ہیں: اَلْمَوْجُ، پانی کی موج یا لہر۔ (2) اَلْغِلْظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْاَرْضِ: سخت اونچی زمین (اقرب الموارد)۔ (3) الحَدَبُ: مَا ارْتَفَعَ مِنْ ظَهْرِ الْاَرْضِ (مفردات راغب) زمین پر اُٹھی ہوئی جگہ یعنی ٹیلا۔

یَنسِلُوْن: نَسَلَ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور نَسَلَ الْمَاشِیُ فِی مَشْیِهٖ کے معنے ہیں: اَسْرَعَ چلنے والے نے اپنی رفتار میں جلدی کی (اقرب)

اب دونوں لفظوں کے لغوی معانی کو ملحوظ خاطر رکھ کر غور فرمائیں کہ دونوں لفظ کن عظیم غیبی خبروں پر مشتمل ہیں اُن میں بتایا گیا ہے کہ

(1) یاجوج ماجوج کی جب ترقی کا زمانہ آئے گا تو وہ ہر پہاڑ کی ہر چوٹی اور سمندر کی ہر لہر پر سے پھلانگتے کودتے دنیا میں پھیل جائیں گے مطلب یہ کہ وہ برّ و بحر سب جگہ تیزی سے غالب آجائیں گے۔ دنیا کی سب شاہراہوں پر خواہ وہ برّی ہوں یا بحری اُن کا تسلط ہوگا۔ اس نمایاں تسلط کی وجہ سے دوسری قومیں ان کا مقابلہ نہ کرسکیں گی۔

(2) ان دو لفظوں سے یہ لطیف مضمون بھی مستنبط ہوتا ہے کہ یہ اقوام مادی وسائل کو بروئے کار لاکر اور سائنسی اور ٹیکنالوجی میں ید طولیٰ حاصل کرکے چاند ستاروں تک بھی پہنچ جائیں گی۔ کیونکہ حدب کے معنوں میں بلندی اور پہاڑ کی طرح ''زمین پر اُٹھی ہوئی جگہ'' کا مفہوم موجود ہے اور چاند کی حالیہ تسخیر نے مشاہدہ کے ساتھ یہ بات ثابت کردی ہے کہ چاند کی سطح پر اونچے اونچے پہاڑ اور اُنہی چٹانوں کے نمونے بھی امریکی خلاباز اپنے ساتھ لائے جن پر ریسرچ کی جارہی ہے۔

اور نَسَلَ: کے معنوں میں بلندی سے نہایت تیز رفتار کے ساتھ نیچے اُترنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے اسی طرح ﴿مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ O﴾ کے پورے جملہ کی ترکیب کے یہ معنے ہوں گے کہ یاجوج ماجوج اونچے اونچے مقامات پر بھی نہایت تیز رفتاری سے چڑھیں اُتریں گے چنانچہ چاند تک کی ڈھائی لاکھ میل کی بلندی کو پہنچ کر صحیح سالم نیچے زمین پر اتر آنے سے یہ مفہوم درست ثابت ہوجاتا ہے۔ اور جس تیز رفتاری کے ساتھ

خلائی جہاز خلا بازوں کو لے کر چلا اُس کی رفتار فی گھنٹہ 25 ہزار میل تھی۔!!

آیت کریمہ کے اس سارے مطلب کے ساتھ اگر اس موقعہ پر حدیث مسلم شریف میں بیان شدہ نواس ابن سمعان کی لمبی روایت کا حسب ذیل حصہ بھی ملحوظ رکھ لیں تو عالم الغیب خدا کی بتائی ہوئی غیبی خبروں کی شان اور ہی بڑھ جاتی ہے:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، مسیح موعودؑ اور اس کی جماعت، اور اس کے زمانہ کے دیگر احوال کا بطور پیشگوئی ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

یَبْعَثُ اللّٰہُ یا جُوْجَ وَمَاجُوجَ وَھُمْ مِن کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْن فَتَمُرُّ اَوَا ئِلُھُمْ عَلَی بُحَیْرَۃِ طبریّۃفَیَشْرَبُوْن مافیھا وَیَمُرُّ اٰخِرُ ھُمْ فیَقُوْل لَقَدْ کَانَ بِھٰذِہٖ مَرَّۃً مَاءٌ ثُم یَسْرُوْن حَتّٰی یَنْتَھُوْ اِلَی جَبَلَ الْخَمْرٌ وَھُوَ جَبَلَ الخَمر وَھُوَ جَبلَ بیتِ المَقْدِسِ فَیَقُوْلُون لقد قَتَلْنَا مَنْ فی الْاَرْضِ ھُلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِی السمَاء فَیَرْمُوْنَ بِنُشا بِھِمْ اِلَی السَّمَاء فَیَرُدُّ اللّٰہ وعَلَیْھِمْ نُشَا بَھُمْ مَخْضُوْبَۃً وَمَا۔" (مشکوۃ شریف مجتبائی صفحہ 474)

حدیث شریف کے اس حصہ میں سے فی الوقت خط کشیدہ عبارت پر غور کی ضرورت ہے دیکھئے یاجوج، ماجوج کے ذکر کے ساتھ ان کے عالمگیر تسلط، اقتدار اور بلند پروازیوں کی نسبت بتائی ہوئی خدائی باتیں اس قدر واضح اور عیاں ہو چکی ہیں کہ مزید کسی تشریح و تفصیل کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ کوئی خطۂ ارض بھی ان کے تسلط اور غلبہ سے باہر ہے اور یہ بات بھی تو اظہر من الشّمس ہے کہ اب خلا کی تسخیر اور چاند ستاروں میں پہنچنے کی جو دُھن اُن پر سوار ہے اُن کے راکٹوں کی ظاہر شکل ہو بہو "نشّاب" یعنی تیروں جیسی ہے۔

اور اگر نشّاب کے مادہ پر غور کریں تو اس سے ہر وہ چیز مراد ہو سکتی ہے جس کی رفتار میں سرعت ہو جس میں ایندھن اور کھانے وغیرہ کا سامان جمع کرنے کی صلاحیت بھی ہو اس لحاظ سے مقدس زبان نبوی کے الفاظ " فَیَرْمُوْنَ بنُشا بھِمْ اِلَی السَّمَاء " سے مراد راکٹوں کا بھیجا جانا ہے جس کو اس وقت چاند ستاروں میں پہنچنے کے لئے استعمال کیا

جا رہا ہے۔!!

دیکھا آپ نے یہ کیسا مصفّی غیب ہے جو معبودِ حقیقی نے اپنے محبوب بندے سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا اور آپ کی زبان حقیقت ترجمان نے بیان کیا اور آج ہم اپنی آنکھوں سے ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

علاوہ ازیں ان راکٹوں کو چاند ستاروں میں بھیجنے والوں (خواہ وہ یاجوج ہوں یا ماجوج) کے مخفی عزائم کچھ اور ہی ہیں جواب راز نہیں رہ گئے۔ حدیث شریف کے الفاظ لَقَدْ قَتَلْنا اور فَلْنَقْتُل[1] میں بڑی ہی خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

نَشْهَدُ ان لا الٰه الّا اللّٰه و نَشْهَدُ اَنَّ محمّدً اعبدهٗ ورَسولُهٗ.!!

یہ مختصر تشریح تو سورۃ انبیا آیت نمبر 97 تک کی تھی اب آگے چلیئے:

آیت نمبر 98 میں صاف بتایا گیا ہے کہ جب یاجوج ماجوج کا عروج اس حد تک

حاشیہ

[1]: قارین کرام اس موقعہ پر اگر حدیث شریف کے الفاظ سے بحیرہ طبریہ کے پاس سے گزرنے اور جبل بیت المقدس کی طرف چلنے کا سباق کلام ملحوظ خاطر رکھ کر رسالت مآب کے الفاظ "فَيَقُوْلون لقد قَتَلْنَا مَنْ فِي الْاَرْض۔۔" (الحدیث) پر غور کریں تو ایک جدید سرور پائیں گے کہ یاجوج ماجوج کے تسخیر خلا اور چاند تک کا سفر اُس وقت ممکن ہوگا جب بحیرہ طبریہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے بیت المقدس کے پہاڑ سے متعلق اہم واقعات رونما ہونگے جو صریح طور پر یہود کے بموجب پیشگوئی قرآن ﴿ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴾ (سورت بنی اسرائیل آیت نمبر 105) ارض فلسطین میں تسلط جمالینے کی طرف اشارہ کرتے ہیں مملکت اسرائیل بھی اپنے پر پُرزے نکال رہی ہے۔!!

پہنچ جائے گا (جس کی تشریح ابھی ہو چکی ہے) تو ﴿وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَقُّ﴾ کہ ان اقوام کی تباہی اور بربادی کے وعدے کا وقت بھی قریب آ جائے گا۔ تب اس کی ہولنا کی کا احساس ہو کر ان پر سراسیمگی کا جو عالم طاری ہوگا اس کا صحیح صحیح نقشہ قرآنی الفاظ ﴿فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبۡصَارُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ يٰوَيۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِيۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا بَلۡ كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ O﴾ (سورۃ انبیاء آیت نمبر 98)۔ میں کھینچ دیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

آیت نمبر 99 میں واضح کر دیا ہے کہ تم لوگ مادّی ترقی اور فروغ کو ہی انسانی ترقی کی معراج سمجھ بیٹھے تھے اس کو تم نے خدا کے مقابل پر گویا معبود کا درجہ دے رکھا تھا سو اب تم بھی اور تمہارے یہ سب مادی سامان جو گویا تمہارے لئے بمنزلہ معبودان باطلہ تھے سب اس تباہی کی نذر ہوں گے۔

اور آیت نمبر 100 میں اس حقیقت کا اعلان فرمایا کہ اگر یہ تمام من گھڑت خدافی الواقع خدا ہوتے تو ظاہر ہے کہ یہ جہنم میں کیوں پڑتے اور آج ہر طرح بے بس کیوں ہوتے؟؟

یہ اُس عالمگیر تباہی کی نسبت خدائے ذوالجلال کی واضح تنبیہ ہے جو اس وقت تیسری جنگ عظیم کی شکل میں دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے اور اس کے بارہ میں مقدس امام جماعت احمدیہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جولائی 67ء میں اپنے سفر یورپ میں اہل یورپ کو متنبہ کیا۔!!

یہ خدائی نوشتے ہیں اور عالم الغیب خدا کی بتائی ہوئی سچی خبریں ہیں۔ جن کا پورا ہونا حتمی اور یقینی ہے۔ سوائے اس کے کہ دنیا توبہ کر کے اس کے حضور جھک جائے تب سے وعید ٹل سکتی ہے کیونکہ ہمارا خدا عذاب دینے میں دھیما ہے اور جب عاجز بندے توبہ کر کے اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ عذاب کو ٹال دیا کرتا ہے۔

(3) یہود نامسعود کا عبرتناک انجام

تیسری زبردست غیبی خبر جو خدائے عالم الغیب نے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآنی وحی بتلائی جس کا ہم اس وقت ذکر ضروری سمجھتے ہیں وہ ہے۔ یہود نامسعود کا عبرتناک انجام۔'' جس کے آثار شروع ہو چکے ہیں اور ضرور ہے کہ عالم الغیب خدا کی بتائی ہوئی یہ خبریں بھی پوری ہوں۔!!

قومِ یہود پر ازمنہ سابقہ میں آنے والی دو تباہیوں کا تفصیلی ذکر اوپر گزر چکا ہے اسی موقعہ پر یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ غرق فرعون کے بعد قرآنی بیان کے مطابق یہود کا ارض مقدسہ میں تین بار داخلہ مقدر تھا۔ اور تیسری بار کے داخلہ کی نسبت قرآن کریم کا بیان ہے کہ

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًاO﴾
(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 105)

کہ یہود کو سب اطراف سے اکٹھا کر کے (ارض فلسطین میں) لے آئیں گے۔ اس ضمن میں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ یہ وہی وقت ہوگا جب مسلمانوں پر دوسری بار کا عذاب نازل ہوگا اور ان کے قبضہ سے ارض مقدسہ نکل جائے گی جو بجائے خود اُن کے لئے ایک عذاب ہے۔ مگر قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے اس امر کی وضاحت ملتی ہے کہ یہود کا یہ تیسری بار داخلہ نہ صرف وقتی ہے بلکہ اُن کی مقدر کامل تباہی کا بھی پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اس کے لئے ہمیں سورۃ انبیاء کی آخری آٹھ آیتوں پر غور کرنا ہوگا جو یہ ہیں:۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ م بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَO اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَO وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَO قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ

اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ O فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنۡ اَدۡرِىۡۤ اَقَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ O اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ O وَاِنۡ اَدۡرِىۡ لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ O قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ O﴾

(سورۃ الانبیاء آیت نمبر 106 تا 113)

قرآن کریم کا یہ انداز بیان بڑا دلکش، نرالا اور پر لطف ہے سورۃ بنی اسرائیل کے آغاز میں یہود کی دو تباہیوں کا ذکر بائبل کے حوالہ سے کیا تھا اور تیسری بار ارض مقدسہ میں یہود کے جمع ہونے اور پھر عبرتناک تباہی اور بربادی کا لقمہ بننے کا ذکر بھی بائبل ہی کے حوالہ سے کرتا ہے لیکن اس جگہ بائبل کی مخصوص کتاب زبور کا نام لیکر بیان کا آغاز فرمایا۔ تا ساتھ ہی اس بات کی وضاحت بھی ہو جائے کہ خدا کو کسی قوم سے بَیر نہیں اُسے انسان کی نیکی، تقویٰ، عبادت اور صلاحیت (نیکوکاری) پسند ہے۔ جو قوم ان نیک اطوار کو چھوڑ دیتی ہے خواہ کوئی ہو خدا تعالیٰ کی نعمت سے محروم کر دی جاتی ہے اور بسا اوقات محض ابتلائی رنگ میں کسی دوسری قوم سے نعمت چھین کر اُس کے حوالے کر دیتا ہے۔ تا ایک طرف جس سے نعمت چھینی گئی اُسے تنبیہ ہو اور دوسری طرف جس کو نعمت کا وقتی وارث بنا دیا گیا ہے اس کا اعتراض بھی توڑ دیا جائے کہ خداوند! اگر ہمیں موقعہ ملتا تو ہم بھی نیکی اور صلاحیت کا نمونہ دکھاتے۔!!

سورۃ انبیاء کی مذکورہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ زبور کی کتاب میں بطور پیشگوئی یہ بیان ہو چکا ہے کہ ارض مقدسہ کے اصل وارث خدا کے صالح بندے ہیں چنانچہ زبور باب 37 آیت نمبر 29 میں لکھا ہے۔

''صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اُس میں ہمیشہ سے رہیں گے۔''

سورۃ انبیاء کی مذکورہ بالا آیات میں سے نمبر 107 میں خصوصیت سے ''عبادت گزار بندوں کے نام ایک پیغام'' کہہ کر اس پیشگوئی کو زیادہ وزن دار بنا دیا گیا ہے کہ ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا O﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر

105) کے مطابق جب یہود کا داخلہ تیسری بار ارض مقدسہ میں ہوگا اور مسلمانوں کے قبضہ سے یہ زمین نکل جائے گی تو یہ ایک عارضی وقفہ ہوگا جو اس لئے پڑا کہ مسلمان اپنے آپ کو قَومٍ عٰبِدِیْن بنالیں۔ گویا ان الفاظ میں مسلمانوں کو بھی ضمناً ہوشیار کر دیا اور ان کے ہاتھ میں نسخۂ روحانی کا سرا بھی پکڑا دیا کہ جس سے ارض مقدسہ یہود کے عارضی قبضہ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میرے بندوں کو کہدے کہ ہوشیار ہو جاؤ اگر تم نے کسی وقت میرے عباد بننے میں کمزوری دکھائی تو پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو اس ملک میں واپس لے آئے گا تب ایسے ابتلائی وقت میں مسلمانوں کو چاہیئے کہ زیادہ توجہ کے ساتھ معبود حقیقی کے زیادہ عبادت گزار بن جائیں اور جب وہ ایسا عملی نمونہ دکھا دیں گے تو بالضرور غالب آ جائیں گے۔!!

آیت نمبر 108 میں اس مضمون کی تائید میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب زمانوں کے لئے رحمت ہیں، یہ مت خیال کرو کہ جب بنی اسرائیل فلسطین پر قابض ہو گئے تو آپؐ کا زمانہ ختم ہو گیا نہیں بلکہ آپ تو ہر زمانہ میں رحمت ہیں بالخصوص یہود کے ارض مقدسہ پر قابض ہونے کے بعد بھی اس لئے اے مسلمانو! تم کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے (تمہارے اندر تبدیلی دیکھ کر) جب دوبارہ رحمتِ باری جوش میں آ جائے گی تو مسلمان بالضرور دوبارہ فلسطین میں غالب آ جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے گا کہ وہاں کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور پھر اس جگہ پر لا کر مسلمانوں کو بسائیں۔

اس جگہ ہمیں مسلم شریف میں مذکور حسب ذیل حدیث بھی ضرور پیش نظر رکھنی ہوگی جس میں حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تقُوم اساعة حتّی یُقَاتِلَ المسلمون الیَھُودَ فَیَقْتُلُھُمُ الْمُسْلِمُونَ حتی یَخْتَبِیءَ الیَھُوْدِیُّ مِنْ وَّرآءِ الحَجَرِ وَاشَّجَرِ فیقولُ الحَجَرُ والشَجَرِیَامُسْلِمُ یَاعَبْدَاللّٰہِ ھذا یَھُوْدِیٌّ خلفِی وفَتَعَالَ فاقْتُلْہُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرِ الیَھُوْدِ" (مسلم بحوالہ مشکوۃ شریف مجتبائی صفحہ نمبر 466 باب الملاحم)

اللہ اکبر! آج جس قسم کے تغیرات ہو رہے ہیں اور جو کچھ اب تک سامنے آ چکا ہے وہ اس غیبی خبر کا ایک حصہ ہے آج اکناف عالم سے دھڑا دھڑ یہود ارض فلسطین میں جمع ہو رہے ہیں بلکہ جون 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کو جو فتح ہوئی اس نے دنیا کے سبھی یہود کی دلی رغبت اور توجہ کو اس سرزمین کی طرف پھیر دیا۔ یہ بھی خدائی حکمت ہی ہے کہ اس طرح یہود خود بخود ایک بہت بڑی تعداد میں اس خطہ میں جمع ہو رہے ہیں اس طرح ایک طرف سے یہود کے ساتھ خدائی وعدہ ﴿جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًاO﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 105) پورا ہو رہا ہے اور دوسری طرف یہود کے ساتھ مسلمانوں کی آخری اور فیصلہ کن لڑائی اور اس میں یہود کا عبرتناک صفایا ہونے کی کامل تیاری ہو رہی ہے۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ﴾ (سورۃ یٰس آیت 84)!!

سورۃ انبیاء کی آخری آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا مذکور ہے جو خدا تعالیٰ نے آپ کو الہاماً سکھائی اس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی اُمت کے متعلق ایک دعا سکھائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اے محمد رسول اللہ! تو دعا کر کہ خدایا جس وقت مسلمانوں پر تنزل کا زمانہ آئے اور یہودی پھر ارضِ مقدسہ میں آ جائیں تو گو میری امت کے لوگ اس وقت کمزور ہوں گے مگر اصل حکومت تو میری ہی ہوگی جو تیری طرف سے قیامت تک کے لئے خاتم النبین مقرر ہوا ہوں پس مسلمانوں کی شکست میری شکست ہوگی اور میں تیرے حضور میں محبوب ہوں اور یہودی تیرے حضور میں مغضوب ہیں پس میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں میرا

لحاظ کر کے میری قوم اور یہودیوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور میری قوم کو یہودیوں پر فتح دے تا کہ پھر میری قوم عبادی الصّٰلحون میں شامل ہو کر فلسطین پر قابض ہو جائے۔''
(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 578 مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اور تفسیر صغیر میں حضورؓ نے اسی آیت پر مختصر مگر بڑا ہی جامع نوٹ رقم فرمایا ہے حضور فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مسلمانوں کے لئے پہلے ہی دعا کرادی ہے کہ خدا تعالیٰ فلسطین ان کو دے دے اور ان کی صداقت ثابت کر دے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کبھی ردّ نہیں ہوگی اور دُنیا اس کا قبول ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گی نہ روس اسرائیل کو فائدہ دے گا اور نہ امریکہ۔''

الغرض معبودِ حقیقی عالم الغیب ہونے کے لحاظ سے اپنی حکمت کاملہ کے ماتحت اپنے نیک بندوں پر اپنے غیب کے کچھ خزانے ظاہر فرماتا ہے جس سے اس کے مقبول بندے کی صداقت کے ساتھ خود اُس کی ہستی اور اس کے سچے اور برحق معبود ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے یہ تو صرف چند مثالیں مضمون کی تنگ دامنی کے پیشِ نظر لکھی جاسکی ہیں ورنہ اس نوع کا تو ایک سمندر ہے جو ہر وقت ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ بایں ہمہ جو کچھ بیان ہوا اسی پر مخلّی بالطبع ہو کر غور کرنے سے معبودِ حقیقی کا چہرہ بڑی صفائی سے نظر آ جاتا ہے۔ وھوالمراد۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے!

فصل سوم

مفتری علی اللہ کے بارہ میں غیرتِ خداوندی!

معبودِ حقیقی کے بارے میں قرآن کریم کی رو سے یہ ثابت ہو چکا کہ وہ اپنے بندوں سے محبت کا کلام کرتا ہے۔ اور عالم الغیب ہونے کے سبب بسا اوقات اُنہیں اپنے مصفّٰی غیب سے بھی اطلاع بخشتا ہے جو وقت آنے پر بڑی صفائی سے پورا ہو کر اُس کی ہستی اور بندے کے ساتھ اُس کے گہرے اور نزدیکی تعلق کا ثبوت پیش کرتا ہے وہاں یہ بات بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ جو کوئی اُس ذات پر اپنی طرف سے کوئی کلام بنا تا اور افتراء سے کام لیتا ہے۔ خدا کی غیرت بھڑکتی ہے اور اُس کو سخت سزا دی جاتی ہے ایسا مفتری اپنے جھوٹے الہام کی فوری سزا پاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحاقہ کی حسب ذیل آیت میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے فرماتا ہے:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝﴾

(سورۃ الحاقہ آیت نمبر 41 تا 53 پارہ 29)

(یعنی) یہ قرآن کریم ایک عزت والے رسول کا کلام ہے اور کسی شاعر کا کلام نہیں۔ افسوس تم ایمان نہیں لاتے۔ اور نہ یہ کسی پادری پنڈت کی باتیں ہیں مگر تم مطلق

نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ یہ رب العالمین خدا کی طرف سے اُتارا گیا ہے اور اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اُس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے، اور اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے اُس صورت میں تم میں سے کوئی بھی نہ ہوتا جو اُسے خدا کے عذاب سے بچا سکتا۔ اور یہ قرآن تو خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نعمت اور یاددہانی ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں اسی قرآن کو جھٹلانے والے بھی ہیں اور اُس کی تعلیم کو دیکھ کر بسا اوقات ان کے دلوں میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش! ایسی تعلیم ہمارے پاس بھی ہوتی۔ اور اس کی سچائی حق الیقین کی طرح ظاہر ہے۔ اس لئے اے پڑھنے والے تو اس نعمت عظمٰی کو دیکھ کر اپنے عظیم ربّ کی تسبیح میں لگا رہ۔!!

ان آیات میں صاف لفظوں میں غیرتِ الٰہی کی تفصیل آ گئی ہے کہ جو کوئی خدا پر خواہ ایک بھی الہام افتراء کر لیتا ہے اُسے ہرگز مہلت نہیں دی جاتی بلکہ جلد اُس کی سزا پاتا ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں آتا ہے کہ جب فرعون مصر کے جمع کردہ ساحر موسیٰ کے مقابلہ کے لئے آئے تو ان کے اس فعل کے عواقب سے متنبہ کرتے ہوئے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ بھی اس مضمون کی تائید میں ہے فرماتا ہے:

﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰىO﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 62 پارہ 16)

تب موسیٰ نے اُن سے کہا، اے لوگو، تم پر ہلاکت ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو عذاب کے ذریعہ پیس ڈالے اور جو کوئی خدا پر افتراء کرتا ہے وہ ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر مفتری علی اللہ کو بہت بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے۔ اور اُس کی ناکامی و نامرادی کو اُس کے افتراء کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ط﴾

(سورۃ انعام آیت نمبر 94)

یعنی اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے۔ جو جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے حالانکہ اس پر وحی نازل نہ کی گئی ہو اور اسی طرح اُس شخص سے بھی زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو کہتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اتارا ہے میں بھی ایسا ہی کلام اُتاروں گا۔ تو یہ سب لوگ افتراء کا ظلم کر کے اس کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

اس سورۃ کے دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَایُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ O﴾ (سورۃ انعام آیت نمبر 22 پارہ 7)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اُس کے نشانات کو جھٹلاتا ہے سچی بات یہ ہے کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

اس میں بھی مفتریوں کی ناکامی اور نامرادی اُن کے اس ظالمانہ فعل کا نتیجہ اور لازمی ثمرہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ دنیا ہزاروں مثالیں دیکھ چکی ہے کہ مفتریوں کو خدا نے دست بدست سزا دی اس کی مثالیں اس کثرت سے ہیں کہ نہ تو یہ مختصر مضمون اس تفصیل کا متحمل ہوسکتا ہے اور نہ یہ کوئی لکی چھپی بات ہے۔ البتہ مزید ایک بات قابل غور ہے۔ سورۃ اعراف کے دوسرے رکوع میں آتا ہے:

﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ O وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ O فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْۤا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ O﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 36 تا 38 پارہ نمبر 8)

ان آیات میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نوع انسان کے لئے آسمان سے الہامی ہدایت کے ہمیشہ سے جاری رہنے اور اُس کو قبول کرنے کی مستقل نعمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ جو سچے ملہم خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں ان کی پیروی کرنا خدا پرست انسان کا فرض ہے لیکن جو کوئی خدا پر افترا کرتا ہے یا کسی سچے مامور کی صداقت کو ٹھکراتا ہے اُن میں سے ہر ایک ظالم قرار پاتا ہے۔ ہر دو نے خدا کے سچے الہام کی ناقدری کی اللہ کی حقیقت اور شان کو نہ پہچانا چنانچہ فرمایا ہر ایک ایسے مفتری کے لئے جو جو سزا اس کتاب میں بیان ہوئی ہے ضرور مل کر رہے گی چنانچہ ہم ابھی سورۃ الحاقہ کے حوالہ سے معلوم کر چکے ہیں کہ جھوٹا الہام بنا لینے والے کو خدا کی طرف سے جو فوری گرفت کی تنبیہ کی گئی ہے اور اس کے لئے خدا کے عذاب سے ہلاکت تیار ہے اُس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے مقابل آنے والے ساحروں کو ڈرایا اور ہوشیار کیا تھا (سورۃ طٰہٰ) اور سچے ملہم کی ناقدری کرنے والا اور اُس کے دعویٰ کی تکذیب کرنے والا بھی سچے معبود کے عتاب سے بچ نہیں سکتا۔ اُس کی طرف سے ہر ممکن مخالفت اور عداوت کے منصوبے بروئے کار لے آنے کے باوجود ناکامی اور نامرادی ہی اُس کے نصیب میں لکھی ہے۔

سورۃ اعراف کی ان آیات میں خدا تعالیٰ کی اس غیرت اور اُس کے عذاب اور عتاب کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا کی تاریخ ان دونوں قسم کی سزاؤں پر زندہ گواہ ہے جس زمانہ میں بھی کسی نے افتراء کیا خدا کی غیرت نے اُسی وقت اُسے پکڑا اور اس کی موت اور ہلاکت ایک دنیا کے لئے عبرت بنی۔

اس زمانہ میں پنڈت لیکھرام پشاوری اور ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی جو امریکہ کا رہنے والا تھا جھوٹے الہام کا دعویٰ کرنے پر عبرت ناک سزا پا چکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں ان دونوں کے علاوہ اور بہت سے معاندین کے ایسے ہی انجام بد کی تفصیلات بڑی شرح وبسط کے ساتھ موجود ہیں چونکہ یہ مقالہ ایک محدود وسعت کا حامل ہے اس لیے صرف اسی قدر اشارہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اس باب میں مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا۔

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرّہ بھی اُس کی جناب میں
توریت میں بھی نیز کلامِ مجید میں
لکھا گیا ہے رنگ وعید شدید میں
کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی اِفترا
ہوگا وُہ قتل ہے یہی اُس جرم کی سزا

اس طرح فرمایا۔

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار
(درثمین اُردو)

آٹھواں باب

رؤیت باری تعالیٰ

☆ صفات باری تعالیٰ کا

پرتَو انسان پر

☆ انسان کاملؐ پر

صفات باری تعالیٰ کا کامل پرتَو

آٹھواں باب

فصل اوّل

رؤیت باری تعالیٰ

مضمون کے آغاز میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ قرآن کریم کی رو سے خدا، وراء الوراء اور نہاں در نہاں ہے۔ جس کو انسان کی یہ مادی آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پھر بھی کسی نہ کسی طریق پر رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ زیر بحث ضرور آ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے صرف ﴿ لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ﴾ (سورة انعام آیت 104) کے بیان ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ ایسے خیالات کو نقل کر کے ان پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے تا کسی جہت سے بھی اگر انسان کے دل میں خدا کو پانے اور اُس کا وصال حاصل کرنے کی خواہش فطرت کی آواز بن کر دل سے اُٹھے تو اس کا پورا اور تسلی بخش جواب قرآن کریم کی روشنی میں موجود پائے۔

خدا کو دیکھنے کی خواہش یا ایسا سوال نبیوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوا عام مومنوں کی طرف سے بھی اس خواہش کا اظہار ہوا اور کافروں نے بھی اس کا مطالبہ کیا چونکہ ہر طبقہ کے انداز مختلف ہیں اس لئے جواب بھی اُس طریق پر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً

(الف) سورة الفرقان میں منکرین کا ایک انداز پیش کر کے اس کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَ نَا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ نَرٰى رَبَّنَا ط لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ○﴾

(الفرقان آیت نمبر 22)

(ب) خام مومنوں کے انداز کی مثال: سورۃ بقرہ کے رکوع 6 میں بنی اسرائیل کے متعلق وارد ہوا ہے۔

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 56)

اسی طرح سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ بِظُلْمِھِمْ﴾ (سورۃ النساء آیت نمبر 154)

(ج) تیسرے نمبر پر ایک نبی کی طرف سے دیدار الٰہی کی تمنا کا اظہار ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ط قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَO﴾

(سورۃ الاعراف آیت نمبر 144)

ان تینوں قسم کی آیات کا مشترکہ مضمون یہی ہے کہ خدا کا دیدار ہوجائے اور بندے اُسے دیکھ لیں مگر تینوں مقامات پر مختلف سائلوں کے مطالبے کا جواب فی الجملہ نفی میں معلوم ہوتا ہے۔ جس کا بادی النظر مطلب یہ ہے کہ خدا کا دیدار اور اس کی رؤیت نہیں ہوسکتی مگر باوصف اس کے قرآن کریم کی سورۃ النجم میں اس بات کا صاف ذکر موجود ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت حق تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا نہ صرف ایک بار بلکہ دو بار اور وہ بھی محاذات میں۔ ملاحظہ ہو فرماتا ہے:

﴿اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰیO وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰیO عِنْدَ سِدْرَۃِ

الْمُنْتَهٰى O عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى O اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى O مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى O لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى O اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى O وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى O﴾

(سورۃ النجم آیت نمبر 13 تا 21 پارہ 27)

ان آیات میں نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں باری تعالیٰ کے دیدار سے سرفراز ہونے کا ذکر ہے بلکہ خدا کے حُسن و جمال کے جو جلوے اس موقعہ پر آنحضورؐ نے دیکھے ان کا ذکر کر کے سچے معبود کی طرف سے بت پرستوں کے مصنوعی خداؤں کی بدصورتی کا بھی بھرم کھولا گیا ہے۔ اور واضح کیا گیا ہے۔ کہ ایسی دِلرُبائی ان کے بتوں میں کہاں ہے جو خدا کی ذات میں پائی جاتی ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلہ میں یہ ایک بڑا اشکال ہے اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی روح پر کہ حضورؓ نے سورۃ الاخلاص کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک مقام پر ایک نوٹ کے ذریعہ بڑے ہی پیارے انداز اور عام فہم طریق پر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اس سے پیش آمدہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے حضور فرماتے ہیں:

''اَحَدْ خدا کی وہ صفت ہے کہ جو سب خَلق سے منزہ ہو اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اصل شان اَحَدیت ہی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مخلوق سے تعلق کے لئے نیچے اترتا ہے تو اس کی صفات محدود ہوتی جاتی ہیں جیسے مثلاً سورج ہے اُس کی چوڑائی آٹھ لاکھ میل ہے۔ لیکن آنکھ کے مقابلہ میں آ کر چھوٹا سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کا عکس پوری جسامت میں ہو۔ تو آنکھیں دیکھ نہ سکتیں۔ پس جس طرح آنکھوں کے محدود ہونے کی وجہ سے جب تک سورج چھوٹا نہ ہو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اسی طرح خدا تعالیٰ جو اَحَد کی شان رکھتا ہے اور اُس کی اصل شان یہی ہے جب بندوں پر ظاہر ہوتا ہے تو ایسا کہ ہم اُسے دیکھ سکیں خدا تعالیٰ کی وہ جلوہ گری

کامل نہیں ہوتی۔ پس اللہ تعالیٰ کی اصل شان کو جو احدیت ظاہر کرتی ہے کوئی اور صفت بیان نہیں کرتی۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دو قسم کا ربّ ہے ایک رَبُّ الْاَحْدِیَةَ اور ایک رَبّ المَخْلُوق۔ شانِ اوّل کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا مگر دوسری شان محدود ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ رحمٰن بھی دو قسم کا ہے وہ رحمانیت جو احمدیت کے لحاظ سے ہے اور اِس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لیکن وہ رحمانیت جو بندوں سے تعلق رکھتی ہے اُسے ہر عقل والا دیکھ سکتا ہے یہی خدا تعالیٰ کی مالکیت کا حال ہے۔ اور یہی اُس کے علم کا، گویا بندوں کے ساتھ تعلق رکھنے والی صفات محدود ہیں لیکن احدیت کی شان کے ساتھ تعلق رکھنے والی صفات محدود نہیں۔ انہیں دو کیفیتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں میں خدا تعالیٰ کے متعلق بڑے جھگڑے چلے آئے ہیں۔ بعض نے تو کہا ہے خدا نظر نہیں آتا۔ بعض نے کہا نظر آتا ہے۔ اس پر جھگڑنے لگ گئے۔ حالانکہ جنہوں نے کہا نظر نہیں آتا، انہوں نے بھی ٹھیک کہا اور جنہوں نے کہا نظر آتا ہے انہوں نے بھی ٹھیک کہا۔ جنہوں نے کہا نظر آتا ہے انہوں نے اس شان کے لحاظ سے کہا جو بندوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اور جنہوں نے کہا نظر نہیں آتا انہوں نے ان صفات کے لحاظ سے کہا جو احدیت کے گرد چکر لگاتی ہے۔

پس خدا تعالیٰ نظر نہیں آتا۔ اور بے شک نظر نہیں آتا جب تک ان صفات کو نہ دیکھیں جو بندوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو ان صفات کے ساتھ جو احدیت سے تعلق رکھتی ہیں دیکھا ہے تو وہ غلط کہتا ہے احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟'' تو آپؐ نے جواب دیا: ''نُورٌ اَنّٰی اَرَاہُ: کہ وہ

ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔''

پھر جو یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شان میں بھی نظر نہیں آتا وہ بھی غلط کہتا ہے۔ دراصل دونوں قسم کے لوگ الگ الگ نقطہ نگاہ سے بات کر رہے ہوتے ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم جز و چہارم حصہ چہارم صفحہ 147,148
مؤلفہ و مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
بحوالہ تفسیر کبیر نیا ایڈیشن جلد دہم صفحہ 530-529)

سبحان اللہ! کیا عمدہ تفصیل ہے اس کے بعد رؤیت باری تعالیٰ کا مشکل مسئلہ سمجھنے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

حضور رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ اصولی باتوں کی روشنی میں اگر متذکرۃ الصدر تینوں قسم کی آیات پر نظر کریں تو سب کا مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے مثلاً

پہلے نمبر پر جو سورۃ الفرقان کی آیت ہے اس میں کافروں اور منکروں کی طرف سے ذات باری تعالیٰ کو دیکھ لینے کی بابت صرف اعتراض کے رنگ میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اسکے پیچھے وہ نخوت اور تکبر کام کر رہا ہے جس کو آیت ممدوحہ بالا کے آخر میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ اس خواہش کا اظہار عجز و انکسار کے ساتھ صمیم قلب سے کرتے جو خدا تعالیٰ کی عالی شان کے مقابل پر ضعیف بندوں کا اصل مقام ہے۔ تو ان کے مطالبہ کا جواب بھی ضرور مختلف ہوتا۔ اس لئے کہ وہ ایسا محبوب ہے جو اپنے محبوں کی سچی تڑپ کو پورا کرتا ہے اور اُنہیں اپنے دیدار سے ضرور بہرہ ور کرتا ہے۔ تب انہیں ایسی روحانی آنکھیں عطاء کرتا جن سے وہ خدا کے دیدار سے مشرف ہو جاتے لیکن وہ تو اپنے کفر و عناد کے گندے جامہ میں ہوتے ہوئے خدا کو دیکھنا چاہتے تھے جو صریح طور پہ ایک نا قابل منظور درخواست ہے۔ لقد صدق المسیح الموعود حیث قال:

کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

اس خاک کے پتلے کا یہ کام ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرے اپنے مَن کو تمام قسم کی

کثافتوں سے پاک کرے دل میں سچی تڑپ پیدا کرے پھر عاجزانہ درخواست پیش کرے اور کرتا چلا جائے اس راہ میں ایسا استقلال دکھائے کہ کبھی مایوس نہ ہو تب وہ گوہر مقصود کو پائے گا اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے صاف صاف فرما دیا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡهِ ۝﴾

(سورۃ انشقاق آیت نمبر 7)

(ترجمہ) اے انسان تو اپنے رب کی طرف پورا زور لگا کر جانے والا ہے اور پھر اس سے ملنے والا ہے۔

اس ترجمہ کے بعد تفسیر صغیر میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اگرچہ ایک ہی سطر کا نوٹ دیا ہے۔ مگر یہ ایک سطر جان ہے اس سارے مضمون کی۔ حضورؓ فرماتے ہیں:۔

''یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت عمر بھر محنت کر کے حاصل ہوتی ہے۔

اِلَّا اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔''

دوسرے نمبر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا خدا کو 'جَهۡرَةً'' دیکھ لینے کا مطالبہ ہے جو سراسر نادانی اور جہالت پر مبنی ہے اور در حقیقت موسیٰ علیہ السلام کی قوم روحانی بصیرت میں خام تھی اور اسی روحانی ناپختگی کے سبب یہ سوال کر ڈالا۔ اور پھر اُن سے جو الٰہی سلوک ہوا وہ بھی اُن کی حالتِ موجودہ کے عین مطابق تھا یعنی:

﴿فَاَخَذَتۡکُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ۝﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 56)

یہ ایک لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ رؤیت باری تعالیٰ کے لئے انسان کو مضبوط دل کا ہونا ضروری ہے قوت حوصلہ اور قوت ایمانی کی بڑی ضرورت ہے کمزور دل اور خام ایمان کا آدمی ایسے مناظر کی تاب کیونکر لا سکتا ہے؟ اس لئے اُن کو دیدارِ الٰہی میسّر نہ آنا بالکل ایسا ہی برحق ہے جس طرح موتیا آپریشن کے معاً بعد مریض کی خواہش کے باوجود ہمدرد تیمار دار اور مشفق ڈاکٹر سورج کی تیز روشنی کو کھلی آنکھ سے دیکھنے نہیں دیتے۔

تیسرے نمبر پر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ﴿رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ﴾ کہنا ہے، یہ ایک عاشقِ صادق کی وارفتگی کے عالم میں اپنے محبوب سے گویا ایک التجا ہے، جب محبِّ صادق اپنے محبوب کی محبت میں گداز ہو گیا ہوتا ہے اور اُس کے حسن و احسان نے اِس کے دل پر اپنا کامل تسلط جمالیا ہوتا ہے تب بے اختیاری کے عالم میں اُس کے منہ سے جو فقرات نکلتے ہیں وہ اسی قسم کے ہوتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلے یعنی:

﴿" رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ "﴾ (سورۃ اعراف آیت نمبر 144)

اگر ہم اسی انداز میں اس فقرہ کا ترجمہ کریں تو کچھ اس طرح معنی بنیں گے۔ اے میرے پروردگار جو اتنا حسین ہے اور اس قدر احسان کرنے والا ہے کہ نہ میرے عمل سے بلکہ محض اپنے فضل سے تو نے مجھ ناچیز کو اپنے احسانات میں ڈھانپ دیا۔ اے میرے پروردِگار تو کس قدر پیارا ہے تیری ذات کس طرح دل موہ لینے والی ہے۔ ذرا دیکھوں کہ تو کیسا ہے اس لئے اے میرے پروردگار تو خود ہی اپنا جلوہ مجھ ناچیز پر ظاہر فرما جس سے میرے بے چین دل کو تسکین ہو!!

اس کی ایک واضح مثال سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے کلام فرمودہ 1903ء میں ملتی ہے یہ اُس وقت کا کلام ہے جب آپ کی عمر شریف صرف 14 برس کی تھی اور راہ سلوک کی ابھی ابتداء ہی کہنا چاہیئے اس زمانہ میں اپنے محبوب ازلی سے بڑے لاڈ لے محض وارفتگی کے عالم میں عرض کرتے ہیں ۔

موسیٰؑ کے ساتھ تیری رہیں لن ترانیاں
زنہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے
(پہلی نظم از کلام محمودؓ)

اور جب آپؓ عمر شریف کے اُس حصہ میں پہنچے کہ جی بھر کر دیدار الٰہی ہونے لگا اور بارگاہ رب العزت میں مقام محبوبیت پالیا تو اُس حسن ازلی کی نسبت خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

ساغرِ حُسن تو پُر ہے کوئی مے خوار بھی ہو

ہے وہ بے پردہ کوئی طالبِ دیدار بھی ہو

یہ گویا صاحب حال کی آپ بیتی ہے جو حُسن ازلی کے مشاہدہ کے بعد بیساختہ زبان سے الفاظ بنکر نکلی اور سراپا حقیقت بن گئی !!

الغرض راہ سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے سالکین جب دیدار الٰہی سے شاد کام ہوتے ہیں تو بار بار جلوۂ یار کا مشاہدہ کرنے کے لئے دل تڑپتا ہے۔ تب وارفتگی کے عالم میں ﴿رَبِّ اَرِنِیٓ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ط﴾ کے الفاظ تمنا بن کر منہ سے نکل جاتے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ موسیٰ کو خدا نے جولن ترانی سے جواب دیا تو اس سے مراد وہی ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نشان احدیت سے تعبیر فرمایا ہے۔ بلا شبہ اس شان میں خُدا کی روئیت ایک بندۂ ناچیز سے ممکن ہی نہیں۔ یہ گویا ﴿لَا تُدۡرِکُهُ الۡاَبۡصَارُ﴾ ہی کا دوسرے لفظوں میں بیان ہے۔ لیکن جب خدا اپنی رحمت کے جوش سے بندوں کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور ﴿وَهُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارُ﴾ (سورۃ انعام آیت 104) کی شان میں نمودار ہوتا ہے تو نیک بندے کے دل میں خدا کا عکس پڑ جاتا ہے۔ اور حق کا متلاشی اپنے محبوب کے دیدار سے قلبی تسکین پالیتا ہے اور اس کی تشنگی دُور ہو جاتی ہے۔ مگر نشہ کچھ ایسا دل کو بھاتا ہے کہ بار بار نگاہیں اس سرور کے لئے ترستی ہیں اور دل کی تمنا اور ﴿اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ﴾ کی صدا بن کر زبان پر آ جاتی ہے!! اور یہ سلسلہ مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ چلتا چلا جاتا ہے۔!!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کو بھی اس طرح باریابی ہوئی کہ خدا نے موسیٰ کے دل کی کیفیت جانتے ہوئے پہاڑی پر اپنی تجلی فرمائی جسے موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر سہار نہ سکے اور بیہوش ہو گئے۔ بہر حال یہ موسوی مقام تھا اس کے مقابل پر محمدی مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے اور آپ کو دل بھی نہایت مضبوط اور جری عطاء ہوا اور قوت ایمانی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ سے بالکل جُدا گانہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ النجم کی آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جی بھر کر خدا کا دیدار کیا اور خوب

محاذات میں رہ کر! اور وہ بھی نہ ایک بار بلکہ بار بار۔!!

الغرض رؤیت باری برحق ہے اور خدائی دیدار کے طالب کبھی اس نعمت سے بے نصیب اور محروم نہیں رہے۔ ہاں اس کے لئے جذبۂ صادقہ درکار ہے اور ساتھ کے ساتھ بے نظیر استقلال بھی۔ تب طالب صادق اپنے اپنے ظرف کے مطابق شادکام ہوجاتا ہے۔

واضح ہو کہ یہ ساری بحث اِس دُنیا میں خدا کے دیدار کی ہے۔ ورنہ اگلے جہاں میں تو قرآن کریم میں صاف لفظوں میں اس نعمت سے سرفراز کئے جانے کا تیقّن موجود ہے فرماتا ہے:

﴿وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَةٌO﴾

(سورۃ القیامہ آیت نمبر 24-23)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ تم اپنے خدا کو قیامت کے روز اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کے چاند کا مشاہدہ کرتے ہو اور ایک شخص دوسرے کے لئے اوٹ نہیں بنتا۔!! بہرحال دیدار الٰہی ایک بڑی نعمت ہے جسے بھی مل گئی!!

اَللّٰھُمَّ ارْ زُقْنَا رُؤْیَتَکَ وَرَ ضَاکَ آمین یا رب العٰلمین۔

فَصل دوم

صفات باری تعالیٰ کا پرتَو انسان پر

قرآن کریم کے پہلے پارے کے آخری رکوع میں آتا ہے:

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَO﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 139)

اے لوگو! خدا کا، اپنے معبود حقیقی کا رنگ اختیار کرو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خدا

سے بڑھ کر اور کون بہتر رنگ دے سکتا ہے۔ اسلئے کہو ہم تو اُسی معبود حقیقی کی عبادت گزار اور اُسی کے بندے ہیں۔!!

یہ کیا ہے خدا کا رنگ؟ قرآن کریم نے دوسرے مقام پر خود ہی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ صفات باری تعالیٰ کا پرتَو ہے اور الٰہی صفات کا مظہر انسان کو بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی ابتداء ہی میں جہاں حضرت آدمؑ کی پیدائش کا ذکر آیا وہاں اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 32)

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات کا علم بخشا۔ تمام مخلوقات میں سے صرف انسان ہی ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کا کامل طور پر حامل بن سکتا ہے۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی ایسا نہیں کر سکتے چنانچہ فرشتوں کے متعلق آتا ہے:

﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ O﴾

(سورۃ النحل آیت نمبر 51ع6)

(ترجمہ) وہ اپنے ربّ سے جو اُن پر غالب ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے (وہی) کرتے ہیں۔

﴿ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ O﴾

(سورۃ تحریم آیت نمبر 7ع1)

(ترجمہ) اور اللہ نے اُن کو جو حکم دیا ہے اُس کی وہ نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ کہا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

انہیں (یعنی فرشتوں کو) جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ ان سے معصیت مطلقًا سرزد نہیں ہوسکتی اس لئے کہ وہ اپنی مرضی کے مالک نہیں۔ یہ انسان ہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے علم دے کر مقدرت بھی دی ہے۔ کہ جو راستہ چاہے اپنے لئے اختیار کرے جو رنگ چاہے اپنے پر چڑھالے اُسے خطاء اور نسیان کا محل بنایا گیا ہے۔ وہ اس علم کے بعد کبھی نافرمانی کرتا ہے اور کبھی توبہ اور کبھی نسیان کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور وہ کبھی پھر صحیح راستہ

کی طرف واپس آ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی بخشش اور اُس کی راہنمائی سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور کبھی نافرمانی پر اصرار کر کے اُس کے غضب کو بھی بھڑکا لیتا ہے۔

پس انسان کی پسندیدہ سیرت و کردار بنانے کے لئے قرآن کریم نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ وہ صفات باری تعالیٰ پر غور کرتا رہے اس انداز سے کامل غور وفکر کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ صفات کا پرتو انسان کے کردار پر پڑنا لازمی ہے چنانچہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾

(سورۃ اعراف آیت 181 رکوع 22)

اللہ تعالیٰ تمام اچھے ناموں یعنی صفات کا مالک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کو ان ناموں سے یاد کیا کرو اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں یعنی صفات میں غلط راستہ اختیار کرتے ہیں اور شک اور جھگڑے سے کام لیتے ہیں وہ اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔

یہ تو ناممکن ہے کہ جملہ صفات باری تعالیٰ کا ذکر کر کے یہ واضح کیا جائے کہ اس صفت کے پرَتو سے انسان کی سیرت و کردار پر کیسے اچھا اثر مرتب ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ تاہم نمونہ مشتے از خروارے چند صفاتِ الٰہیہ کا ذیل میں ذکر کر کے ان کے پرتو سے جو صفاتِ حسنہ انسان کے اندر پیدا ہوسکتی ہیں اُن کا مختصراً حال پیش خدمت ہے۔ بشرطیکہ انسان ان صفات الٰہیہ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھے اور معبود حقیقی کا کامل عبد اور بندہ بنتے ہوئے اس کے رنگ میں رنگیں ہو جانے کی کوشش کرے۔ مثلاً

(1) اطمینان قلب کی صفت

جب ایک شخص قرآن کریم کی حسب ذیل آیات میں خدا تعالیٰ کی مفصلہ ذیل صفات کو بار بار سامنے لاتا ہے:

(۱)۔ ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O﴾

(سورۃ الزمر آیت 54 رکوع 6)

یہ اعلان کردیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر گناہ کرکے زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑا بخشنہار اور رحیم ہے۔

(۲)۔ ﴿لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ O﴾

(سورۃ یوسف آیت نمبر 88)

تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو اللہ کی رحمت سے ناامید کافر اور منکرِ ذاتِ باری ہی ہوتے ہیں۔ تب انسان کے اندر ایسا اطمینان قلب پیدا ہوگا جس سے انسان کبھی مایوسی اور دل شکستگی سے مغلوب نہیں ہوتا۔ خواہ اسباب و ذرائع اس کا ساتھ چھوڑ دیں اُسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سہارا ہمیشہ ساتھ رہتا ہے جس کی یقین دہانی ان آیات قرآن میں صفات باری تعالیٰ کے ضمن میں کروائی گئی ہے۔

(2) صبر وضبط کی صفات حسنہ

جب ایک انسان قرآن پاک میں اس آیت کریمہ یا اسی نوع کی دیگر آیات پر غور کرتے ہوئے معبود حقیقی کی صفات پر غور کرے:

﴿اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 153)

صبر اور نمازوں سے مدد لو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں انسان کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کو اپنے ساتھ دیکھتا ہے اور اپنے کو تحمل و برداشت کا عادی بنا کر ہرنا گواری کو جھیل جاتا ہے اور اسی عادت کا نام صبر وضبط کی صفات حسنہ ہے۔

(3) قناعت اور استغنا کی صفات

جب ایک انسان قرآن کریم کی حسب ذیل آیات کریمہ کو پیش نظر رکھے اور صفات باری کا بغور مطالعہ کرے:

(۱)۔ ﴿ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾

(سورۃ آل عمران آیت 75-74 رکوع 8)

بیشک فضل اور برکت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت اس کے لئے خاص کر دیتا ہے۔

(۲)۔ ﴿ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ ﴾

(سورۃ اعراف آیت 129 رکوع 15)

بیشک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔

(۳)۔ ﴿ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾

(سورۃ آل عمران آیت 27 رکوع 3)

اے خداوند جس کو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے تیرے ہاتھ میں سب بھلائی ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے حرص وہوس اور حسد وغیرہ جیسے رکیک جذبات سے نجات ملتی ہے۔ اور

جلبِ منفعت اور دفع مضرت کے لئے انسان ایسی رَوِش اختیار کرنے سے پرہیز کرتا ہے جس سے اُس کا وقار مجروح اور اُس کی عزت پامال ہو کیونکہ وہ ہر چیز کا آخری سرا اللہ کے ہاتھ میں جانتا ہے اور اس صفت حسنہ کا نام قناعت واستغناء ہے۔

(4) وُسعتِ نظر کی صفاتِ حسنہ

جب ایک بندہ کلام مجید سے اس قسم کی آیات میں اپنے معبود حقیقی کی خاص صفات پر نظر رکھتے ہوئے ان کا مورد اپنے تئیں بھی بنالینا چاہتا ہے:

(۱)۔ ﴿وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّاِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ۝﴾

(سورۃ آل عمران آیت 84 رکوع 9)

جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے سب اُسی کا اطاعت گزار ہے خواہ اس کے حکم کو خوشی سے قبول کر رہا ہے یا لاچاری سے سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(۲)۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا‌ ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ۝﴾ (سورۃ الحجرت آیت 14 رکوع 2)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو نر اور مادہ سے پیدا کیا اور مختلف خاندان اور قبیلے اس لئے مقرر کیے کہ آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ تم میں بڑا شریف اور معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

(۳)۔ ﴿هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا﴾

(سورۃ البقرہ آیت 30 رکوع 3)

اللہ ہی ہے جس نے تم سب کے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔

اس سے انسان ذاتی قومی اور وطنی حد بندیوں سے نکل کر پوری کائنات پر پھیل جاتا ہے اور اس کی دوستی و دشمنی محبت و نفرت، تعظیم و تحقیر ہر ایک معیار میں آفاقیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کائنات کی ہر شے کو اس بنا پر اپنی سمجھتا ہے کہ وہ اُس کے اللہ کی ہوتی ہے۔ اور اس صفت کا نام وسعتِ نظر ہے۔

(5) عزتِ نفس کی صفت حسنہ

جب کوئی شخص ذلت و پستی سے نکل کر خودداری کے بلند ترین مدارج پر پہنچنا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی طاقت وعظمت کے سامنے جھکنے میں اپنی توہین محسوس کرے اور ماسوا اللہ ہر طاقتور و نفع نقصان پہنچانے والی شے کو بھی اللہ ہی کا محتاج جانے کیونکہ قرآن کریم میں اُس کے معبود حقیقی کی ایسی ہی صفات کا ذکر آتا ہے مثلاً حسبِ ذیل آیات کریمہ اسی نوع کی ہدایت فرماتی ہیں:

(۱)۔ ﴿اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا﴾

(سورۃ البقرہ آیت 166 رکوع 20)

ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔

(۲)۔ ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط﴾

(سورۃ الانعام آیت 58 رکوع 7)

حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔

(۳)۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُم﴾

(سورۃ اعراف آیت 195 رکوع 24)

(۴)۔ ﴿لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ O﴾

(سورۃ اعراف آیت 198 رکوع 24)

بیشک جن ہستیوں کو تم اللہ کے سوا بطور معبود پکارتے ہو وہ تم

جیسے بندے ہیں۔ نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔

(۵)۔ ﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ O﴾

(سورۃ آل عمران آیت 127 رکوع 13)

مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔

(۶)۔ ﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت 13 رکوع 2)

آسمان و زمین کی کنجیاں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔

(۷)۔ ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط﴾

(سورۃ یونس آیت 108 رکوع 11)

اگر اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اور اگر کوئی بھلائی پہنچائے تو اس کو کوئی لوٹانے والا نہیں ہے۔

(6) انکسار و عاجزی کی صفات حسنہ

اگر ایک شخص قرآن پاک کی حسب ذیل آیات اور حسنات باری تعالیٰ کا بغور مطالعہ کرے اور پھر اس کے مطابق اپنے تئیں ڈھالنے کی کوشش کرے تو انکسار اور عاجزی کی صفات کے پیدا ہو جانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

ا۔ ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ط﴾

(سورۃ الانعام آیت 19 رکوع 2)

اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے

۲۔﴿وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾

(سورۃ محمد آیت 39 رکوع 4)

اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے اور تم سب محتاج ہو۔

۳۔ ﴿وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاO﴾

(سورۃ الفرقان آیت 64 رکوع 6)

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے جہالت سے پیش آتے ہیں تو سلام کر کے ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔

اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کے اندر انکسار اور عاجزی پیدا ہوتی ہے جو خودداری اور عزت نفس کی بناء پر غرور و تکبر سے روکتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان ہر وقت اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طاقت کے آگے عاجز و بے بس محسوس کرتا ہے۔

(7) توکل واعتماد

توکل واعتماد پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات پر غور کرے جو مثلاً حسب ذیل آیات قرآنیہ میں وادر ہوئی ہیں:

ا۔﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ط وَّاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ م﴾

(سورۃ عنکبوت آیت 42 رکوع 4)

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور ولی بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال ہے کہ اُس نے ایک گھر بنایا اور سب گھروں میں زیادہ کمزور مکڑی کا گھر

ہے۔

۲۔﴿ اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَاغَالِبَ لَكُمْ ﴾

(آل عمران آیت 161 رکوع 17)

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکتی۔

۳۔﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ﴾ (بقرہ آیت 257 رکوع 34)

جس شخص نے سرکش طاقتوں کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اُس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔

اس کے نتیجہ میں انسان کا اصل بھروسہ مادّی اسباب و وسائل سے ہٹ کر صرف اللہ پر ہو جاتا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ذات ہے۔

(8) خوف ورجاء

خوف ورجاء کی صفات پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل قسم کی آیات اور صفات باری تعالیٰ پر غور کرنے سے ان صفات کا پیدا ہونا اُسی قادرِ مطلق کے احسان کا پرتو ہے جیسے فرمایا:

۱۔﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾

(سورۃ البقرہ آیت 256 رکوع 34)

ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس سفارش کر سکے۔

۲۔﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾(سورۃ النساء آیت 117 رکوع 18)

اللہ تعالیٰ اُس کو نہیں بخشتا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔

۳۔﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا

وَّ طَمَعًا ط﴾ (سورۃ اعراف آیت 57 رکوع 7)

تم زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اللہ کو خوف وامید سے پکارو۔

(9) محنت مشقت، شجاعت اور بہادری

محنت مشقت، شجاعت اور بہادری کی صفات کے لئے حسب ذیل آیات میں صفات باری تعالیٰ کے پرتو کا بڑا دخل ہے۔

ا۔﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىO﴾

(سورۃ نجم آیت 40 رکوع 3)

انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اُس نے جدّ وجہد کی ہے۔

۲۔﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط﴾

(سورۃ توبہ آیت 105 رکوع 13)

اے ہمارے رسول اعلان کردے کہ تم عمل کئے جاؤ اللہ اور اس کا رسول اور مومنین تمہارا عمل دیکھیں گے۔

۳۔ ﴿وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰىOثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىO﴾

(سورۃ النجم آیت 42-41 رکوع 3)

انسان کی جدّ وجہد یقیناً دیکھی جائے گی اور اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

۴۔﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ﴾

(سورۃ توبہ آیت 111 رکوع 14)

بیشک اللہ نے مومنین کی جان اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس کے بدلہ ان کے لئے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں قِتال کرتے ہیں اور دشمنوں کو مارتے اور خود

جامِ شہادت نوش کرتے ہیں۔

(10) سچائی اور خلوص کی رغبت، جھوٹ اور نفاق سے نفرت

سچائی اور خلوص کی رغبت، جھوٹ اور نفاق سے نفرت کی صفات پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کی حسب ذیل آیات میں جو صفات باری تعالیٰ مذکور ہوئی ہیں ان کا پرتو انسان پر ضروری ہے۔ بشرطیکہ جذبہ صادقہ کے ساتھ انسان ان صفات کو اپنے اُوپر وارد کرنے کی سعی کرتا رہے:

۱۔﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًاO﴾

(سورۃ النساء آیت نمبر 88 رکوع 11)

اللہ سے زیادہ سچی بات میں کون ہے؟

۲۔﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًاO﴾

(سورۃ النساء آیت 123 رکوع 18)

اللہ سے زیادہ سچا گفتگو میں کون ہے۔

۳۔ ﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط﴾

(سورۃ النساء آیت 123 رکوع 18)

اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۴۔﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَO﴾

(سورۃ منافقون آیت 2 رکوع 1)

اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں وہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ رکھتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

۵۔﴿يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط﴾

(سورۃ آل عمران آیت 168 رکوع 17)

منہ سے وہ جو کہتے ہیں وہ اُن کے دل میں نہیں ہے۔

۲۔﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۝﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 37 رکوع 4)

جس بات کا علم نہ ہو اُس کے پیچھے نہ پڑو۔ بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔

الغرض صفات باری تعالیٰ پر غور فکر کرتے رہنے سے انسان کے اپنے اخلاق و کردار اور سیرت پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے جس کے نتیجے میں نیک بندے خدا کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔

انسان کاملؐ پر صفاتِ باری تعالیٰ کا کامل پرتو

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے حضور کے آئینہء دل میں صفات باری کا پورا انعکاس ہوا تب حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود خدا نما بن گیا چنانچہ سورۃ نور میں آتا ہے:

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۝﴾

(سورۃ النور آیت نمبر 36 پارہ 18)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اُس کے نور کی مثال اگر دنیا میں دیکھنی ہو تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں دیکھو! حضورؐ کا وجود مبارک اُس مشکوٰۃ (چراغ داں طاقچہ) کی طرح ہے جس میں روشن سینہ مبارک بمنزلہ زُجاجَہ ہے۔ جس کے اندر جگمگ کرتا مصباح یعنی قلب منور ہے جو اپنی تابانی کے باعث بمنزلہ روشن ستارہ کے ہے۔ جس کو شجرہ مبارکہ یعنی قرآن کریم کی مطہر وحی سے مصفّٰی تیل بطور غذا ملتا ہے۔ اس شجرہ مبارکہ کو نہ مخصوص رنگ میں شرق کی طرف اور نہ غرب کی طرف نسبت دی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ تمام جہانوں کے لئے وہ یکساں حیثیت رکھتا ہے۔ اپنے مصفا اور ہر قسم کی الائشوں سے پاک ہونے میں ایسا کمال رکھتا ہے کہ آگ چھوتے ہی روشن ہونے کو تیار ہے۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مطہر جو پہلے ہی مجسم نُور تھا اُس پر قرآن کی وحی الٰہی نُور کی شکل میں نازل ہو کر انوار الٰہیہ کا مجموعہ بن گیا فکان کما قال المسیح الموعودؑ ۔

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نُور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
(درثمین اُردو)

(بقیہ ترجمہ آیت کریمہ) اللہ اپنے نور کے لئے جن کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے تمام ضروری باتیں بیان کرتا ہے۔ اور ہر اشیاء کو خوب جانتا ہے

صرف یہی نہیں کہ معبود حقیقی جو سرچشمہ نور ہے اس کی صفات کا رنگ انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھا بلکہ یہ سلسلہ ایک بحرِ محیط کی صورت میں آگے بڑھا آپؐ کے توسط سے پھر آپ کے صحابہ پر بھی اس نورِ ازلی نے اپنی روشن کرنیں چھوڑیں اور یہ پاک جماعت بھی انہی انوار کی حامل اور اخلاق فاضلہ کی عامل بن گئی چنانچہ مذکورہ آیت کریمہ کے معاً بعد اگلی آیت میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِO رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُO﴾ (سورۃ النور آیت نمبر 38,37)

یہ نور صحابہ کرامؓ کے اُن گھروں میں بھی پھیلتا جا رہا ہے جن کے متعلق تقدیر الٰہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ مستقبل میں وہ دنیا میں عزت پائیں گے ان گھروں میں خدا کا نام لیا جاتا ہے ان میں دن کے وقتوں میں بھی اور رات کے اوقات میں بھی ایسے مرد تسبیح اور ذکر الٰہی میں مصرورف رہتے ہیں جن کی عملی زندگی پر اُس نور نے اس طور پر نمایاں اثر ڈال رکھا ہے کہ اُنہیں اللہ کے ذکر، نمازیں ادا کرنے زکوٰۃ دینے سے نہ کاروبار غافل کرتا ہے اور نہ لین دین، وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شدت کے سبب دل اُلٹ جائیں گے، آنکھیں پلٹ جائیں گی۔

سورۃ فاتحہ میں باری تعالیٰ کی چار ام الصفات کا ذکر کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بزرگ صحابہؓ پر ان ام الصفات کا کس خوبی سے رنگ چڑھا اس کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں حقیقت ملاحظہ ہو حضور اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں:

''اب دیکھو کہ ان صفات اربعہ کا عملی نمونہ صحابہ میں کیسا دکھایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو مکہ میں لوگ ایسے تھے جیسے بچہ دودھ پینے کا محتاج ہوتا ہے۔ گویا ربوبیت کے محتاج تھے وحشی اور درندوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی طرح دودھ پلا کر ان کی پرورش کی۔ پھر رحمانیت کا پرتو کیا وہ سامان دئے کہ جن میں کوشش کو کوئی دخل نہ تھا۔ قرآن کریم جیسی نعمت اور رسول کریم جیسا نمونہ عطا فرمایا۔ پھر رحیمیت کا ظہور بھی دکھلایا کہ جو کوششیں کیں اُن پر نتیجے مترتب کئے ان کے ایمانوں کو قبول فرمایا۔ اور نصاریٰ کی طرح

ضلالت میں نہ پڑنے دیا بلکہ ثابت قدمی اور استقلال عطا فرمایا۔ کوشش میں یہ برکت ہوتی ہے کہ خدا ثابت قدم کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی مرتد نہ ہوا۔ دوسرے نبیوں کے احباب میں ہزاروں ہوتے تھے حضرت مسیح کے تو ایک ہی دن میں پانسو مرتد ہو گئے۔ اور جن پر بڑا اعتبار اور وثوق تھا اُن میں سے ایک نے تو 30 درہم لے کر پکڑ وا دیا اور دوسرے نے تین بار لعنت کی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ مربّی کے قویٰ کا اثر ہوتا ہے جس قدر مربّی قوی التاثیر اور کامل ہوگا ویسی ہی اس کی تربیت کا اثر مستحکم اور مضبوط ہوگا۔

یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے کامل اور سب سے بڑھ کر ہونے کا ایک اور ثبوت ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ گروہ میں وہ استقلال اور رسوخ تھا کہ وہ آپ کے لئے اپنی جان مال تک دینے سے دریغ نہ کرنے والے میدان میں ثابت ہوئے اور مسیح کے نقص کا یہ بدیہی ثبوت ہے کہ جو جماعت طیار کی وہی گرفتار کرانے اور جان سے مروانے اور لعنت کرنے والے ثابت ہوئے۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمیت کا اثر تھا کہ صحابہ میں ثبات قدم اور استقلال تھا۔ پھر مالک یوم الدین کا عملی ظہور صحابہ کی زندگی میں یہ ہوا کہ خدا نے ان میں اور ان کے غیروں میں فرقان رکھ دیا یا جو معرفت اور خدا کی محبت دنیا میں ان کو دی گئی یہ اُن کی دنیا میں جزا تھی اب قصہ کوتاہ کرتا ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان صفات اربعہ کی تجلّی چمکی۔''

(الحکم 24 جنوری 1901ء بحوالہ تفسیر سورۃ الفاتحہ صفحہ 172,171)

نواں باب

اسلام

کا

روحانی اور تعبُّدی پہلو

نواں باب

اسلام کا روحانی اور تعبُّدی پہلو

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
اُس بِن نہیں گزارا، غیر اُس کے جھوٹ سارا

(المسیح الموعود)

جنوبی ہند کے ایک میلہ میں جماعت اسلامی کا ایک سٹال لگا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار الجمیعۃ دہلی نے لکھا کہ

''ایسے سٹالوں کا ہمیں جو تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ ان میں زیادہ تر اسلام کو ایک سماجی حل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔مگر اس سے زیادہ اہم پہلو وہ ہے جس کو ہم ''روحانی پہلو'' سے تعبیر کر سکتے ہیں یعنی انسان کی نفسیات میں ایک معبود کے آگے اپنے کو ڈال دینے کی جو پیاس ہے اس کے جواب کے طور پر اسلام کو پیش کرنا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے سیاسی اور معاشی ہنگاموں کے

زمانہ میں بھی انسان کو سب سے زیادہ اسی چیز کی تلاش ہے اس کی روح اسی قسم کی ایک چیز پانے کے لئے بے چین ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اسلام کے اسی تعبُّدی پہلو نے ہمیشہ انسان کو اسلام کی طرف کھینچا ہے مگر جماعت اسلامی جس طرح اسلام کی بات نشر کرتی ہے اس میں اسلام کا یہ ''تعبُّدی پہلو'' بہت اوجھل رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے پیش کردہ اسلام میں لوگوں کو حقیقی تسکین نہیں ملتی اور وہ اس درجہ متاثر نہیں ہوتے کہ اپنے خیالات بدلنے پر آمادہ ہو جائیں۔''

(الجمعیۃ دہلی جمعہ ایڈیشن مورخہ 10 جنوری 1969 صفحہ 9)

اگرچہ گزشتہ اوراق میں اسلام کے اسی تعبُّدی پہلو کو پیش کیا گیا ہے بلکہ اس مقالہ کا تمام تر موضوع ہی یہ ہے تاہم جن باتوں کا تبصرہ نگار نے اشارہ دیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان پر بطور خاص علیحدہ گفتگو کی جائے۔ اس لئے ذیل میں نمبروار قرآن کریم کے آئینہ میں ان امور پر بھی حسب گنجائش کچھ لکھا جاتا ہے۔

(الف)۔ سیاسی ہنگامے اور معبود حقیقی کا عظیم سہارا

موجودہ جمہوری دور میں سیاسی ہنگاموں کے تین بڑے مواقع دیکھنے میں آتے ہیں:

اوّل: الیکشن کے وقت خواہ الیکشن جنرل ہوں یا صوبائی

دوم: صوبوں میں وزارت سازی کے وقت

سوم: ایسے مواقع پر جب سیاسی لیڈر اپنی لیڈری چمکانے کے لئے وقتی ہنگامے کھڑے کر دیتے ہیں۔ مثلاً ہڑتالوں، تالہ بندیوں کی تحریک کے وقت، ایسی تحریکات کے وقت اگرچہ پہلے دو مواقع کی طرح کسی طبقہ کی قسمت کا پانسہ بدلنے والا تو نہیں ہوتا لیکن چونکہ توڑ پھوڑ اور تشدد آمیز کاروائیوں میں جو افراد براہ راست تخریب کا نشان بن رہے ہوتے ہیں وہ جس پریشان حالی کا شکار ہوتے ہیں اُس وقت بلاشبہ ہر شخص کا دل کسی مضبوط سہارے کا متلاشی ضرور ہوتا ہے۔

اوّل الذکر دونوں قسم کے ہنگامے جب ملک میں برپا ہوتے ہیں تو بالعموم دیکھا یہ گیا ہے کہ امیدوار جیوتشیوں کی طرف بھاگتے ہیں اُنہیں اپنے ہاتھ دکھلاتے پھرتے ہیں۔ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں؟ محض اس لئے کہ قبل از وقت ان کے توسط سے شاید کوئی تسکین بخش ذریعہ ہاتھ لگ جائے۔!!

اسی طرح اُس وقت بھی جب کسی سیاسی عنصر کا پختہ غلبہ اور تسلط پالینے پر کسی ایسی ہی طاقت اور سہارے کی تلاش میں ہوتے ہیں جو اُنہیں اس سے نجات اور مخلصی دلادے۔ اس طور کی تسکین پانے کے لئے بسااوقات لوگ بڑی بڑی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں سازشیں کرتے ہیں۔ قتل و غارت گری کی وارداتیں ہونے لگتی ہیں جن سے ملک کا امن وامان خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

ایسے وقت میں قرآن کریم اور اسلام ببانگ بلند انسان کو ایک پُر امن سیدھی راہ دکھاتا ہے وہ کہتا ہے **مالک یوم الدین** خدا کی ذات پر کامل بھروسہ رکھو یہ دنیا قطعی اور آخری فیصلے کا مقام نہیں۔ یقین جانو کہ ایک ایسا دن بالضرور آنے والا ہے جب ظالم سے ظلم کا بدلہ لیا جائے گا۔ بہتر ہے کہ تم خود بدلہ نہ لو اور ملکی امن اور معمول کی زندگی کو مخدوش نہ ہونے دو۔ اگر تم صبر سے کام لو گے تو تمہارا صبر بے نتیجہ نہیں جائے گا بلکہ بہتر پھل لائے گا۔ عظیم قدرتوں کے مالک خدا کی نگاہ سب واقعات پر ہے اس کے دربار میں ظالم اور مظلوم ایک ہی پلڑے میں نہیں تولے جائیں گے مظلوم کو اُس کا حق ملے گا۔ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔!

صحابہ کرامؓ کی مکی زندگی دنیا کی سامنے ہے ایک زمانہ تک صحابہ کا ظلموں کو سہتے چلے جانا اور اُف تک نہ کرنا بالآخر ان کے حق میں کیسا شاندار رہا۔!! کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے والے اذیت پہنچانے والے، غلاموں کی طرح سر جھکائے حاضر نہیں ہوئے؟ وہ خدا سب کا خدا ہے ہر صبر کرنے والے کو اسی طرح صبر کا میٹھا پھل دیتا ہے۔مگر دیتا اُسی کو ہے جو ایک وقت تک حالات کی تلخیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے۔

شدید مشکلات کے وقت، نہایت درجہ پریشان حالی کے وقت، اسلام یہی کہتا اور قرآن کریم اس کی تلقین کرتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں جھک جاؤ اور اُس کی جناب سے طلب خیر کرو۔اسلامی اصطلاح میں اسی کو ''استخارہ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔استخارہ کیا ہے؟ یہی کہ خدائے علیم وقدیر سے خیر و برکت کی دعا کر کے کسی کام کے ترک و اختیار کا فیصلہ کرے۔کیسی اطمینان بخش صورت ہے یہ!! جو اسلام اور قرآن نے بتائی۔!!

اسی طرح قرآن کریم اس امر کی بھی تلقین کرتا ہے کہ تم فکر نہ کرو دلگیر مت ہو خودکشی کے خیالات اپنے دماغ میں مت لاؤ۔مردانہ وار حالات کا مقابلہ کرو۔ مادّی وسائل کو ممکن حد تک کام میں لاؤ مگر ساتھ کے ساتھ خدائے رحیم وکریم کی بارگاہ میں دعا بھی کرو کہ وہ مجیب الدعوات ہے۔وہ دعاؤں کو سنتا ہے اُس نے وعدہ فرما رکھا ہے کہ:

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْ مِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَO﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 186)

جب میرے بندے میرے متعلق تم سے دریافت کریں تو کہو میں قریب ہی ہوں

بلکہ ہر دعا کرنے والی کی دعا کو قبول کرتا ہوں وہ مجھ سے دعا کرکے تو دیکھیں مجھ سے مانگیں میں ان کی مراد پوری کروں گا۔

خدا سب نُوں دیندا جو کوئی منگے!
کوئی ہے منگن والا! جواُس درتوں منگے!

(عالم رویاء میں صدائے درویش) لے

خدا کے ہزاروں اور لاکھوں برگزیدہ بندوں نے نہایت درجہ پریشان کن حالات میں پروردگار عالم کو پکارا سچا خدا اپنی عجب نصرت کے ساتھ پہنچا، اُنہیں ہر قسم کی پریشانیوں اور شدائد سے اپنی حفظ وامان میں لے لیا۔ اس طرح ایک لمبے صبر کے بعد

تتمہ

لے اگرچہ یہ ایک خالص ذاتی امر ہے تاہم ریکارڈ کے لئے نظر ثانی کے وقت اس کا لکھا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ جب راقم الحروف یہ مقالہ لکھ رہا تھا اور اس حصہ پر پہنچا تو دل سے بیساختہ دعا نکلی کہ خدایا ذاتی طور پر مجھے بھی اس نوع کی قبولیت دعا کا کوئی کرشمہ دکھا چنانچہ رات کے وقت ایک رویا دیکھی اس رویا میں راقم الحروف کا یہ پنجابی شعر اپنے دو اور ساتھیوں کے ساتھ قوالی کی طرز پر وجد انگیز انداز میں گا رہے تھے اس موقعہ پر جو دعائیں میں نے کیں ان میں ایک دعا مقالہ کے بارے میں بھی تھی کہ یہ مقالہ انعام حاصل کرے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس دعا کو قبول بھی کرلیا اس کے علاوہ بھی دعائیں تھیں وہ بھی الحمدللہ قبول ہوئیں فالحمدللہ علی ذالک

(محمد حفیظ بقاپوری درویش قادیان)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ کے آخر میں مصنف کی طرف سے ایک ضروری یادداشت صفحہ 381

شدائد کی ظلمتیں دُور ہو کر سکھ اور چین کی صبح کی روشنی بالیقین ظاہر ہوگئی۔!!

پس قرآن کریم تمام ایسے ہنگاموں کی وقت بس خدائے قادر و توانا کی مضبوط پناہ میں آ جانے کی تلقین کرتا ہے اُسی کا سہارا طلب کرنے کی تاکید کرتا ہے کہ اس کا سہارہ مل جانے کے بعد کسی بھی دوسرے سہارے کی ضرورت باقی نہیں رہتی:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾

(سورۃ الطلاق آیت نمبر 4)

جو اللہ پر اپنا تمام تر بھروسا کر لیتا ہے تو وہ اُس کے لئے کافی ہو جایا کرتا ہے۔!!

﴿نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ O﴾

(سورۃ انفال آیت نمبر 41)

وہ (اللہ) بہترین حامی اور بہترین مددگار ہے

(ب) اور معاشی ہنگاموں میں!

فی زمانہ سائنسی ترقی کے باوجود پسماندہ ممالک میں خاص طور پر معاشی مسائل بھی کچھ کم پریشانی کا باعث نہیں ہیں بھوک اور افلاس سے تنگ آ کر بسا اوقات لوگ خودکشی تک کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کے واقعات آئے دن اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ اگر باقاعدہ طور پر اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو سینکڑوں کی تعداد صرف اسی نوع کی اموات بن جائیں۔ ایسے واقعات کی تہ میں بالعموم محبت کی ناکامی کے ساتھ ساتھ غریب اور پسماندہ ممالک میں معاشی تنگ حالی ہی ہوتی ہے۔

آخر ایک شخص خود کو مار ڈالنے کے لئے کیوں تیار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے حالات کے سُدھر جانے اور کسی طرف سے اس مصیبت اور پریشانی کو دور کرنے والے کسی طرح کا سہارا دینے والے ہاتھ کے بڑھنے سے مایوس ہو جاتا ہے۔ مایوسی کا نتیجہ اس خطرناک فیصلہ کی ابتدائی کڑی بن جاتا ہے۔ موت کو پریشانیوں سے نجات پا جانے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ ایسے وقت میں دو زبردست غلطیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔

اوّل: یہ کہ میرے لئے اس پریشانی کو دور کرنے والا کوئی نہیں؟ دوم: مر جانے کے بعد بس زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔!!

قرآن کریم پہلے ہی مرحلہ پر انسان کو مایوسی سے بچاتا ہے اور ایک زبردست اور نہایت درجہ قوی اور مضبوط سہارے کی خبر دیتا ہے۔ وہی عظیم سہارا جس نے انسان کو زندگی بخشی اور سب کائنات عالم پر اُسی کا تصرف ہے اور جملہ حالات کی تاریں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ بڑا ہی رحیم و کریم خدا ہے۔ اُس کی رحمت سب پر حاوی ہے۔ ﴿رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ؕ﴾ (اعراف آیت نمبر 157) ''میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے''۔ کے پُر یقین الفاظ زبردست گارنٹی ہیں۔ پھر انسان کیوں مایوس ہو یا دل برداشتہ رہے۔ اس لئے تو اس نے بتاکید کہہ دیا:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ﴾

(سورۃ زمر آیت نمبر 54)

تم خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو ۔ نیز فرمایا:

﴿لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾

(سورۃ یوسف آیت نمبر 88)

اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو اصل بات یہی ہے کہ منکر لوگوں کے سوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی بھی انسان ناامید نہیں ہوتا۔

جسے خدا کی ذات پر کامل یقین اور ایمان حاصل ہوتا ہے مایوسی اس کے قریب

بھی نہیں آتی اور وہ اپنے خدا پر کامل بھروسہ رکھتا ہے۔ اُسی نے مومن بندے سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ:

﴿فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًاO اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًاO﴾

(سورۃ الم نشراح آیت 7-6)

پس یاد رکھو اس تنگی کے ساتھ ایک بڑی کامیابی مقدر ہے۔ ہاں یقیناً اس تنگی کے ساتھ ایک اور بھی بڑی کامیابی مقدر ہے۔

ایک عسر کے ساتھ دو یسر ہوتے ہیں۔ اس لئے تنگی کے وقت کشائش کی اُمید رکھو اور مایوسی کا شکار مت بنو کہ یہ خدا کی ذات پر ایمان رکھنے والوں کا شیوا نہیں۔ فرماتا ہے:

﴿اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَO﴾

(سورۃ یونس آیت نمبر 63)

سنو! اللہ کے اولیاء اور تعلق داروں پر نہ خوف مستولی ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔!!

اللہ اکبر کتنا زبردست سہارا ملتا ہے ان مختصر الفاظ میں اور کس قدر ہمت بلند ہو جاتی ہے اُس شخص کی جو چاروں طرف سے مصائب اور فکرمندیوں کے طوفانوں میں گھرا ہوا ہے۔ وہ خدا کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کر لیتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ خدا کے ہزاروں ہزار اولیاء کی زندگیوں کے بیشمار سچے واقعات اس حقیقت پر شاہد ناطق ہیں۔ نہ صرف پرانے زمانہ کے بلکہ اس زمانہ کے تازہ بتازہ واقعات بھی کچھ کم نہیں۔ ہماری درویشی کا ایک ایک دن ایک ایک ساعت اُس زبردست سہارے پر چل رہی ہے۔ ہمارے سامنے روزمرہ ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو نہ صرف ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر سننے دیکھنے والا اس کا بذات خود گواہ ہوتا ہے۔ ہر قسم کے مخالف حالات میں درویشان کا قادیان میں ٹھہرنا اور پھر خدمت واشاعت دین کی ایسی توفیق پانا جو ایک مثالی رنگ رکھتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے طاقتور سہارے کا ناقابل تردید زندہ ثبوت ہے۔

ماسوا اس کے دعاؤں کی قبولیت کے واقعات بجائے خود خدا کے طاقتور سہارے

کی دلیل ہیں۔اس طرح کے سہارے ہر مومن کے لئے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر خدارسیدہ جماعت کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ شوریٰ میں فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَO وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 27,26 پارہ 25)

وہی خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔اور جو کچھ تم کرتے ہو اُسے جانتا ہے۔مومن بندوں اور عمل صالح بجالانے والوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ جتنے بدلہ کے وہ مستحق ہوتے ہیں اپنے فضل سے اس سے بھی زیادہ ان کو دیتا ہے۔اور منکروں کے لئے سخت عذاب مقرر ہے۔اس مقام پر ایک آیت چھوڑ کر آگے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَهُوَ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُO﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 29)

وہی خدا ہے جو مایوسی کے بعد فریاد کو پہنچتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے وہی پناہ دینے والا اور سب تعریفوں کا مالک سچا خدا ہے۔

یہ ہے اسلام کا پیش کردہ معبود حقیقی جو سب بندوں کو اپنی ہی عبادت کا حکم دیتا ہے جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان اُس کا بندہ اور غلام بن جائے اُس کے در کا سوالی ہو۔وہ مانگنے والے کو کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔

اب دیکھئے ایک طرف قادر وتوانا۔رحیم ومہربان خدا کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے یہ سب قسم کی مذکورہ یقین دہانیاں ہیں اور دوسری طرف اولیاء اللہ کی زندگیوں میں اس کی فعلی شہادت ملتی ہے۔ پھر کون ہے جو ایسے خدا کو چھوڑنا پسند کرے اور اس مضبوط سہارے پر اطمینان بخش زندگی گزارنے کے لئے تیار نہ ہو؟

(ج) اور انسان کی معاشرتی زندگی میں !!

یہی حالت انسان کی معاشرتی زندگی میں گونا گوں پریشانیوں کے وقت کی ہے

مثلاً

گھروں میں بالعموم میاں بیوی کے کشیدہ تعلقات کے وقت خواتین کی کسمپرسی کی حالت کا تصور کریں ایسے پریشان کن حالات میں کتنی مظلوم اور بے بس عورتوں نے گلے میں پھندے ڈال کر جان دے دی۔ کنوئیں میں چھلانگیں لگا دیں۔ زہر کھا لئے۔ مٹی کے تیل چھڑک کر جل مریں۔ بڑی مقدار میں خواب آور گولیاں کھا کر اپنی جان پر کھیل گئیں۔ یہ سب کسی طاقتور سہارے کی تلاش میں تھیں اُنہیں دنیا میں کوئی سہارا نظر نہ آیا۔ بھری دنیا اُن کی نگاہوں میں تاریک ہوگئی۔ اور آخر کار اسی طرح انہوں نے اپنی زندگی ختم کر لی۔!!

اس کے مقابل پر ایک بڑی تعداد ایسی خدا پرست خواتین کی بھی ہے کہ جو ایسی موت کو لعنتی موت یقین کرتی ہیں۔ نہایت بے بسی کے عالم میں اور نہایت درجہ پریشان کن حالات میں بھی اُنہیں خدا کی ذات پر کامل بھروسہ رہا تھا۔ حالات کی بھیانک صورت اُن کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہ کر سکی۔ ایمان کی مضبوط چٹان پر وہ مردانہ وار قائم رہیں۔ جب اُن کا خدا کی ذات پر ایسا ایمان اور یقین تھا تو خدا نے بھی اُنہیں ہرگز ہرگز ضائع نہیں کیا۔

ایسی خدا پرست خواتین میں سے بطور مثال حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ آج کروڑوں کروڑ نفوس اللہ کی بندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی عزت و احترام سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اُمِّ اسمٰعیل ہاجرہؓ کو بے نظیر ہاجرہ بننے کے لئے بینظیر قربانی دینی پڑی۔ پریشانیوں اور شدائد کے موقعہ پر اپنے دل پر بھاری سِل رکھنی پڑی۔ ان سب واقعات کی ابتداء اگر تلاش کی جائے تو دو عورتوں کی آپس میں ناچاقی تھی۔ سارہ، ہاجرہ کو پسند نہیں کرتی تھیں ہاجرہ تو ہاجرہ، سارہ کو ہاجرہ کے بیٹے سے بھی

پرخاش تھی۔ یہ گھریلو ناچاقی بالآخر رنگ لائی۔ سارہ نے برملا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہہ دیا کہ ہاجرہ کو میری آنکھوں سے کہیں دور مقام پر چھوڑ آؤ۔ادھر خدا کی تقدیر بھی اس رنگ میں ظاہر ہوئی۔خدا ہاجرہ کو امر بنا دینا چاہتا تھا اوراس کے بیٹے کوایک بڑی نسل کا باپ۔خداوند تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو الہام کیا کہ وہ ہاجرہ اوراس کے بیٹے کوساتھ لیکر مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ آئے۔چنانچہ محبت کرنے والا خاوند اپنی محبوب بیوی کواور شفیق باپ اپنے اکلوتے بیٹے کوحکم الٰہی پر منزلیں مارتا ہوا ایک بیاباں میں لے آیا۔جب دونوں کواس طرح چھوڑ کر لوٹنے لگے تو ہاجرہ نے پوچھا: اے ابراہیم! تم ہمیں کس کے سہارے یہاں چھوڑ چلے ہو؟

حضرت ابراہیم رقّت کے مارے بول نہ سکے صرف خاموشی سے آسمان کی طرف سر اُٹھایا، ہاجرہ سمجھ گئیں اوراُن کے منہ سے جوالفاظ اُس وقت نکلے وہ تاریخ میں ہمیشہ ہی یادگار رہیں گے فرمایا: اِذًا لَا یُضَیِّعُنَا اللّٰہُ! تب خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ ہاجرہ نے جس طاقتور ہستی کواپنا سہارا جانا فی الواقع اُس نے اُسے اوراُس کے بیٹے کو نہ صرف محفوظ و مامون رکھا بلکہ ان کی عزت وتکریم کو دلوں میں قائم کردیا۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا۔

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا ہم کو وہی ہے پیارا دلبر وہی ہمارا
اُس بن نہیں گزارا غیر اُس کے جھوٹ سارا

(درثمین اُردو)

دسواں باب

آزمائشوں کی بھٹّی !!

دسواں باب

آزمائشوں کی بھٹّی!!

صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنسِ وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو
جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کُندن بن کے نکلتا ہے
(کلام محمودؓ)

قرآن کریم کا پیش کردہ خدا اگر سب کے لئے ہر آن سہارا ہے، تو اپنی ذات پر ایمان لانے والوں کو کُندن بنانے، انہیں غیر معمولی انعامات کا وارث ٹھہرانے کے لئے، اُن پر طرح طرح کے ابتلا بھی وارد کرتا ہے۔ اُس وقت منشاء الٰہی ان کو تباہ کرنا یا زمین والوں کی نگاہ میں اُنہیں ذلیل اور رسوا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اُن کا مقام صبر دیکھنے اور اُن پر مزید انعامات نازل کرنے اور دنیا میں اُن کا درجہ بلند کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے آغاز ہی میں اس اہم مسئلہ کو واضح کر دیا گیا ہے فرماتا ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ O اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ O اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 158,156)

اور ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ سے ضرور آزمائیں گے۔ پس اے ہمارے رسول تو ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے کہ جب بھی اُن پر کوئی مصیبت آئے گھبراتے نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں، جن پر اُن کے رب

کی طرف سے پے در پے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔!!

قرآن کریم میں سبھی انبیاء اور اُن کی امتوں پر ایسے ابتلائی حالات کا آنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ Oوَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ O﴾ (سورۃ العنکبوت آیت نمبر 4,3)

کیا اس زمانہ کے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہوگا اور وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمائشوں کی بھٹیوں میں ڈالا نہیں جائیگا! نہیں نہیں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کو بھی ہم نے آزمایا تھا اور اب بھی خدا ایسا ہی کرے گا ان آزمائشوں کے نتیجہ میں وہ سچ بولنے والوں اور جھوٹ سے کام لینے والوں کو ممتاز کر دینا چاہتا ہے۔

تاریخ انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آنے والے ابتلا تو مشہور ہی ہیں کس طرح اُنہیں قوم کی زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جلتی آگ میں وہ ڈالے گئے، خویش واقارب اور قوم کے مقاطعہ کا وہ شکار بنائے گئے، وطن سے بے وطن وہ کئے گئے، بڑھاپے کی عمر میں اکلوتے بیٹے کی قربانی دے دینے کی آزمائش میں وہ ڈالے گئے۔!!

مگر، زندہ باد ابراہیمؑ! کہ یہ بندۂ خدا ہر آزمائش اور ہر امتحان میں کامیاب نکلا۔!! قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہی ابتلاؤں اور ان کے بعد عظیم انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ O﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 125 پارہ 1)

اُس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام کو اُس کے رب نے بعض باتوں سے

آزمایا اور اس نے جملہ آزمائشوں اور امتحانات میں سو فیصدی نمبر حاصل کئے تب خدا نے اُس پر خوشنود ہو کر فرمایا: میں تجھے لوگوں کے لئے پیشوا بناتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کی خداوند! میری اولاد بھی تیرے انعامات کی وارث ہو! خدا نے فرمایا: بیشک مگر میرا یہ وعدہ ظالموں کے حق میں نہیں، مطلب یہ کہ اولادِ ابراہیم جو ظالم ہو جائیں گے اور میرا در چھوڑ بھاگیں گے انہیں پیشوائی کے انعام سے حصہ نہیں مل سکے گا۔

اللہ اللہ! ابراہیم علیہ السلام پر خدا کا کتنا بڑا انعام ہوا۔ لیکن جس قسم کے امتحانات اور آزمائشوں میں وہ ڈالے گئے یہ بھی کوئی معمولی نہ تھے۔ جس طرح آزمائش کڑی تھی اور امتحان سخت تھا ایسے ہی جب انعامات کا در کھلا تو وہ بھی بے نظیر نکلا۔ آج حضرت ابراہیم علیہ السلام واحد شخص ہیں جن کو دنیا بھر کے یہود بھی عیسائی بھی اور مسلمان تینوں ہی اپنا روحانی باپ قرار دیتے ہیں اور سب کے دلوں میں ان کا نہایت درجہ عزت واحترام ہے۔ یہ وہ امامت اور پیشوائی کا مقام ہے جو ربِ رؤف رحیم کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ آزمائشوں میں کامیاب ہونے کا ہی ثمرہ ہے۔!!

اب قرآن کریم کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو جس میں عہد اسلام کے ایمان داروں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌO﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 215)

کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم ایسے ہی پرسکون زندگی پانے لگو گے اور بلا امتحان جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ بطور امتحان تم پر اُن لوگوں کی سی تکلیف کی وہ حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں اُنہیں تنگی بھی پہنچی اور تکلیف بھی ہوئی اور اُنہیں خوف دلایا گیا حالانکہ اُس وقت کا رسول اور اس کے ہاتھ پر ایمان لانے والے کہہ اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی۔ یاد رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔

اس آیت کریمہ میں نبیوں اور مومنوں پر جو مصائب آتے ہیں اور آزمائش کی بھٹیوں میں ڈالے جاتے ہیں اُن کی حکمت بتاتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ ہم چاہتے تو اُنہیں کوئی بھی تکلیف نہ پہنچنے دیتے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ مخالفوں کے عذاب اور تکلیفیں خدا کے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو برابر پہنچتی رہیں۔ اس میں ہماری غرض یہ تھی کہ ان کے دلوں میں دعاؤں کی تحریک زیادہ سے زیادہ پیدا ہوتی رہے اور وہ بار بار ہماری طرف جھکیں تا ایک طرف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے اور دوسری طرف جب اللہ تعالیٰ کی نصرت معجزانہ طور پر آئے تو ان کے ایمان بڑھیں اور کفار میں سے جو غور کرنے والے ہوں انہیں ہدایت حاصل ہو۔ چنانچہ جب یہ غرض پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ لو اب ہماری مدد آ گئی۔!!

ایسے ابتلاؤں کے وقت بندے کا اصل مقام رضا بالقضا ہونا چاہیئے جیسا کہ قرآن کریم میں مقربین بارگاہ الٰہی کا نمونہ بتایا گیا ہے مثلاً سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا:

﴿اِذْقَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَO﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 132)

جب حضرت ابراہیم کو اس کے رب نے فرمایا کہ تو اپنا سب کچھ میرے سپرد کردے اُس نے کہا بیشک میں نے اپنا سب کچھ پروردگار عالم کے حوالے کر دیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا:

﴿وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 41)

اور ہم نے تجھے اور کئی امتحانوں میں ڈال کر اچھی طرح آزمایا۔

اسی طرح ابتلاء کے وقت بعض لوگوں کی غیر مستقل طبائع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا

مَعَکُمْ ؕ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ○﴾

(سورۃ العنکبوت آیت نمبر 11,12 پارہ 20)

لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایمان باللہ کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن جب اس سلسلہ میں اُنہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کی طرف سے ایذا رسانی کو یوں سمجھنے لگتے ہیں۔ گویا خدا کی طرف سے عذاب نازل ہوا۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے مدد آتی ہے تو کہتے ہیں درحقیقت ہم بھی تمہارے ساتھ تھے کیا دُنیا جہاں کے لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اس کو اللہ اچھی طرح نہیں جانتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی طرف سے آزمائش کے وقت غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے مومنوں اور منافقوں کو الگ الگ کردے۔ اس لئے خدائی ابتلاؤں کو خدا کی طرف سے عذاب کے برابر سمجھنا سخت غلطی ہے۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اور قرآنی آیات سے اس کے شواہد پیش کیے گئے، مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب انوار الاسلام میں پوری شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے جو کچھ بیان فرمایا یہ قرآنی بیان کا گویا خلاصہ اور نچوڑ ہے حضور فرماتے ہیں:

''جو صادق اور اس کی طرف سے ہیں وہ مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ اُن پر ہوتا ہے۔ اور سچائی کی روح اُن کے اندر ہوتی ہے۔ اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جاویں اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتھ ملائے جائیں اور چاروں طرف سے اُن سے لعن طعن کی بارشیں ہوں اور ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبے کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے؟ اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوب حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے۔ خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس

لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں ہر ایک جو ہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اول صدمات کا تختۂ مشق ہوتا ہے۔ مثلاً اس زمین کو دیکھو جب کسان کئی مہینے تک اپنی قلبہ رانی کا تختۂ مشق رکھتا ہے۔ اور ہل چلانے سے اس کا جگر پھاڑتا رہتا ہے............ اسی طرح وہ حقیقی کسان کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے۔ اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر ایک طرح سے اُن کی ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں، جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تا ان موتیوں کا وارث ہوں کہ جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں۔ اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں۔ اور اُن سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے، اور لعنت کی جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں اور دکھ دئے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتی ہیں اور بدظنیاں بڑھ جاتی ہیں یہاں تک کہ بہتوں کے خیال وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ جو شخص ان کو دُکھ دیتا اور لعنت بھیجتا ہے اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے۔ پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضہ سے کچھ قبض طاری ہو تو خدا تعالیٰ اس کو ان الفاظ سے تسلی دیتا ہے کہ صبر کر جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ پس وہ صبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنے مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے تب غیرت الٰہی اس غریب کے

لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ سو اوّل نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور اخیر میں اس کی نوبت آتی ہے۔

اسی طرح خداوند کریم نے بارہا مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائیں گے لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل حال ہوگی۔ اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا۔''

(انوار العلوم صفحہ 52 تا 54)

اسی کے ساتھ رسالہ الوصیت کا اسی نوع کا ایک اقتباس بھی شامل مطالعہ ہے جس میں حضور علیہ السلام اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے''

(رسالہ الوصیت نمبر 11)

گیارھواں باب

مالک یوم الدین

خدا کی خوشنودی اور خفگی

جنت اور دوزخ کا بیان

گیارہواں باب

مالک یوم الدین

خدا کی خوشنودی اور خفگی

جنت اور دوزخ کا بیان

قرآن کریم نے معبود حقیقی کو مالک یوم الدین کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو اچھے یا برے عمل کرتا ہے اس کی جزاء سزا دینے کا اُسے پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ قصوروار کو اس کے قصور کے مطابق سزا دینے پر بھی قادر ہے اور اپنی صفت مالکیت کے سبب اُسے معاف بھی کر سکتا ہے۔ وہ نہ کسی طور پر مجبور اور معذور ہے اور نہ ظالم ہے۔ جس قدر کسی نے نیک عمل کئے ان کا بدلہ انہیں ضرور دے گا۔ بلکہ مالک ہونے کے لحاظ سے اُن کے نیک عمل کے مقابل پر اپنی رحمت سے اُنہیں بے اندازہ بدلہ بھی دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔

یہ اُس کی شان ہے کہ ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ O﴾ (سورۃ انبیاء آیت نمبر 24) کا مقام رکھتا ہے یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے متعلق وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہوتا البتہ سب لوگ اُس کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔

معبود حقیقی کے سامنے مخلوق کی جواب دہی کے سلسلہ میں قرآن کریم ہر ایمان دار کو صدق دل سے اس بات پر بھی ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک ایسا دن آنے والا ہے جب دنیا میں کئے ہوئے انسان کے اچھے یا برے عملوں کا نتیجہ نکلے گا۔ جس شخص کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا اُسے خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی اور جس کے عملوں کا پلڑا ہلکا رہے گا وہ خدا کی خفگی ناراضگی اور غضب کا مورد بنیں گے۔ اس نئی زندگی کا نام

بعث بعد الموت اور اس دن کا نام یوم الدین یوم آخرۃ اور یوم القیمۃ ہے۔ پھر خدا کی خوشنودی اور رضا کے مقام کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم نے ''جنت'' کی اصطلاح استعمال کی ہے اور خدا کی خفگی غضب اور اُس کے عذاب کا نام جہنم ہے۔ اس کو کبھی آگ اور کبھی ھاویہ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔

قرآن کریم نے ایمان بالآخرۃ یعنی موت کے بعد ملنے والی زندگی اور حسب اعمال جزاء وسزا پانے کے عقیدہ کی تلقین کے ساتھ انسان کی دنیوی زندگی کو با مقصد اور نتیجہ خیز بنا دیا ہے۔ اس کے اعمال میں درست رَوِی پیدا کرنے کی راہ بتائی گئی ہے۔ جو لوگ اس عقیدہ پر قائم نہیں وہ بے خوف ہو کر ہر طرح کی بہیمانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور انسانیت کے اعلیٰ واشرف مقام کو بٹہ لگاتے ہیں۔ ہر سمجھدار انسان دینی زندگی کو کسی نہ کسی قاعدہ اور دستور کے تحت چلاتا ہے۔ دُنیا میں تمام کاروبار ہر اجتماعی حرکت وسکون کسی نہ کسی ضابطہ اور قانون کے ماتحت ہے۔

خالق کائنات نے انسان کی فطرت میں یوم قیامت کا احساس ودیعت کیا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ O وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ O اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ O بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ O﴾

(سورۃ القیامۃ آیت نمبر 2 تا 5)

یوں نہیں جیسا تم کہتے ہو۔ میں قیامت کے روز کو بطور شہادت پیش کرتا ہوں پھر سُن لو یوں نہیں جیسا کہ تم کہتے ہو میں نفس لوامہ کو بھی شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ کیا انسان سمجھتا ہے کہ (اُس کے مرجانے اور اُس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوجانے کے بعد) ہم اُس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے۔ نہیں نہیں! ہم تو اس پر بھی قادر ہیں کہ اُس کے جوڑ جوڑ کو پھر سے بنا دیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے نفس میں جو کسی بڑی چیز کا ہر وقت خوف اور فکر ہوتا ہے اور اُس کا نفس بُرا کام کرنے پر اُسے ملامت کرتا ہے۔ اس کو اس بات

کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے جب انسان کا محاسبہ ہوگا۔ اُس بڑے محاسبہ کا ہی خوف انسان کے غیر شعوری دماغ میں ہر وقت اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ جس کا اظہار ہر چھوٹے چھوٹے موقع پر بصورت خوف و ڈر قدرتی طور پر اُس سے ہوتا ہے۔ اور اس طرح کا احساس اس بات کی دلیل ہے کہ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے جب انسان کے تمام اعمال و افعال کی نسبت اُس سے باز پرس ہوگی۔

قیامت کے قائم ہونے اور ہر شخص کا محاسبہ ہونے کا عقیدہ پیش کر کے قرآن کریم نے انسان کی زندگی میں جملہ مساعی کو با مقصد بنا دیا ہے۔ قرآن کریم نے اس پر کافی و وافی روشنی ڈالی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ نیک اعمال بجالانے والے شخص کو اچھا اجر ملے گا۔ اور خدا کی خوشنودی اور اُس کی رضا اُسے میسر آئے گی اور جن کے اعمال میں کمی رہ گئی اُسے ایک ایسے مقام میں داخل کیا جائے گا جہاں ایک شفا خانہ کی طرح اُس کی روحانی امراض کا علاج معالجہ ہوگا۔ اس حالت میں اُسے خدا کی خوشنودی یا اُس کی رضا حاصل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جوں جوں ان امراض سے اُن افراد کو صحت ملتی چلی جائے گی انہیں اس مقام سے نکال لیا جائے گا۔ جسے جہنم اور دوزخ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ (مزید تفصیل آگے آتی ہے)

رضائے الٰہی کے حصول یا جنت میں جانے کے موجبات کیا ہیں اور دوزخ یا جہنم میں داخل ہونے کے کیا موجبات ہیں؟ یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ زیر نظر مقالہ کی محدود وسعت کے پیش نظر اس بارہ میں ذیل کی چُنیدہ آیات سے دونوں کی مختصر کیفیت اور کسی حد تک تفصیل متحضر ہوسکتی ہے۔

(الف) جنت: رضائے الٰہی کا مقام

(1)---- سورۃ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیات میں جنت کی کچھ تفصیل، اس میں داخل ہونے والوں کے اوصاف اس طرح بیان ہوئے ہیں فرماتا ہے:

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ O الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ O ﴾

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 133 تا 137)

اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والی **بخشش** کی طرف اور اُس **جنت** کو حاصل کرنے کی طرف جس کی قیمت آسمان اور زمین ہیں اور جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جلدی کرو جو متقی خوشحالی میں بھی اور تنگدستی میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے جو کسی برا کام کرنے والے کی صورت میں یا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی صورت میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا کون قصور معاف کرسکتا ہے؟ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہوتا ہے اس پر دیدہ دانستہ ضد نہیں کرتے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی جزاء ان کے رب کی طرف سے نازل ہونے والی مغفرت اور ایسی جنتیں یعنی باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں بستے چلے جائیں گے۔ اور کام کرنے والوں کا یہ بدلہ کیا ہی اچھا ہے۔

(2)----- ان اوصاف کے علاوہ جنت میں جانے کے لئے انسان کو کئی قسم کی آزمائشوں میں سے بھی گزرنا پڑتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی ابتدائی سورۃ بقرہ میں ایمان

داروں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو خود ہی واضح کر دیا ہے کہ:

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 215)

کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم ایسے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر اُن لوگوں کی سی تکلیف کی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں اُنہیں تنگی بھی پہنچی اور تکلیف بھی اور انہیں خوب خوف دلایا گیا تاکہ اُس وقت کا رسول اور اُس کے ساتھ کے ایمان والے کہہ اُٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی یاد رکھو اللہ کی مدد یقیناً قریب ہے۔

(3)------ نہ صرف معمولی قسم کے ابتلاء بلکہ جنت کے اعلیٰ مقام کے حصول کے لئے مومن کو تو اپنا سب کچھ اپنے معبودِ حقیقی کی راہ میں خرچ کر دینا ہوتا ہے جیسے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ O اَلتَّاۤئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السّاۤئِحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ O﴾ (سورۃ التوبہ آیت نمبر 112,111 پارہ 11)

اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو اس وعدہ کے ساتھ خرید کیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ کیونکہ وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں پس یا تو وہ اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں تب غازی کہلاتے یا خود مارے جاتے اور شہادت کا درجہ پاتے ہیں مومنوں کو جنت دینے کا یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو اُس پر لازم ہے اور تورات اور انجیل میں

بھی بیان کیا گیا ہے اور قرآن میں بھی اور یہ حق بات ہے کہ اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہے اس لئے یہ خدائی وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ پس اے مومنو! اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم سے کیا ہے اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے جس کا مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے۔

ایسی بشارت کے حق دار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں۔ خدا کی حمد کرنے والے ہیں خدا کی راہ میں سفر کرنے والے ہیں رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے اور نیک باتوں کا حکمد ینے والے اور بری باتوں سے روکنے والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں ایسے مومنوں کو تو بشارت دے دے۔

اس سے ملتا جلتا بیان سورۃ بقرہ میں اس طرح آتا ہے فرماتا ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 208)

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو بیچ ہی ڈالتے ہیں اور اللہ ایسے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔

(4)-------اگرچہ جنت اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے بڑا فضل ہے جس کی کوئی حد بست نہیں تاہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کو جذب کرنے کے لئے انسان کے اپنے عمل بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ جیسے سورۃ سجدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢم بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ O اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًام بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ط﴾

(سورۃ السجدہ آیت نمبر 18 تا 21)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان مومنوں کے لئے ان کے اعمال کے بدلہ کے طور پر کیا کیا آنکھیں ٹھنڈی کرنے اور راحت و سرور بخشنے والی چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔ کیا جو شخص مومن ہو اُس کی طرح ہو سکتا ہے جو اطاعت سے باہر نکل جائے ایسے لوگ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے ظاہر ہے جو لوگ ایمان لائے اور اس کے مطابق اُنہوں نے عمل بھی کئے اُنہیں رہائش کے قابل جنتیں ملیں گی۔ یہ اُن کے اعمال کے مطابق مہمان داری ہوگی۔ اور جو لوگ اطاعت سے نکل گئے ان کو رہنے کے لئے دوزخ ملے گی۔ اس آیت کریمہ میں ﴿ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

(5)----- انہی معنوں میں ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ○لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا○ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا○﴾ (سورۃ مریم آیت نمبر 61 تا 64 پارہ 16)

جو توبہ کرے گا اور ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ایسی جنتوں میں جو ہمیشہ رہنے والی ہیں جن کا خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے ایسے وقت میں وعدہ کیا جب کہ وہ اُن کی نظروں سے ابھی پوشیدہ ہیں۔ جس بات کا خدا وعدہ کر لیتا ہے وہ تو ضرور ہی پورا ہو کر رہتا ہے۔ ان جنتوں میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے بلکہ صرف سلامتی اور امن کی باتیں سنیں گے ان میں ان کو صبح اور شام رزق ملے گا۔ یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اُن کو کریں گے جو متقی ہونگے۔

اور یہ جو فرمایا کہ متقی ہی جنتوں کا وارث ہوں گے اس مضمون کو سورۃ زخرف میں روز محشر کا ایک پُر لطف منظر پیش کرتے ہوئے واضح فرمایا:

﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ O اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ O اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ O یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَکْوَابٍ وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ O وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O﴾

(سورۃ زخرف آیت نمبر 69 تا 73)

متقی لوگوں سے محبت کے انداز میں خدائے قدوس کلام کر کے فرمائے گا۔ اے میرے بندو آج تمہیں کسی خوف کا سامنا نہیں اور نہ کسی پچھلی غلطی کے غم میں تم مبتلاء ہو سکتے ہو (سب کچھ معاف ہو گیا اور سب غم واندو جاتے رہے) ایسا انعام پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور جنہوں نے فرمانبرداری کی سی زندگی بسر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا اور تم بھی اور تمہارے ساتھی بھی خوشیاں مناتے ہوئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے پاس بار بار سونے کے طشت اور کوزے لے کر خادم آئیں گے۔ اور اس جنت میں جو کچھ دل چاہے گا اور آنکھیں پسند کریں گی سب کچھ موجود ہوگا ساتھ اُنہیں یہ بھی کہہ دیا جائیگا کہ تم اس میں ہمیشہ رہتے چلے جاؤ گے اس نعمت میں کبھی انقطاع واقع نہیں ہونے کا۔

یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو تمہارے اعمال کے سبب سے وارث بنایا جائے گا۔ (آخری آیت قابل غور ہے)

اللہ! اللہ! کیسا رحیم و کریم خدا اور سچا اور حقیقی معبود ہے کہ محدود عمرِ انسانی میں کئے گئے محدود عملوں کا بدلہ غیر محدود اور غیر منقطع انعامات کی صورت میں دے رہا ہے!!!

(6)------ جنت کی اس تفصیل کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھی جانی چاہیے کہ ایسے انعاماتِ الٰہیہ میں کسی مرد اور عورت کا فرق نہیں۔ مطلب یہ کہ کسی نوع کے

سبب انعامات میں فرق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مرد ہو یا عورت ہر ایک سے بدلے کا وعدہ بصورت جنت و رضا الٰہی معبود حقیقی کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۝ ﴾
(سورۃ النساء آیت نمبر 125)

جو بھی مناسب حال عمل بجالائے گا خواہ وہ مرد ہے یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان پر قائم ہو یہ سب خدا کی موعودہ جنت میں داخل ہوں گے کسی پر معمولی سا ظلم بھی نہ ہونے پائے گا۔ نہ کسی کو ادنیٰ حق سے بھی محروم نہیں کیا جائے گا۔

(7)------- جنت کے سلسلہ میں صرف ایک بات اور بیان کر کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کی رو سے جنت صرف وہی نہیں جو مرنے کے بعد مومن اور متقی انسان کو بارگاہ رب العزت کی طرف سے ملے گی بلکہ نیکوکار لوگوں کی ایک جنت تو اسی دنیا ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے گویا ایسے خوش نصیب افراد کے لئے دو جنتیں ہو گئیں۔ چنانچہ اسی مفہوم کو قرآن پاک نے ان الفاظ کے ساتھ واضح کر دیا ہے جس طرح کہ سورۃ رحمٰن میں فرمایا:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۝﴾ (سورۃ رحمٰن آیت نمبر 47)

جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ہمیشہ خائف رہتا ہے اور اپنے اعمال میں درست روی اختیار کرتا اور مناسب حال اعمال بجالاتا ہے اس کے لئے دو جنتیں مقدر ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں نہایت سادہ مگر دلنشیں انداز میں فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف نے بہشت اور دوزخ کی جو حقیقت بیان کی ہے کسی دوسری کتاب نے بیان نہیں کی۔ اس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا

ہے کہ اس دنیا سے یہ سلسلہ جاری ہوتا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ O﴾ (سورۃ رحمٰن آیت نمبر 47) یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے واسطے دو بہشت ہیں یعنی ایک بہشت تو اسی دنیا میں مل جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف اس کو برائیوں سے روکتا ہے اور بدیوں کی طرف دوڑنا دل میں ایک اضطراب اور قلق پیدا کرتا ہے۔ جو بجائے خود ایک خطرناک جہنم ہے لیکن جو شخص خدا کا خوف کھاتا ہے تو وہ بدیوں سے پرہیز کر کے اس عذاب اور درد سے تو دمِ نقد بچ جاتا ہے۔ اور جو شہوات اور جذبات نفسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے اور وفاداری اور خدا کی طرف جھکنے میں ترقی کرتا ہے، جس سے ایک لذّت اور سرور اُسے دیا جاتا ہے اور یوں بہشتی زندگی اسی دنیا سے اس کے لئے شروع ہو جاتی ہے۔''

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 156,155 -
ملفوظات جدید ایڈیشن جلد دوم صفحہ 114,113)

(ب) دوزخ کا بیان: عذاب جہنم اور اُس کی تفصیل

مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عاقبت کی سزا اپنے اندر ایک فلسفیانہ حقیقت رکھتی ہے۔ جس کو کوئی مذہب بجز اسلام کے کامل طور پر بیان نہیں کر سکا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا O ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 73) یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ اُس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہوگا۔ بلکہ اندھوں سے بھی بدتر۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو دیکھنے کی آنکھیں اور اُس کی دریافت کرنے کے حواس اس جہاں سے انسان اپنے ساتھ لے جاتا ہے جو یہاں ان حواس کو نہیں پاتا۔ وہ اُن حواص سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔ یہ ایک دقیق راز ہے جس کو عام لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اگر اس کے یہ معنے نہیں تو یہ تو پھر بالکل غلط ہے کہ اندھے اس جہان میں بھی اندھے ہوں گے۔ اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو بغیر کسی غلطی کے پہچاننا اور اسی دنیا میں صحیح طور پر اس کی صفات واسماء کی معرفت حاصل کرنا آئندہ کی تمام راحتوں اور روشنیوں کی کلید ہے اور یہ آیت اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہی ہے کہ اس دنیا سے ہم عذاب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اس دنیا کی کورانہ زیست اور ناپاک افعال ہی اُس دوسرے عالم میں عذاب جہنم کی صورت میں نمودار ہو جائیں گے۔ اور وہ کوئی نئی بات نہ ہوں گے۔ جیسے ایک شخص گھر کے دروازے بند کر لینے سے روشنی سے محروم ہو جاتا ہے اور تازہ اور زندگی بخش ہوا اُسے نہیں مل سکتی یا کسی زہر کے کھا لینے سے اُس کی زندگی باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح پر جب آدمی خدا کی طرف سے ہٹتا ہے اور گناہ کرتا ہے تو وہ ایک ظلمت کے نیچے آ کر عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

گناہ اصل میں جُناح تھا جس کے معنے مَیل کرنے اور اصل مرکز سے ہٹ جانے کے ہیں۔ پس جب انسان خدا سے اعراض کرتا ہے اور اُس کے نور کے مقابل سے ہٹ جاتا ہے اور اُس روشنی سے دور ہو جاتا ہے جو صرف خدا کی طرف سے اترتی اور دلوں پر نازل ہوتی ہے، تو وہ ایک تاریکی میں مبتلا ہوتا ہے جو اس کے لئے عذاب کا موجب ہو جاتی

ہے، پھر جس قسم کا یہ اعراض ہو اُسی قسم کا عذاب اُسے دکھ دیتا ہے۔

''اب کیسی صفائی کے ساتھ یہ امر سمجھ میں آجاتا ہے کہ کوئی عذاب باہر سے نہیں آتا بلکہ خود انسان کے اندر ہی سے نکلتا ہے ہم کو اس سے انکار نہیں کہ عذاب خدا کا فعل ہے بیشک اُس کا فعل ہے مگر اس طرح جیسے کوئی زہر کھائے تو خدا اُسے ہلاک کر دے پس خدا کا فعل انسان کے اپنے فعل کے بعد ہوتا ہے اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرماتا ہے:

﴿نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ O الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ O﴾

(سورۃ الھمزہ آیت 7-8)

یعنی خدا کا عذاب وہ آگ ہے جس کو خدا بھڑکاتا ہے اور اس کا شعلہ انسان کے دل سے ہی اُٹھتا ہے اس کا مطلب صاف لفظوں میں یہی ہے کہ عذاب کا اصل بیج اپنے وجود ہی کی ناپاکی ہے جو عذاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

اسی طرح بہشت کی راحت کا اصل سرچشمہ بھی انسان کے اپنے ہی افعال ہیں۔ اگر وہ فطرتی دین کو نہیں چھوڑتا۔ اگر وہ مرکز اعتدال سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹتا اور عبودیت، الوہیت کے محاذ میں پڑی ہوئی اُس کے انوار سے حصہ لے رہی ہے تو پھر یہ اُس عضو صحیح کی طرح سے جو مقام سے ہٹ نہیں گیا اور برابر اسی کام کو دے رہا ہے جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے اور اسے کچھ بھی درد نہیں بلکہ راحت ہے''

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 25 تا 28
ملفوظات جدید ایڈیشن جلد دوم صفحہ 19-20)

دوزخ میں جانے کے بعض موجبات

(1)----انسان دوزخ میں جانے کا کب مستوجب بنتا ہے اس کے متعلق اصولی طور پر قرآن کریم یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَO﴾ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 82)

ترجمہ: اس حقیقت میں تو کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر بدی کرتا ہے اور پھر اُس کی بدی چاروں طرف سے اُس کا احاطہ کر لیتی ہے یعنی اتنی غالب آجاتی ہے کہ نیکیوں کا اثر کمزور پڑ جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے ایسے لوگ دوزخ میں پڑنے والے ہیں ان کی حالت اُس بات کی مستحق ہوتی ہے کہ وہ ایک لمبے عرصہ تک اس میں رہیں۔ (آیت کریمہ میں ﴿وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ﴾ کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں اور اس کے مطابق ان کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے) اس سے واضح ہوگیا کہ اصولاً ایک انسان دوزخ میں جانے کا کب مستوجب ہوتا ہے۔

(2)----ایک اور مقام پر فرماتا ہے کہ دنیا میں بدامنی اور فساد پھیلانے والا بھی جہنم میں جانے کا مستوجب ہوتا ہے جیسے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْھِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ O وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ O وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِھَادُO﴾ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 205 تا 207)

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی باتیں اس دنیا کی زندگی کے متعلق تجھے بہت تعجب انگیز نظر آتی ہیں اور وہ بات کرتے وقت اللہ کو اُس اخلاص پر جو اُن کے دل میں

ہے گواہ ٹھہراتے جاتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں سب جھگڑالوؤں سے زیادہ جھگڑالو ہوتے ہیں۔اور جب حاکم ہو جاتے ہیں تو فساد پیدا کرنے اور کھیتی باڑی اور مخلوق کو ہلاک کرنے کی غرض سے سارے ملک میں دوڑتے پھرتے ہیں حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اُنہیں کہا جائے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو اپنی عزت کی پیچ اُنہیں گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔پس اس قسم کے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے وہ یقیناً بہت برا ٹھکانا ہے۔

(3)---- شرک بھی انسان کو دوزخ میں لے جانے کا موجب بن جاتا ہے

فرماتا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝﴾ (سورۃ المائدہ آیت نمبر 73)

بات یہی ہے کہ جو شخص کسی کو اللہ کا شریک بنائے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔

(4)---- خدا سے کئے عہدوں اور قسموں کے بدلے دُنیاوی مال سمیٹنا بھی آخرت میں خدا کی ناراضگی کا باعث ہے جیسے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 78)

جو لوگ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے میں دنیوی مال و منال لیتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور قیامت کے دن اللہ ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔اور نہ اُنہیں پاک ٹھہرائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

(5)----- بخل بھی انسان کو دوزخ میں لے جانے کا موجب بن جاتا ہے کیونکہ بخل ہی وہ بدعادت ہے کہ موقع ومحل پر خرچ کرنے سے انسان کو روکتی ہے اور ایک بڑے افادی ذریعہ کو بند کر دیتی ہے۔فرماتا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًاۚ﴾

(سورۃ النساءآیت نمبر 38)

جوخود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے اُنہیں دیا ہے اُسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

(6)---- اسی سورۃ میں قتل نفس کو بھی دوزخ میں داخل کئے جانے کا موجب قرار دیا گیا ہے جیسے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًاۚ﴾(سورۃ النساءآیت نمبر 94)

جوشخص کسی مومن کو دانستہ قتل کر دے تو اُس کی سزا جہنم ہوگی وہ اس میں دیر تک رہتا چلا جائے گا۔اللہ اُس سے ناراض ہوگا اور اُسے اپنی جناب سے دور کر دے گا اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کرے گا۔

(7)------ ساتویں نمبر پر اب قرآن کریم کا پیارا انداز بیان ملاحظہ ہو۔ پہلے نیک بندے کی طرف سے پُر خلوص عبادت کا اعلان پھر دوزخ کے خوفناک منظر کا مؤثر بیان اور آخر میں دوزخ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے رب العٰلمین کا محبت بھرا کلام ملاحظہ ہو فرماتا ہے:

﴿ قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ دِیۡنِیۡ O فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَہۡلِیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اَلَا ذٰلِکَ ہُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِیۡنُ O لَہُمۡ مِّنۡ فَوۡقِہِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنۡ تَحۡتِہِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِکَ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ O﴾ (سورۃ الذمر آیت نمبر 15 تا 17)

اے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تم اس امر کا اعلان کر دو کہ میں تو اللہ کی عبادت اپنی اطاعت کو اس کے لئے وابستہ کرتے ہوئے کرتا ہوں باقی رہے تم، سو تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے پھرو تم جانو اور تمہارا کام۔ اُنہیں یہ بھی کہہ دو کہ پوری طرح گھاٹے میں پڑنے والے لوگ وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بھی اور اپنے رشتہ داروں کو بھی قیامت کے دن گھاٹے میں ڈال دیا، سنو یہی کھلا کھلا گھاٹا ہے۔ اُن کے اُوپر سے بھی آگ کے سایے ہوں گے اور نیچے بھی آگ کے سایے ہوں گے۔ مطلب یہ کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا آگ ہی آگ ہوگا۔ فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے ۔ اے میرے بندو! میرا تقویٰ اختیار کرو۔ اور مجھی کو اپنی سپَر بنا لو۔ (خط کشیدہ عبارت خاص طور پر قابل غور ہے کیسا پیارا انداز ہے جس سے اس بات کو خوب ذہن نشین کرایا گیا ہے!!)

(8-9) ----- پھر دوزخ کی جو وسعت ہے اور جس قدر زیادہ اس میں گنجائش رکھی گئی ہے اس کی تفصیل پڑھ سن کر انسان کی حیرت گم ہوجاتی ہے، ذرا سورۃ قٓ کا دوسرا رکوع کامل اور تیسرے رکوع کی پہلی آیات کریمہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں جہاں روزِ محشر کا ایک ہیبتناک منظر پیش کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کس طرح انسان کو اپنی ہی خطاکاریوں کے سبب دوزخ میں جانا ہوگا۔ وہ وقت اُس کے لئے قطعی بے بسی کا ہوگا اُس وقت نہ امیر کی کچھ پیش جائے گی اور نہ غریب کی۔ نہ جابر اور سرکش بادشاہ اور مقتدر انسان محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہر ایسے مجرم کو مسکت اور لاجواب کرنے کے لئے تمام ریکارڈ مکمل طور

پر وہاں موجود ہوگا۔!!

جس صورت میں کہ موجودہ زمانہ میں جملہ حرکات وسکنات کی ریکارڈنگ منظر عام میں آ چکی ہیں قرآن کریم کے بیان کردہ منظر کی تفصیلات سے انکار ممکن نہیں اور اس کا سمجھنا بھی چنداں مشکل امر نہیں رہا ہے۔ دیکھئے امریکی خلاباز آرم سٹرانگ اڑھائی لاکھ میل کی بلندی پر چاند میں کھڑا ہے اُس کے جسم پر لگائے گئے مختلف آلات اُسی وقت زمین پر امریکی کنٹرول روم میں سب کچھ بتا رہے ہیں!! کاش انسان اس حقیقت کو پہچان جائے اور اپنے اعمال میں درست روی اور سداد پیدا کرے۔ اور یہی مقصد ہے قرآن کریم میں ایسے مناظر کے بیان کرنے کا دیکھئے فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ O اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ O مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ O وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ O وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ O وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ O لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ O وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ O اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ O مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ O الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ O﴾

(سورۃ ق آیت نمبر 17 تا 27)

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ اس کا دل اُس کے اندر وسوسے پیدا کرتا ہے اس سے خوب واقف ہیں۔ اور ہم اس سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (ہر انسان کے ساتھ ایسے فرشتے اور انسانی جسم کے حصے مقرر ہیں جو اس کے جملہ اعمال کی ریکارڈنگ کرتے جاتے ہیں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) جب کہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے دو گواہ اس کی تمام حرکات کو محفوظ کرتے جاتے ہیں انسان کوئی بات نہیں

کرتا مگر اس کے پاس اس کا کوئی نگران اور محافظ ہوتا ہے آن کی آن میں اس کی ریکارڈنگ ہوجاتی ہے۔

اس کے بعد سکرات الموت کے وقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''موت کی بیہوشی ہر انسان پر ضرور آئے گی، اس وقت ہم اس غافل انسان سے کہیں گے، لو یہ حالت ہے جس سے تو بچنا چاہتا تھا۔''

اس کے بعد روزِ محشر کا ایک نظارہ پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''اور بگل میں پھونکا جائے گا اور یہ عذاب کے وعدے کا دن ہوگا۔''

اب بارگاہ الٰہی کی عدالت عالیہ کا ایک منظر پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''اور ہر نفس اس حالت میں آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا (سائق) فرشتہ ہوگا اور ایک گواہ بھی ہوگا۔''

اس وقت مالک الملک فرمائے گا:

''اے انسان تو اسی دن سے غفلت میں پڑا تھا تا آنکہ تیری آنکھوں سے ہم نے پردہ اُٹھا دیا اور آج کے روز تیری نظر بڑی تیز ہے اور روحانی آنکھیں مل جانے سے تو سب کچھ ٹھیک ٹھیک دیکھ رہا ہے۔''

اُس موقعہ پر اُس کا ساتھی جو اُس کے ساتھ بطور گواہ حاضر کیا گیا تھا عرض کرے گا:

''اے بارگاہِ اِلٰہَ ذرا اسے بھی دیکھئے جو میرے پاس (اس کے مقدمہ کی مکمل مسل کے طور پر پورا ریکارڈ) تیار ہے۔''

مراد اعمال نامہ پیش ہوگا۔ جس کے مطابق مالک یوم الدین فیصلہ سنائیں گے۔

فرماتا ہے اور پھر ہم ان دونوں سائق اور گواہ سے کہیں گے کہ:

''ہر انکار کرنے والے، شکوک وشبہات میں پڑے رہنے والے

کو دوزخ میں ڈال دو، یہی وہ شخص ہے جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنا رکھے تھے سو تم آج اس کو سخت عذاب میں ڈال دو۔''

جہنم کی وسعت

قرآن کریم کے اس مقام پر چند آیتیں چھوڑ کر آگے فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَئْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍO﴾

(سورۃ ق آیت نمبر 31)

کہ ہم اُس دن جہنم سے کہیں گے تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہیں؟ مطلب یہ کہ بہت گنجائش موجود ہے دنیاوی ہسپتالوں میں محدود بیڈ (Bed) ہوتے ہیں۔ جب کسی علاقے میں وبا پھیلتی ہے یا خطرناک فساد اور بلوے ہو کر سینکڑوں ہزاروں نفوس بیمار یا زخمی ہو کر ہسپتالوں میں داخل کئے جانے ہوتے ہیں تو بسا اوقات عدم گنجائش کے سبب بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے علاج معالجہ اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں بڑی بڑی حکومتیں عاجز اور لاچار ہو جاتی ہیں۔ لیکن قیامت کے روز ہر قسم کے روحانی روگیوں اور بگڑے مزاج افراد کے بارہ میں نہ صرف جگہ کی قلت کا سامنا نہ ہوگا بلکہ ہر ضروری علاج میسر ہوگا اور بافراط ادویہ موجود ہوں گی، حتی کہ اگر بڑی بڑی جماعتیں بھی داخل جہنم ہونگی تو بھی منتظم فرشتوں اور جہنم کے داروغوں کو کسی طرح کی پریشانی لاحقِ حال نہ ہوگی جہنم کی زبردست وسعت سب کو اپنے اندر سمیٹ لینے میں ہر جہت سے نہ صرف مُکتفی ہوگی بلکہ آیت کریمہ کے بموجب وہ ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ کا نعرہ بلند کر رہی ہوگی جو اس کے زبان حال سے پکارنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پس وہ لوگ جو اپنی بے پرواہی سے روحانی بیماریوں میں پڑ جاتے ہیں ان کو ان الفاظ قرآنیہ میں گویا واشگاف تنبیہ ہے کہ خدا کو کسی پہلو سے لاچار اور بے بس نہیں کیا

جا سکتا۔ اللہ سب کی اصلاح پر قادر ہے۔ اور بڑی سے بڑی سزا اور لمبی سے لمبی مدت تک دینے میں اُسے کوئی دشواری لاحقِ حال نہیں ہوتی۔

(10)------اسی نوع کے ایک اور پُر حقیقت منظر کا بیان ملاحظہ ہو:

ذرا دوزخیوں کے اس بیان پر غور کیجئے جو وہ جنتیوں کی طرف سے بعض سوالات پر دیں گے فرماتا ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ م بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌO اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ O فِيْ جَنّٰتٍ ط يَتَسَآءَ لُوْنَ O عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ O مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ O قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ O وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَO وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ O وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ O حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُO فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَO﴾

(سورۃ المدثر آیت نمبر 39 تا 49)

ہر نفس نے جو کچھ عمل کئے وہ اُن کے بدلے رہن ہے اُن عملوں کا نتیجہ بھگتے گا سوائے دائیں طرف والے لوگوں کے وہ جنتوں میں ہوں گے اور مجرموں سے سوال کریں گے کہ تم کو کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ جواب دیں گے:

''ہم نمازیں نہیں پڑھا کرتے تھے، ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے!!! اور بے حکمت باتیں کرنے والوں کے ساتھ مل کر بے حکمت باتیں کرتے تھے۔ اور ہم جزا سزا کے دن کا انکار کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم پر موت آ گئی۔''

پس ایسے لوگوں کی شفاعت کرنے والوں کی شفاعت چنداں فائدہ نہ دے سکے گی۔!!

اے رحیم، مہربان خدا تو ہی اس دنیا میں ایسے اعمال بجالانے کی توفیق دے جو تیری رضا و خوشنودی اور جنت کا باعث ہوں اور اے غفّار اور ستّار معبودِ حقیقی! تو اپنی کمال رحمت کے صدقے اُس بدانجام سے بچالے جس کا نام جہنم ہے کہ تیرے فضل اور رحمت

کے ہم سب عاجز بندے ہر آن محتاج ہیں!! اَللّٰھُمَّ آمین

”فصل سوم“

جنت اور دوزخ کا اثر انگیز تقابلی بیان

اب ذیل میں جنت اور دوزخ کا تقابلی بیان ملاحظہ ہو قرآن کریم میں ایسے بیان کی غرض یہ ہے کہ تا بندے دونوں قسم کے انجاموں پر غور کر کے اس دنیا میں اپنی اصلاح کرلیں اور بالآخر عذاب الیم سے بچ جائیں۔ نیک اور صالح اعمال بجالا کر اُس کی رضاء اور خوشنودی کی جنت میں داخل ہوں۔

قرآن کریم کا پیش کردہ معبودِ حقیقی اپنی مخلوق سے بیحد پیار کرتا ہے اس لئے کہ وہ اُس کے ہاتھ کی ہی صنعت ہیں اس لئے اس نہایت درجہ شفیق اور رحیم و کریم ہستی نے انسان کی نعمت اور خیر خواہی میں اس اہم طریق کو اختیار کرنا بھی ضروری جانا۔ دیکھئے قرآن کریم کے موثر اور دلنشیں انداز میں آنے والے واقعات کا صحیح نقشہ ان الفاظ میں کھینچ دیا ہے:

سورۃ النّٰزعٰت کی حسب ذیل تین آیات میں فرماتا ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى O يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى O وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى O فَاَمَّا مَنْ طَغٰى O وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا O فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى O وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى O فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى O﴾

(سورۃ النّٰزعٰت آیت نمبر 35 تا 42)

پس جب بڑی آفت (یعنی قیامت کا روز) آئے گی اُس وقت انسان اپنے کئے

کو یاد کرے گا۔ اور جہنم اُس کے لئے جو اسے عقل کی آنکھ سے دیکھے گا ظاہر کر دی جائے گی۔ پس جس نے سرکشی اختیار کی اور ورلی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی یقیناً جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے۔ اور جس نے اپنے رب کی شان سے خوف کیا اور اپنے نفس کو گری ہوئی خواہشات سے روکا یقیناً جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے۔''

کس قدر اثر انگیز ہے یہ تقابلی منظر! جب ایک شخص کا انجام حسرتناک ہے تو دوسرے کا قابل رشک اور لائق صد شکر!! پھر کیوں نہ انسان جیتے جی نفسانی خواہشات کو دبا کر نیک اور متقیانہ زندگی اختیار کرے اور خدا کی رضا اور خوشنودی کے مقام کو پالے۔

(2)---- دوسرے نمبر پر سورۃ الحاقہ کے پہلے رکوع کا ایک حصہ ملاحظہ ہو کیسے اثر انگیز طریق پر روزِ محشر کا ایک سین (Scene) پیش کیا گیا ہے فرماتا ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ O فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ O اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ O فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ O فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ O قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ O كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا م بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ O وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ O وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ O يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ O مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ O هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ O خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ O ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ O ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ O اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ O وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ O فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ O وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ O لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ O﴾

(سورۃ الحاقۃ آیت نمبر 19 تا 38)

اُس دن (یعنی قیامت کے دن) تم خدا کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور کوئی بات

تم سے چھپی نہیں رہے گی۔ چنانچہ جس کے داہنے ہاتھ میں اُس کا اعمال نامہ دیا جائیگا وہ باقی ساتھیوں سے کہے گا کہ آؤ آؤ میرا اعمال نامہ دیکھو، مجھے یقین تھا کہ میں ایک دن اپنے حساب کو دیکھوں گا۔ پس ایسا شخص بڑی پسندیدہ زندگی کے دن دیکھے گا۔ اور بلند باغات میں رہیگا۔ اس کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے ان سے کہا جائیگا کہ گزشتہ زمانہ میں جو اعمال تم نے کئے تھے ان کے نتیجہ میں خوب پھل کھاؤ اور چشموں کے پانی پیئو کہ ان میں سے ہر ایک چیز تمہیں خوب پچے گی۔

تصویر کا دوسرا رخ

اور وہ شخص جس کے بائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائیگا، وہ کہے گا کاش مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔!! اور مجھے پتہ نہ لگتا کہ میرا حساب کیا ہے کاش میری موت مجھے بالکل ختم کر دیتی! میرے مال نے آج مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور میرا غلبہ جاتا رہا۔ اُس وقت خدا تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا اس کو پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور جہنم میں اس کو جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں جو لمبائی میں بے انتہا ہے اس کو جکڑ دو۔ یہ وسیع حکومت والے اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب لوگوں کو نہیں دلاتا تھا۔ سو اس دن اس کا کوئی دوست نہیں ہوگا (کیونکہ اپنے ظلموں کی وجہ سے یہ لوگوں کی ہمدردی کھو چکا ہے) اور اس کو کوئی کھانا نہیں ملے گا۔ سوائے زخموں کے دھوون کے۔ یہ کھانا صرف خطاکار لوگ ہی کھاتے ہیں۔!! العیاذ باللہ

(3)------ ایک اور موازنہ ملاحظہ کیجئے جو سورۃ اعراف میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان ہوا۔ فرماتا ہے:

﴿ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 10,9)

صحیح صحیح وزن تو اُس روز (قیامت کے روز) ہونا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا معیار نہیں کہ انسان کی معذوریاں اور استطاعت وغیرہ جملہ حالات کا لحاظ کرتے ہوئے اعمال کا وزن کیا جائیمگر قیامت کے دن ایسا ہوگا۔ پس جس کے وزن بھاری ہوئے وہ لوگ بامرادلوگوں میں شامل ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوئے تو سمجھ لو ایسے لوگ اپنی جانوں کے معاملہ میں خسارہ پانے والے ہیں اور انہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا ہے یہ اس لئے ہوا کہ وہ ہماری آیتوں کے معاملہ میں ظلم سے کام لیتے تھے۔

(4)-----اور دوسری قسم کا موازنہ سورۃ القارعہ میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ O فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ O وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ O فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ O وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ O نَارٌ حَامِيَةٌ O﴾

(سورۃ القارعہ آیت نمبر 7 تا 12)

قیامت کے روز جس کے اعمال کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ تو بہترین اور پسندیدہ حالت میں ہوگا اور جس کے اعمال کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانا ہاویہ (یعنی جہنم) ہوگا۔ اے مخاطب تجھے کیا معلوم کہ یہ ہاویہ کیا ہے یہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

(5)-----ایک پُر حقیقت موازنہ کی کیفیت سورۃ الواقعہ میں بھی بیان ہوئی ہے جہاں تینوں طبقوں کے انجام کا تفصیل سے ذکر ہے۔ سابقون، اصحاب المیمنۃ، اصحاب المشئمہ۔

پہلے دو، گروہ تو جنتیوں کے ہیں اور آخری طبقہ دوزخیوں کا ہے۔ موازنہ کے لئے ذیل میں صرف اصحاب المیمنہ (یا اصحاب الیمین) اور اصحاب المشئمہ (یا اصحاب

الشمال) کا بیان نقل کیا جاتا ہے فرماتا ہے:

(الف) ﴿وَاَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ O فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ O وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ O وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ O وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ O وَّ فَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ O لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَۃٍ وَّ فُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَۃٍ O اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنٰہُنَّ اِنۡشَآءً O فَجَعَلۡنٰہُنَّ اَبۡکَارًا O عُرُبًا اَتۡرَابًا O لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ O﴾ (سورۃ الواقعہ آیت نمبر 28 تا 38)

(ب) ﴿ وَاَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ O فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ O وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ O لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ O اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُتۡرَفِیۡنَ O وَ کَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ O وَ کَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ اَئِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ O اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ O قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ O لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ O ثُمَّ اِنَّکُمۡ اَیُّہَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُکَذِّبُوۡنَ O لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ O فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡہَا الۡبُطُوۡنَ O فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡہِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ O فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡہِیۡمِ O ہٰذَا نُزُلُہُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ O﴾

(سورۃ الواقعہ آیت نمبر 42 تا 57)

(ترجمہ) (الف) لو دائیں طرف کے آدمیوں کا بھی حال سن لو اور تجھے کیا معلوم ہے کہ دائیں طرف کے آدمی کیسی شان کے ہیں؟ وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں کے باغوں میں رہیں گے۔ اور کیلوں کے باغوں میں جن کے پھل ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہوں گے، اور ایسی چھاؤں میں جو بہت لمبی ہوگی اور ایسے پانیوں میں جو گرائے جا رہے ہوں گے۔ (گویا فواروں اور آبشاروں کا منظر ہوگا) اور بہت سے پھلوں میں جو نہ کاٹے جائیں گے (کہ ختم ہو جائیں)

اور نہ ان سے ان کو روکا جائیگا، بلکہ مومنوں کے چارج میں ہوں گے۔ اور وہ شاندار بیویوں کے ساتھ رہیں گے۔ ہم نے ہی ان کو بنا رکھا ہے۔ اور کنواریاں پیدا کیا ہے۔ نہایت خوبصورت اور جنتیوں کی ہم عمر جن کو دائیں طرف والے (بابرکت وجود) گروہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

(ب) اب ذرا بائیں طرف والے لوگوں (مراد بدنصیب افراد) کا بھی حال سن لو، اور تجھے کیا معلوم کہ بائیں طرف کے لوگ کیسی بری حالت میں ہوں گے۔ ان کی کیفیت یوں ہوگی: کہ وہ گرم ہواؤں اور گرم پانیوں میں رہیں گے۔ اور ایسے سایہ میں رہیں گے جو سیاہ دھوئیں کی طرح ہوگا۔ نہ وہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ اس کے نیچے رہنا عزت بخشے گا۔ وہ اس سے پہلے دنیا میں بڑے آرام سے رہتے تھے۔ اور بڑے گناہ یعنی شرک پر اصرار کیا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہم کو پھر زندہ کر کے کھڑا کر دیا جائیگا؟ یا ہمارے باپ دادوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا؟ تو کہہ دے کہ پہلے بھی اور پچھلے بھی سب کے سب ایک معلوم دن کے وعدہ کی طرف اکٹھے کر کے لے جائے جائیں گے۔ پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو! تھوہر کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ اور اس سے پیٹ بھرو گے۔ اور پھر اس پر گرم پانی پیو گے۔ اور پیاسے اونٹ کی طرح پیتے جاؤ گے۔ یہ اُن کی جزا سزا کے دن مہمان نوازی ہوگی۔!!

اَسْتَغْفِرُ اللّٰه اَسْتَغْفِرُ اللّٰه من كل ذنب و أتوب اليه۔

فصل چہارم

ایک ضمنی بات: اور دوزخ کے انقطاع کا مسئلہ

''یعنی دوزخ دائمی نہیں!''

اس جگہ ایک اور ضروری بات بھی ضمناً بیان کی جانی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ عذاب الٰہی کے ذکر سے کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ خدا تعالیٰ بندوں کو عذاب دیکر خوش ہوتا ہے۔ معبود حقیقی کیبارہ میں ایسا گمان سراسر غلط اور اس کی جلالت شان اور حکیمانہ قدرت کے منافی ہے۔ اس وہم کا ازالہ کرتے ہوئے قرآن کریم میں آتا ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًاO﴾ (سورۃ النساء آیت نمبر 148)

اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا؟ اور اللہ تو قدر دان اور بہت جاننے والا ہے۔

سورۃ ھود میں اس مسئلہ پر اصولی رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَO وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَايَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَO اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَO﴾

(سورۃ ھود آیت نمبر 118 تا 120)

اور تیرا ربّ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ملک کی آبادیوں کو باوجود اس کے کہ اُن کے رہنے والے اصلاح کے کام کرنے والے ہوں ہلاک کردے۔ اور اگر تیرا ربّ اپنی ہی مشیت نافذ کرتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ اور چونکہ اس نے ایسا نہیں کیا اور

اُنہیں اُن کی عقل پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ سوائے اُن کے جن پر تیرے ربّ نے رحم کیا ہے۔ اور اس رحم کا مورد بنانے کے لئے اُس نے اُنہیں پیدا کیا ہے۔ اور تیرے ربّ کا یہ فرمودہ ضرور پورا ہوگا کہ میں جہنم کو یقیناً ان سب جنوں اور انسانوں سے جو اختلاف کا موجب بنتے ہیں پُر کروں گا۔

آیت کریمہ میں یہ جو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے رحم کا مورد بنانے کے لئے ہی پیدا کیا ہے تو اس پر ایک طبعی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب رحم کے لئے اُن کو پیدا کیا تو جہنم میں کیوں ڈالے گا؟ اس کے جواب میں بھی ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ O﴾ کے الفاظ قرآنی میں دیا اور بتایا کہ بیشک یہ وعدہ تھا کہ رحم کیا جائیگا مگر ساتھ ہی کہہ دیا تھا کہ جو شیطان کے پیرو ہوں گے ان کے حق میں رحم کا وعدہ فوراً پورا نہ ہوگا بلکہ اُن کی روحانی اصلاح ہو چکنے کے بعد۔ واضح ہو کہ مناسب اور موزوں وقت پر سزا بھی ایک قسم کا رحم ہی ہوتا ہے۔ مگر ناواقف انسان اُسے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ دراصل یہی وہ غلطی ہے جس کے نہ سمجھنے کے باعث نصاریٰ کو کفارہ کا مسئلہ گھڑنا پڑا۔

اور یہ جو ابھی بیان ہوا کہ بعض لوگوں کی روحانی اصلاح ہو جانے کے بعد خدا تعالیٰ اُن پر بھی رحم کرے گا تو اس کے متعلق بھی قرآن کریم میں واضح بیان موجود ہے کہ جہنم دائمی نہیں۔ حدیث میں تو صاف لفظوں میں آیا ہے کہ:

يَاتِىْ عَلَى جَهَنَّمَ يَوْمٌ مَا فِيْهَا مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ اَحَدٌ تُخْفَقُ اَبْوَابُهَا

(کنز العمال صفحہ 240)

یعنی جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ اس کے اندر ایک آدمی بھی نہ رہے گا اور اس کے دروازے کھٹکھٹائے جائیں گے۔

چند صفحات پیچھے سورۃ القارعہ کی یہ آیت کریمہ بھی نقل ہو چکی ہے کہ: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ O فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ O﴾ (سورۃ القارعہ آیت نمبر 9 تا 10) کہ جس کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا تو اُس کا ٹھکانا ھاویہ ہوگی۔ اس جگہ ﴿فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾ کے لفظ خاص طور

پر قابل غور ہیں۔ لفظی معنے ان کے یہ ہیں کہ اُس کی ماں ہاویہ ہوگی ۔اس میں اُمّ کے لفظ میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں ایک محدود وقت تک ہی رہتا ہے اُسی طرح جہنم میں رہنے والے افراد کو بھی کسی نہ کسی وقت ضرور نکلنا ہوگا۔

علاوہ ازیں سورۃ ھود کے نویں رکوع کی حسب ذیل آیات سے اس مسئلہ پر وضاحت کے ساتھ روشنی پڑتی ہے۔ جہاں جنت اور دوزخ کا منظر پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝﴾

(سورۃ ھود آیت نمبر 106 تا 109)

قیامت کے روز جب ہر نفس اس حالت میں آئیگا کہ کوئی بھی خدا کے بزرگ و برتر کے اذن کے سوا کلام نہیں کر سکے گا۔ اُس وقت اُن میں سے بعض تو بد بخت ثابت ہوں گے، اور بعض خوش نصیب ہوں گے۔ اور جو بد بخت ثابت ہوں گے وہ آگ میں داخل ہونگے۔ اس میں کسی وقت تو ان کے درد سے لمبے سانس نکل رہے ہوں گے اور کسی وقت ہچکی کی حالت کے مشابہہ سانس نکل رہے ہوں گے۔ وہ اس میں اُس وقت تک رہتے چلے جائیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں۔ سوائے اس عرصہ کے جو تیرا رب چاہے تیرا ربّ جو چاہتا ہے اسے کر کے رہتا ہے۔ اور جو خوش نصیب ثابت ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں اُس وقت تک رہتے چلے جائیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں۔ سوائے اس کے جو تیرا ربّ چاہے یہ ایسی عطاء ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

ان آیات کا بغور موازنہ کرنے سے ایک فرق بالکل نمایاں طور پر سامنے آجاتا ہے، اور وہ یہ کہ جہاں جہنم کا ذکر ہے وہاں فرمایا: ﴿ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُO﴾ اس حصہ آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا عذاب منقطع ہے دائمی نہیں کیونکہ:

(1)----ان لوگوں کا جہنم میں خُلود، ﴿السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡض﴾ کے وقت تک دوام رکھتا ہے۔ مگر ﴿اِلَّا﴾ نے آ کر اس دوام کو توڑ دیا۔ اُس کے بعد خدا کی مشیت بتائی اور واضح کیا گیا کہ مشیت الٰہی فعل میں بھی لائی جائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُO﴾۔

(2)---- ﴿اِنَّ رَبَّکَ﴾ کے جملہ پر غور کریں کہ کیسا مؤخر ہے اوّل اِنَّ سے پھر ربَّکَ کے ساتھ تاکید کی اور پھر فعالٌ جو مبالغہ کا صیغہ ہے اور لِمَا یُرِیۡدُ ہ پر داخل ہے کہ ارادہ باری تعالیٰ فعل میں لائے جانے میں کوئی چیز روک نہیں ہے۔ یہ سب باتیں مل کر مذکورہ مضمون کی تاکید مزید کرتی ہیں۔

اب اس کے مقابل پر جنت کے بارہ میں بیان کردہ فقرہ ملاحظہ ہو کس قدر نمایاں فرق ہے: ﴿اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍO﴾:

اس میں پہلا حصہ تو بالکل وہی ہے جو دوزخ کے بیان میں آیا تھا تاہم اس جگہ اس امر کی وضاحت بھی کر رہا ہے کہ جنت بھی بہرحال خدا کی ملک ہے جیسا چاہے گا اُسے بھی فنا کر دے گا۔ (اور ایسا ہونا لازمی ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کو دوام نہیں پھر خدا کی صفات تو دَوری ہیں جو ایک دائرہ میں چلتی ہیں جب ﴿کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍO وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِO﴾ (سورۃ رحمٰن آیت 28-27)۔ کا دور آنا ہے اور وحدانیت اپنے پورے جلال کے ساتھ جلوہ گر ہوگی تو لازماً ماسوا اللہ پر فنا کا عالم طاری ہو جائیگا) اس کے ساتھ ہی ﴿عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ﴾ کہہ کر جنت کی عطاء کو غیر منقطع قرار دے دیا جو بندے کے اعتبار سے ہے۔ مطلب یہ کہ بیشک جنت بھی خدا کی مشیت اور ارادوں کے ماتحت ہی ہے مگر بندوں کو جزاء اور عطاء دینے کے لحاظ سے اُس نے اپنی کمال کرم فرمائی سے اُسے غیر منقطع عطاء قرار دے رکھا ہے۔

(یاد رہے کہ خدا کی احدیت والی صفت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارا اوپر کا بیان کسی

طرح سے الجھاؤ والا نہیں۔صرف دِقّت نظر کی ضرورت ہے۔اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو مقالہ کا قاری باب ہشتم (آٹھویں) کا مطالعہ پھر کر لے)

الغرض اسلام کا یہ ایک امتیازی نظریہ ہے کہ جہنم بالآخر منقطع ہو جائیگی اور اُس کا عذاب دائمی نہیں اور ﴿رَحْمَتِی وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ط﴾ (سورۃ اعراف آیت 157) کے مطابق ضرور ہے کہ ﴿كُلَّ شَیْءٍ﴾ کا دائرہ میں جہنم بھی آ جائے گی اور اُس پر بھی رحمت باری اپنا ٹھنڈا سایہ ڈال دے گی۔اور بموجب الفاظ نبوی خدائی رحمت کی ہوائیں بالضرور اس خطہ پر بھی چلیں گی جبکہ اس کے جملہ ساکنین پہلے ہی نکل چکے ہوں گے۔!!انشاءاللہ تعالیٰ۔

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ O﴾(سورۃ رحمٰن آیت79)

بارھواں باب

﴿اَلْفَوْزُ الْعَظِیم﴾

معبودِ حقیقی اور اُس کے اَوْلیاء کی مرادیابی!!

بارھواں باب

﴿اَلْفَوْزُ الْعَظِیم﴾

معبود حقیقی اور اُس کے اَوْلیاء کی مرادیابی!!

معبود حقیقی کا وصال پا کر جو کوئی اُس کے اولیاء میں شامل ہو گیا اس کے لئے محسن ازلی کی طرف سے ایسا بین امتیاز بخشا جاتا ہے جس سے دنیا خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ اس بندے کا ایک مقتدر ہستی کے ساتھ حقیقی تعلق ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِO﴾

(سورۃ الانفال آیت نمبر 30)

اے مومنو! اگر تم اللہ کو ہر حال میں اپنی سپر بنالو گے اور اُس کا کامل تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہارے لئے ایک بڑے امتیاز کا سامان پیدا کر دے گا اور تمہاری کمزوریوں کو دور کر دے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(2) اس کے بعد اس بین فرق (فرقان) کی تفصیل سورۃ حٰمٓ سجدہ میں اس طرح بیان ہوئی فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِیْهَا مَاتَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَO نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍO﴾

(سورۃ حٰمٓ السجدہ آیت نمبر 31 تا 33)

وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر استقلال سے اس عقیدہ پر قائم ہو گئے اُن پر فرشتے اتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اُس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (ایک جنت دنیا میں بھی ملے گی اور ایک آخرت میں) ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست اور مددگار و حمایتی ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے دوست رہیں گے۔ اور اس جنت میں جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے تم کو ملے گا اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی تم کو اس میں ملے گا۔ یہ بخشنے والے اور بے انتہا کرم کرنے والے خدا کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہوگا۔ (اور جو بعد میں مستقل عطا اور جزاء ہوگی اس کا کیا کہنا!)

ان آیات میں بتایا کہ اللہ معبود حقیقی کی ذات پر انسان کے دل میں جب ایسا مستحکم ایمان پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اُس سے خداوند تعالیٰ کا مُحِبّانہ سلوک ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے کہ خدا اپنے لذیذ کلام کے ساتھ اُسے مشرف فرماتا ہے جس میں ایک طرف شدید مخالفتوں کے وقت پر وثوق تسلیاں ہوتی ہیں۔ اور خارجی طور پر ایسے سامان بھی کئے جاتے ہیں کہ مومن بندے کو ہر قسم کے خوف و حزن سے امن ملتا ہے۔ خدا کا یہ امتیازی سلوک نمایاں طور پر اس دنیا میں بھی اس بندہ کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور آخرت میں تو اور ہی رنگ ہوگا۔ خدا کی گود میں ہونے کے سبب ایسا بندہ ہر طرح سے مطمئن ہوتا ہے اور قطعی بے خوف ہو کر اُس کی عبادت اور بندوں کی خدمت میں لگا رہتا ہے (خارجی طور پر مومن بندوں سے خوف و حزن کے مواقع دور ہو جانے کی تفصیلات آگے آتی ہیں)

(3) تعلق باللہ کے نتیجہ میں مومن بندے کو اور کیا کچھ حاصل ہوتا ہے اس کی کسی قدر تفصیل تیسرے پارے کے آغاز میں حسب ذیل آیات میں آتی ہے فرماتا ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ

بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 258,257)

دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ پس جو شخص اپنی مرضی سے نیکی سے روکنے والے (خواہ کوئی کاہن ہو یا معبودِ باطل، ساحر ہو یا جنّات میں سے سرکش ہر نیکی سے روکنے والا طاغوت ہے۔ مفردات) سے انکار کرے اور اللہ پر ایمان رکھے تو اس نے ایک نہایت مضبوط قابل اعتماد چیز کو جو کبھی ٹوٹنے کی نہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو اپنی ولایت میں لے لیتا ہے جو ایمان لاتے ہیں وہ اپنے اَوْلیاء کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں اُن کے دوست اور اولیاء نیکی سے روکنے والے لوگ ہیں یہ اُنہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف جاتے ہیں وہ لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں وہ اس میں رہیں گے۔

گویا معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات سے جن کا تعلق ہو جاتا ہے، اُن کے ہاتھ ایسی مضبوط اور قابل اعتماد چیز پر پڑ جاتا ہے جو اُنہیں ہمیشہ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر لیتی ہے۔ انہیں اپنے سایۂ عاطفت میں لیکر ہر طرح اُن کے لئے سپَر بن جاتی ہے۔ ساتھ کے ساتھ ان کے دل و دماغ نہایت درجہ روشن ہو جاتے ہیں اور بنی نوع انسان کی خدمت اور اُن کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دینا اور اطاعت لِامراللہ کے لئے کسی طرح سے انقباض اپنے اندر نہیں پاتے۔ اس کے برعکس خدا کی ذات کا انکار کرنے والوں کا جو حال ہے وہ یوں سمجھئے کہ روز بروز تاریکی میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کا انجام بد اُنہیں گہری ظلمتوں

میں گھسیٹ کر لئے جاتا ہے۔ چنانچہ ہر روحانی دور میں ایسا ہوا اور دنیا نے ہزاروں ہزار بار اس صداقت کے نظارے دیکھے یہ خدا تعالیٰ کے غیر معمولی فضلوں اور اُس کے احسانات کا کرشمہ ہی ہوتا ہے۔ جو وہ اپنے اولیاء بندوں سے امتیازی رنگ کا حسن سلوک کرتا اور اُن سے اُس کے الطافِ کریمانہ امتیازی شان میں ظاہر ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے اس خاص لطف وکرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مری تدبیر جب مجھ کو مصیبت میں پھنساتی ہے
تو تقدیر الٰہی آن کر اِس سے چھڑاتی ہے
(کلامِ محمودؓ)

(4) اسی اطمینان بخش تسلی آمیز حسن سلوک کا ذکر سورۃ یونس کی حسب ذیل آیات کریمہ میں ہے۔ جہاں واضح الفاظ میں اولیاء اللہ کے لئے **فوز عظیم** مل جانے کی خوشخبری، بلکہ حتمی وعدہ دیا گیا ہے فرماتا ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ O اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ O لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O﴾

(سورۃ یونس آیت نمبر 63 تا 65)

سنو! جو لوگ اللہ سے سچی محبت رکھتے ہیں اور اُس کے ولی ہیں، ان پر نہ کوئی خوف مستولی ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور تقویٰ کو ہمیشہ لازم حال رکھتے تھے ان کے لئے اس ورلی زندگی میں بھی خدا کی طرف سے بشارت پانے کا انعام مقرر ہے اور بعد والی زندگی (آخرت میں بھی) اللہ کی فرمودہ باتوں میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی یہی وہ کامیابی ہے جو بڑی عظیم الشان کامیابی کہلاسکتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہاں اولیاء اللہ کی اُس امتیازی شان کا واضح الفاظ میں ذکر فرمایا کہ: (۱) وہ ہر قسم کے خوف وحزن سے محفوظ رہتے ہیں اور (۲) بارگاہ ربّ العزت

کی طرف سے سچی خوابوں اور الہامات کی نعمت سے نوازے جاتے ہیں۔ وہاں یہ بھی بتادیا کہ اس درجہ کے انسان کا کردار کیسا ہوتا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ وہ جو صداقت پر ایمان لاتے اور متقیانہ زندگی بسر کرتے ہیں اس لئے جو علامات ان اولیاء کرام کی اوپر ذکر ہوئیں یہ خدا کی اٹل تقدیر ہے اور بڑی نعمت ہے جس کسی کو یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہو جائے وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے اور اسی کو **فوز عظیم** اور عظیم الشان کامیابی کا نام دیا جا سکتا ہے۔!!

(5) سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب ضرورۃ الامام میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اور کسی مدعی الہام کے مقابلہ سے اگرچہ وہ کیسا ہی مخالف ہو نہیں ڈرتا۔ جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اُسے ذلت کے ساتھ شکست دے گا۔''

(ضرورۃ الامام صفحہ نمبر 19)

اسی بات کو قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنَّ وَلِيِّ ۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾

(سورۃ اعراف آیت نمبر 195 تا 197)

ان آیات پر تفصیل بحث تو پہلے گزر چکی ہے اس جگہ آخری دو آیتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔ ﴿قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝﴾

دیکھیں! کس قدر زبردست اعتماد حاصل ہے خدا کی ذات پر اُس کے اولیاء کو!! کس جرأت اور دلیری کے ساتھ مخالف طاقتوں کو چیلنج کرتے ہیں اور ساتھ واشگاف الفاظ میں کہہ دیتے ہیں کہ اپنی طرف سے ہر ممکن منصوبے بنا کر میرے خلاف کرلو۔ ﴿اِنَّ وَلِيِّ ۦَ

اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ O﴾ کہ میرا ولی، میرا ناصر اور مددگار میرا خدا ہے، وہی خدا جو ہمیشہ سے صالحین کا متولی رہا ہے!!

یہ مکی سورۃ کی آیتیں ہیں یہ وہ زمانہ تھا جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالات نہایت درجہ تنگی کے تھے دشمن آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہ پر بڑھ بڑھ کر وار کر رہا تھا اور مخالفت بڑی زوروں پر تھی مخالفت کی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جا رہی تھی۔ ایسی بے کسی کے عالم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ایسی بات کہلواتا ہے اور طاقتور دشمن بالآخر (کئی سالوں کے بعد) ذاتی تجربہ کے بعد اس کی حقیقت کو جان جاتا ہے کہ فی الواقع خدا ہی کی زبردست طاقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں تھی۔ اسی موقعہ پر قارئین کرام ذرا ابوسفیان کی بیوی ھندہ کے اُس اعتراف کو مستحضر فرمائیں جبکہ فتح مکہ کے موقعہ پر خواتین کے مجمع میں وہ بھی چھپ کر بیعت کرنے بیٹھ گئی جب حضورؐ نے فرمایا کہو۔ ''ہم شرک نہیں کریں گی۔'' تو وہ جھٹ بول اُٹھی کہ کیا اب بھی ہم شرک کریں گے۔ ہم خود دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے کئی خُداؤں (یعنی بتوں) کے مقابلہ میں آپؐ کا ایک خدا زیادہ طاقت والا ثابت ہوگیا اور ہم لوگ باوجود اپنی ہر قسم کی قوت وشوکت اور ہر قسم کے وسائل کے آپؐ کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکے!!

اور پھر عجیب تر اور زیادہ پر لطف بات یہ بھی ہے کہ آپؐ کا مرتبہ اور مقام تو بہر حال بہت ہی اونچا تھا اور آپؐ کو خدا کا خاص مقامِ قرب حاصل تھا اور اُسی کے مطابق آپؐ کو خداتعالیٰ کی نصرت و تائیدات حاصل رہیں (جن کا کسی قدر ذکر آگے آتا ہے) آپؐ کے ماننے والوں کو آپؐ پر کیسا پختہ یقین تھا اور ان کے دلوں میں خدا کی ذات سے کس قدر گہرے محبت اور اعتقاد کے جذبات آپؐ نے بھر دئے تھے کہ مخالفت کی چکی میں وہ بھی پیسے گئے بھیڑوں اور بکریوں کی طرح وہ خدا کی راہ میں قربان ہوئے مگر قربان جائیں، کسی بھی موقعہ پر نہ اُن میں سرِ مُو لغزش آئی اور نہ کبھی خوفزدہ ہوئے اور گھبرائے۔ جب آقا سے لیکر ادنیٰ خادم تک نے یہ کہہ دیا کہ ﴿اِنَّ وَلِیِّ ۦَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ﴾ تو پھر خدا نے بھی اپنی فعلی شہادت کے ساتھ ہر موقعہ پر ثابت کر دیا کہ فی الواقع وہ ﴿وَھُوَ

یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَO﴾ کا سچا مصداق ہے اور وہ نیکوں کا ضرور ساتھ دیتا ہے۔
خداوند تعالیٰ کے اسی نوع کے الطافِ کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے زندہ خدا کی ہستی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنے ذاتی تجربہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

راتوں کو آکے دیتا ہے مجھ کو تسلیاں
مردہ خدا کو کیا کروں میرا خدا یہ ہے
(کلام محمودؓ)

''اَوْلیاءُاللّٰہ'' اور نصرت باری تعالیٰ کے ایمان افروز واقعات!

معبود حقیقی کی نصرت و تائید ہر موقعہ پر کسی طرح اُس کے اولیاء کے شامل حال رہتی ہے، یہ ایک لمبی داستانِ محبت ہے۔ مختلف غزوات میں جو غیر معمولی حالات پیش آئے اور قرآن مجید نے اُنہیں یا تو بطور پیشگوئی یا دوسرے رنگ میں ریکارڈ کیا یہ بھی ایک بحر زخّار ہے۔ اور روح کے لئے ایک مقوی غذا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ زیادہ تفصیلات کا متحمل نہیں البتہ بطور نمونہ اس زمرہ کی چند آیات کے انتخاب پر اکتفاء کی جاتی ہے۔
پہلے نصرت باری تعالیٰ کے حتمی وعدہ اور اُس کے ایفا کا مضمون ایمان افروز رنگ میں حسب ذیل آیات سے بآسانی مستحضر ہوسکتا ہے فرماتا ہے:
(۱)۔﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَO﴾
(سورۃ آل عمران آیت نمبر 124)
(۲)۔﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾
(سورۃ توبہ آیت نمبر 25)

(۳)۔﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَ تْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا O اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا O هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا O وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا O وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَامُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ. اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا O﴾

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر 10 تا 14)

مندرجہ آیات کے تینوں قطعات میں علی الترتیب جنگ بدر، جنگ حنین اور جنگ احزاب میں خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت و تائید کے نازل ہونے کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ یہ سب مدنی زندگی سےتعلق رکھتی ہیں ایسے پریشان کن حالات میں خدا تعالیٰ نے کس طرح اپنی برگزیدہ جماعت کی حمایت کی اور خونخوار دشمن کے ظالمانہ حملوں سے نہ صرف نجات بخشی بلکہ دشمن کی طاقت توڑکر اُس کی جمعیت کو ایسا پاش پاش کیا کہ اُن کے منصوبے قصہءِ پارینہ بن کر رہ گئے۔ خدا کی زمین پر خدا کے نیک بندوں کا غلبہ نمایاں صورت میں ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورۃ توبہ میں، جنگ تبوک کے تذکرہ میں فرماتا ہے:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْيَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍلَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ O﴾

(سورۃ توبہ آیت نمبر 40)

ہجرت کے موقعہ پر جس خاص نصرت الٰہیہ کا حوالہ دیتے ہوئے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے یہ اُس وقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جب اکثر مسلمانوں کو حضورؐ نے ایک ایک کر کے مدینہ بھجوا دیا تھا صرف چند قابل ذکر افراد مثل حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے رہ گئے تھے۔ یا پھر ایسے جو ہجرت کی طاقت نہ پاتے تھے۔ ہجرت کی رات حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا تا کہ صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر سکیں اور حضرت ابوبکر آپ کے ہمرکاب ہوئے، غار ثور میں تین دن رات چھپے رہے اس حالت کا اس آیت کریمہ میں ذکر آیا ہے اور ﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ﴾ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجود اور ﴿لِصَاحِبِہٖ﴾ سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾ کا فقرہ اپنے اندر کس قدر ایمانی قوت اور توکل علی اللہ کا بلند مقام رکھتا ہے!! دشمن سر پر آن پہنچا ہے غار کے منہ پر کھڑا ہے ابوبکرؓ اندر بیٹھے اُن کی ٹانگیں دیکھ رہے ہیں اور حضورؐ کی جان کا خطرہ پا کر نہایت درجہ خوف زدہ اور گھبراہٹ کے عالم میں ہیں۔ مگر قربان جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ پر کہ ایسے وقت میں اللہ ہی کو اپنا حامی و ناصر اور محافظ قرار دیتے ہیں اور ذرہ برابر خوف کو پاس نہیں آنے دیتے!!! اور فی الواقع **خدا** نے بھی اپنی کمال قدرت سے زبردست حفاظت کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ کبوتری نے انڈے دے دئے عین غار کے منہ پر پہنچ کر کفار آپس میں بحث کرنے لگتے ہیں کہ محمدؐ یا تو اس غار میں ہے یا پھر آسمان پر چلا گیا۔!! لیکن غار کے اندر جھانک کر دیکھنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔ مقامِ غور ہے کہ کس نے اُنہیں اس سے باز رکھا! کس نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور دماغ کی قوت فکر یہ پہ پردہ ڈال دیا۔ حتی کہ وہ قطعی ناکام و نامراد لوٹ جاتے ہیں!! اللہ اکبر۔

نہ صرف یہ کہ رسول اللہؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے وقت میں غیر معمولی حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے نرغے سے بچا لیا بلکہ بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ ہجرت کا یہی واقعہ ﴿جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ط وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا

ﷺ۔ کا نقطۂ مرکزی بن گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ فی الواقعہ اللہ ہی عزیزٌ حکیمٌ ہے۔ اُس کے سب کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور اُس کی قوت و شوکت پر کسی دوسری ہستی کو غلبہ حاصل نہیں۔!!

(2) یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے بعض واضح واقعات تھے، جن سے خدا کی خاص نصرت کا علم ہوتا ہے جو وہ اپنے پیاروں اور اولیاء کے لئے ظاہر کرتا رہا۔ اب تاریخ عالم کے ایسے ہی دیگر مواقع کا فی الجملہ ذکر ذیل کی آیت کریمہ میں ملاحظہ ہو فرماتا ہے:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَO﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 250)

بارہا ایسا ہوا کہ چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آ چکی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

(3) دیگر انبیاء کرام کے ایسے تذکرہ میں بطور مثال حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ م اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنَ O﴾ (سورۃ یونس آیت نمبر 72)

اللہ! اللہ! نبی صادق کو اپنے معبود حقیقی خدائے بزرگ و برتر کی ذات پر کس قدر پختہ یقین ہے!! کس تحدّی کے ساتھ اور دیکھیں بے خوفی کے عالم میں دشمنوں کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ میں نے خدا پر توکل کیا ہے تم اپنے منصوبے مکمل کر لو اور اپنے شرکاء کو بلا لو اور پھر تمہارے یہ منصوبے اور سکیمیں لگی چھپی بھی نہ رہیں بلکہ علانیہ تدبیریں کر لو، مجھے کچھ بھی

مہلت دئے بغیر ان سب کو بروئے کار لے آؤ پھر دیکھو کون غالب آتا ہے؟

دنیا نے دیکھ لیا کہ نوحؑ ہی غالب رہے اور اُن کی دشمن قوم اس حالت میں غرقاب ہوئی کہ اُن پر آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ رہا۔!!

اس پر از یقین تحدّی کی مثال مقدس بانیٴ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوۃ السلام کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں جو گویا قرآن کریم کے مضمون کا اُردو نقش ہے۔ اس زمانہ کے نوحؑ کے قلم نے بالقاء ربانی اسے قلمبند کیا ساتھ کے ساتھ خدا کی زبردست نصرت اور تائید کا واضح ثبوت حضورؑ اپنے مخالف مولویوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور اُن کے پچھلے اور ان کے زندے اور اُن کے مردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان کی تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل بنا کر اُن کے منہ پر ماریگا۔!! دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کاروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکروفریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔''

(ضمیمہ اربعین 4-3 صفحہ نمبر 7 ۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ نمبر 473)

انسان کاملؐ ولیِ کاملؐ

(4) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے اور ولی کامل اور محبوب خدا بھی جنہیں خدا کا ہر دم وصال حاصل تھا۔ اگرچہ حضور کی ساری زندگی دشمنوں سے تکالیف سہتے گزری، مگر اس سے خداتعالیٰ کی قدرت نمائی اور ابتلاؤں کے ذریعہ مقرب

بندوں کی مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا اور روحانی درجات کا بلند کرنا۔ مقصود تھا، بس اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا:

اَشَدُّ الْبَلَاءِ الْاَنْبِیَاءُ اَلْاَمْثَلُ فا لْاَمْثَلُ

پوشیدہ خوبیاں منصۂ شہود میں لانے اور طرح طرح کے نمونے قائم کرنے کے لئے سب سے زیادہ ابتلائی تکالیف انبیاء پر وارد کی جاتی ہیں۔ اور جتنا جتنا کسی دوسرے کو ان کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے اُسی کے مطابق وہ ابتلائی تکلیف سے بھی حصہ لیتا ہے۔

قرآن کریم کی 93 ویں سورۃ، سورۃ الضحیٰ ہے نزولی ترتیب کے لحاظ سے یہ بالکل ابتدائی زمانہ کی ہے بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ فَتْرَۃ وحی کے بعد یہ پہلی سورۃ نازل ہوئی تھی اُس وقت کے حالات متحضر کیجئے اور پھر اس سورۃ شریفہ کے مضامین پر نگاہ ڈالیئے ایک طرف نہایت درجہ تنگی کا زمانہ تھا مخالفت کی آندھیاں مہیب صورت میں چاروں طرف اُٹھ رہی ہیں دوسری طرف خدائے ذوالجلال اپنے حبیب سے فرماتا ہے:

﴿وَالضُّحٰی O وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی O﴾ (سورۃ الضحیٰ آیت 3-2): قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہوگا۔ یہ اشارہ تھا فتح مکہ کے اُس وقت ضُحٰی کی طرف جب آپؐ فاتحانہ رنگ میں ایسے وقت مکہ میں داخل ہونے والے تھے۔ چونکہ یہ واقعات کئی سال بعد رونما ہونے والے تھے اور مصائب ومشکلات کی گھڑیاں ابھی باقی تھی اس لئے ساتھ ہی فرمایا:

﴿وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی O﴾: میں قسم کھاتا ہوں اس رات کے اندھیرے کی جب وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ یہ اشارہ تھا اِن الفاظ میں ہجرت کی رات کی طرف۔ جو فی الواقع نہایت مُہیب رات تھی۔ ہجرت کی رات ہی وہ رات تھی جبکہ ہر نوع کی مصیبتیں اُمنڈ کر آپؐ پر وارد ہوگئیں، مخالفت نقطۂ عروج کو پہنچ گئی تھی۔ آپؐ کا گھر محاصرہ میں لے لیا گیا تھا۔ سب طرف پہریدار مقرر کردئے گئے تھے۔ ڈیوٹیاں بانٹ لی گئیں۔ ﴿وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَۃِ تِسْعَۃُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ﴾ (سورۃ نمل آیت نمبر 49) کے نو نمائندے آپؐ کو راتوں رات قتل کردینے کے لئے تیار ہو چکے تھے اُسی رات آپ کو اپنی پیاری بستی مکہ کو چھوڑ دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ اور بحکم الٰہی مکہ سے تین میل دُور غار ثور میں پناہ

لینی پڑی جہاں تین دن رات چھپے رہے۔ جبکہ دشمن اپنی طرف سے برابر آپؐ کا تعاقب کرتا رہا۔ حتی کہ معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے سبھی منصوبوں کے علی الرّغم آپ کو بسلامت رکھا اور حضورؐ مع اپنے جانثار ساتھی کے بخیریت مدینہ جا پہنچے۔

دیکھیں! تھی تو ہجرت کی ایک ہی رات جس میں قدرت حق نے دشمن کو بھی اپنے سارے منصوبے بروئے کار لے آنے کا پورا موقعہ دے دیا۔ اور حضور کو بھی بچا لیا۔ اس کے ذکر میں فرماتا ہے:

﴿وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَO﴾

(سورۃ انفال آیت نمبر 31)

اے ہمارے رسول اُس وقت کو یاد کرو جب کہ کفار تیرے متعلق مخالفانہ منصوبے بنا رہے تھے تاکہ تجھے (۱) ایک جگہ محصور کر دیں۔ یا (۲) تجھ کو قتل کر دیں یا (۳) تجھ کو نکال دیں۔ وہ بھی اسی طرح کے منصوبے بنا رہے تھے اور اللہ بھی اُن کے سب منصوبوں کو خاک میں ملا دینے کے لئے اپنی حکمت نافذ فرما رہا تھا، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

اللہ! اللہ! کس طرح قدرت حق نے ان کو موقع دیا کہ وہ اپنے تینوں تجاویز کو بروئے کار لے آئیں اور پھر ناکام رہیں چنانچہ گھر میں آپ کو قید بھی کر لیا، قتل کا منصوبہ بھی مکمل کر لیا اور جلا وطن بھی کر لیا۔ مگر خدا نے ان سب منصوبوں کو، اُن کے مقصد کے مطابق کامیاب نہ ہونے دیا۔ یہ ہے قادر و توانا کی قدرت نمائی! کہ دشمن پورا وار بھی کرتا ہے وقتی طور پر خوش بھی ہو لیتا ہے مگر بالآخر ناکامی اور نامرادی کا ہی منہ دیکھتا ہے۔!!

(5) اسی سورۃ شریفہ کے اندر اُسی زمانہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہ وعدہ بھی دیا گیا:

﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰیO﴾ (سورۃ الضحیٰ آیت 5): آپ کی ہر

آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری حیات طیبہ اسی بات پر زندہ گواہ ہے کہ آپؐ کی ذات سے، آپ کی جماعت سے، خدائے وحدہٗ لاشریک معبود حقیقی کا یہ وعدہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ پورا ہوا۔ آپ کا ہر قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ اکیلے اُٹھے، غارِ حراء سے گھر پہنچے تو حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت زیدؓ آپ کے ساتھ ہوئے، پھر یہ قافلہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا جانثاروں کی، خدا کے ولیوں کی جماعت اس میں شامل ہوتی چلی گئی۔ معاندین کی ایذا رسانی تکلیف دہی اور طرح طرح کے ظلم وستم بھی اس ترقی میں روک نہ بن سکے۔ ابھی مکہ ہی میں تھے کہ مدینہ میں آپؐ کا پیغام پہنچا۔ اور اندر ہی اندر سعادت مندوں کے دل آستانہ الوہیت پر جھک جانے کے لئے تیار ہونے لگے اڑھائی تین سو میل دور فاصلہ پر خدائے رحیم وکریم نے اہل یثرب کے دلوں میں آپ کی محبت وعقیدت بلکہ فدائیت کا بینظیر جذبہ پیدا کردیا۔ پھر ہجرت کے بعد جاتے ہی یثرب، مدینۃ الرسول کے نام سے شہرت پا گیا۔ اور مدینہ میں روحانی لحاظ سے آپ کو مقام محبوبیت حاصل ہوا۔ اور ظاہری لحاظ سے مدینہ کی ساری آبادی مسلم وغیر مسلم آپؐ کے تابع فرمان ہوگئی۔ پھر مدینہ کا گردونواح کفر سے صاف ہوا اور اس جگہ کے باشندے معبود حقیقی کے آستانے پر سجدہ ریز ہونے لگے!! مکہ سے چڑھائی کرکے آنے والا دشمن اپنے ہر حملہ میں ناکام ونامراد لوٹتا رہا بالآخر مکہ فتح ہوا!! خدائے وحدہٗ لاشریک کا رسولؐ قدوسیوں کی جماعت سمیت بوقت ضُحٰی مکہ میں فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوا۔ پھر سارا عرب پھر شام اور عراق اور مصر فتح ہوئے یہ سب کے سب ﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی O﴾ کا ہی کرشمہ تھا۔ آپؐ کے فدائی صحابہ کی تعداد بھی اُسی کے مطابق روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ آپ کے فدائیوں کا جذبہ بھی اُس طرح ترقی کرتا چلا گیا۔ روحانی لحاظ سے دیکھا جائے تو آپؐ کی اُمت کے ہر دَورِ تنزل کے بعد دَورِ ترقی کے بہتر ہونے کا وعدہ یہ سب اسی کے تحت آجاتے ہیں۔ چنانچہ ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر تنزل آنے کی پیشن گوئی فرمائی تو دوسری طرف مسیح موعود، مہدی معہود علیہ التحیہ والسلام کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خبر دی اور ساتھ ہی

فرمایا:

مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَایُدْرٰیْ اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُہٗ

(ترمذی شریف ۔کتاب الامثال عن رسول اللّٰہ علیہ وسلم باب ما جاء مثل اُمّتی ص 110)

میری اُمت کی مثال اُس بارش کی طرح ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا پہلا حصہ زیادہ بابرکت ہے یا کہ آخری حصہ۔

رضائے الٰہی ۔اور۔ عبدِ حقیقی

(6) ﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی O﴾(سورۃ الضحیٰ آیت 5): کے وعدۂ ربی کے ساتھ اگلی آیت کریمہ میں یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی O﴾(سورۃ الضحیٰ آیت 6) : خدا تجھے اِتنا دے گا کہ تو خوش ہوجائیگا۔ سبحان اللہ واللہ اکبر!! دیکھ لیجئے وہ کونسی نعمت ہے جس کی آپ ؐ پر کمی رہی ۔آپ کے سب کام دینی ہوں یا دنیوی خدا تعالیٰ نے بڑی ہی خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل کو پہنچائے حتی کہ آپ کو سب سے محبوب امر وصالِ الٰہی تھا وہ بھی بدرجہ اتم حاصل ہوا۔

عَبدِ کاملؐ کا مَعبُودِ حقیقی سے وِصال

جب آپ ؐ اپنے اُن جملہ فرائض کو تمام وکمال پورا کر چکے جن کی انجام دہی کے لئے آپ ؐ کو اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔تو خدا نے دریافت فرمایا:

میرے بندے اب بتا تُو اس دنیا میں مزید رہنا چاہتا ہے یا میرے پاس آجانا چاہتا ہے؟ تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: ﴿بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی﴾ میں اپنے اعلیٰ رفیق یعنی خدا کا وصال چاہتا ہوں ۔تب آپ اُس آدمی کی طرح اس جہاں سے

رحلت فرما ہوئے جس کی تمام دلی تمنائیں پوری ہو چکی ہوں چنانچہ خدا نے بھی فرمایا:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ O وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ O﴾

(سورۃ الفجر آیت نمبر 27 تا 30)

اے عبد کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ کے نفس مطمئنہ تو اپنے ربّ کے حضور چلا آ۔ جبکہ تو بھی خدا سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس آ اور میرے خاص بندوں میں، میری خاص جنت میں داخل ہو جا۔!!

یہ تھا معبودِ حقیقی کا اپنے عبدِ کامل کے ساتھ گہرے تعلق کا مبارک انجام اور سچی محبت کا بہترین اور قابل صد رشک اختتام۔!!

حُسنِ اِختتام

برکت اور حسن اختتام کے طور پر آخر میں سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک حقیقت افروز اور روح پرور نوٹ ملاحظہ ہو جو حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفجر کی مذکورہ آیت کریمہ پر رقم فرمایا حضور فرماتے ہیں:

''اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسے نفس مطمئنہ حاصل ہے، اے میرے بندے تو نے دُنیا میں رہ کر وہ کام کرلیا جس کے لئے میں نے تجھے پیدا کیا تھا اس لئے تو بھی خوش ہے کہ میں نے کام کرلیا اور ہم بھی خوش ہیں کہ تو نے کام کرلیا تو ہم سے خوش ہے اور ہم تجھ سے خوش ہیں۔ اب تو ہمارے بندوں میں داخل ہو جا۔!! یعنی جس طرح انسان اپنے ماتحت افراد یا اپنی مملوکہ اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح اب تجھ پر حملہ کرنا مجھ پر حملہ کرنا ہے تجھے دکھ دینا میری غیرت کو بھڑکانا ہے تو میرے غلاموں میں داخل ہو گیا ہے اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ تجھ پر ہاتھ ڈال سکے۔۔۔۔۔۔

دُنیا میں لوگ غلاموں سے بڑی بڑی خدمتیں لیتے اور اُنہیں کئی قسم کے عذابوں میں مبتلا رکھتے ہیں مگر فرماتا ہے۔ جو **میرا غلام** (اور عبد ناقل) بن جائے میں اُسے

اپنی جنت میں لے جاتا ہوں۔ تو چونکہ میرا غلام (عبد) بن گیا ہے اس لئے اے میرے بندے۔ آ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔!!'' (تفسیر کبیر سورۃ الفجر صفحہ 576)

یہ ہے **عبد اور معبود کا وصال**۔!! اور یہ ہے فنا فی اللہ کا مقام جو ایک عبد کو اپنا سب کچھ اپنے معبود کے حوالے کر دینے اور قطرہ کو سمندر میں مل جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔!! جس کی طرف قرآن کریم ساری دُنیا کے انسانوں کو لے جانا چاہتا ہے۔!!

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

تتمّہ

حرفِ آخر

معبودِ حقیقی کے حضور عاجز بندوں کی بعض دعائیں

تتمہ

حرف آخر

معبود حقیقی کے حضور عاجز بندوں کی بعض دعائیں:

دعا کرنا اور مانگنا جس طرح عاجز بندے کا خاصہ ہے اسی طرح درد بھری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشنا اور عطاء کرنا معبود حقیقی کی اصل شان ہے۔ قرآن کریم جو خدا کا کلام ہے اور بندوں کے لئے ہر قسم کی جامع تعلیم پر مشتمل ہے اس میں جامع الفاظ میں ایسی دعائیں بھی سکھائی گئی ہیں جو انسان کی نفسیات کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں:

(1) ان دعاؤں میں سرفہرست اور جامع دعا وہ ہے جو سورۃ فاتحہ میں تعلیم دی گئی ہے یہ سورۃ شریفہ جس سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے اس میں جہاں معبود حقیقی کا جامع تعارف کرایا گیا ہے وہاں ساتھ ہی اس کی عالی بارگاہ، سے دعا کرنے کا بھی بہترین طریق بتایا گیا ہے۔ اسی لطیف مناسبت کی خاطر سورۃ فاتحہ کو زیر نظر مقالہ کے ابتداء میں درج کیا گیا ہے۔

(2) کسی بھی دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں درود شریف کو نہایت درجہ گہرا تعلق ہے اس لئے دعا کرتے وقت درود شریف کا التزام نہایت ضروری ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صلِّ عَلٰى مُحمّدٍ وَعَلٰى اٰلِ محمّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

(3) اگر چہ قرآن کریم میں بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں جو انسان کے مختلف حالات کے مطابق ہیں ان سب کا اس جگہ نقل کیا جانا ممکن نہیں البتہ اپنے وسیع تر مضمون کے لحاظ سے ایک جامع دعا یہ بھی ہے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِO﴾

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 202)

ان دو تین فقروں میں وہ سب کچھ آ گیا جو ایک بندہ اپنے خدا سے مانگ سکتا ہے اور محسن ازلی سب کچھ دینے کو تیار ہے۔

(4) موجودہ زمانہ (جس میں اس وقت ہم گزر رہے ہیں) اس کو کتب مقدسہ میں آخری زمانہ کے نام سے پکارا گیا ہے اس میں الحاد۔ بے دینی اور خدا سے بے زاری کے خطرناک فتنوں کا زمانہ بتایا گیا ہے جن کا دائرہ ساری دنیا پر محیط ہو جانا تھا چنانچہ موجودہ حالات زمانہ اس کی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں۔ اُدھر قرآن کریم کے اختتام پر خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت اور اس کی پناہ طلب کرنے کے لئے حسب ذیل دو مخصوص دعائیں بیان ہوئی ہیں اس لئے اس مقالہ کو انہی دعاؤں پر ختم کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(ا) ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِO مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَO وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَO وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِO وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَO﴾ (سورۃ الفلق)

ہم ہر زمانہ کے مسلمان سے کہتے ہیں کہ تو دوسرے لوگوں سے کہتا چلا جا کہ میں مخلوقات کے رب سے اس کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ اس کی ہر مخلوق کی ظاہری و باطنی بُرائی سے بچنے کے لئے اور اندھیرا کرنے والے کی ہر شرارت سے بچنے کے لئے جب وہ اندھیرا کر دیتا ہے اور تمام ایسے نفوس کی شرارت سے بچنے کے لئے بھی جو باہمی تعلقات کی گرہ میں

اس تعلق کو تڑوانے کی نیت سے پھونکیں مارتے ہیں۔اور ہر حاسد کی شرارت سے بھی جب وہ حسد پر تُل جاتا ہے۔

(۲) ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِO مَلِكِ النَّاسِO اِلٰهِ النَّاسِO مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِO الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِO مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِO﴾

(سورۃ الناس)

ہم ہر زمانہ کے مسلمان سے کہتے ہیں کہ تو دوسرے لوگوں سے کہتا چلا جا کہ میں تمام انسانوں کے ربّ سے اُس کی پناہ طلب کرتا ہوں، وہ ربّ جو تمام انسانوں کا بادشاہ بھی ہے۔ اور تمام انسانوں کا معبودِ حقیقی بھی ہے۔میں اس کی پناہ طلب کرتا ہوں ہر وسوسہ ڈالنے والے کی شرارت سے جو ہر قسم کے وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جو انسانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر دیتا ہے۔خواہ وہ فتنہ پرداز مخفی رہنے والی ہستیوں میں سے ہو،خواہ عام آدمیوں میں سے ہو۔

سیّدنا حضرت فضل عمر المصلح موعودؓ اس مقام پر تفسیر صغیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس آیت ﴿اِلٰهِ النَّاسِ O﴾ میں بتایا کہ ہمارا اصل بادشاہ یعنی خدا تعالیٰ **حقیقی معبود** بھی ہے۔گو بنی نوع انسان اس کے مقابلہ میں جھوٹے معبود پیش کرتے ہیں۔مگر میں اپنے اصل معبود سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے جھوٹے معبودوں کے شر سے بچائے۔

''ان آیات (مذکورہ آیت کے بعد کی آیت) میں بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب کہ جھوٹے بادشاہوں اور جھوٹے معبودوں کا زور ہوگا، ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، جو دلوں میں وسوسہ ڈالنے والے ہوں گے جیسے پروفیسر وغیرہ، پس خدا تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے رہو کہ ایسے فلسفیوں کے شر سے بھی وہ مسلمانوں کو بچاتا رہے۔اس سے آگے

ایسے فلسفیوں کا طریقہ کار بتایا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرکے آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی ایسی کتابیں لکھتے ہیں جن سے مذہب کے خلاف وسوسے تو پیدا ہوجاتے ہیں لیکن بظاہر وہ کتابیں مذہب کے خلاف نظر نہیں آتیں۔''

اور یہ مقالہ بھی ایسے ہی وساوس دور کرنے کے سلسلہ میں ایک ادنیٰ کوشش ہے اس لئے اُسی معبودِ حقیقی سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس کو معنوی لحاظ سے بھی ایسا ہی بنا دے۔

آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.

عبداللہ الضعیف،

محمد حفیظ بقاپوری، درویش دارالمسیح، قادیان۔

ضمیمہ مقالہ

مختصر فہرست کتب ورسائل

مختصر فہرست کتب ورسائل

جن سے مقالہ کی تیاری میں خصوصی استفادہ کیا گیا

1- قرآن مجید سادہ۔قرآن مجید مترجم از مولانا غلام احمد صاحب فاضل بدوملہوی۔بائبل اُردو۔

2- کتب تفاسیر متقدمین: تفسیر کشاف للزمخشری، تفسیر بیضاوی، تفسیر فتح البیان۔

3- کتب احادیث: صحیح بخاری۔مسلم شریف۔ مشکوۃ المصابیح۔ ریاض الصالحین۔

4- لغات: المُنجد۔ اقرب الموارد۔المفردات الراغب۔فیروز اللغات۔

5- کتب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام: براہین احمدیہ (حصہ اول، دوم، سوم، چہارم)۔ آئینہ کمالات اسلام۔ چشمہ معرفت۔تریاق القلوب۔کتاب البریہ۔ضرورت الامام۔اربعین۔ پیغام صلح۔اسلامی اصول کی فلاسفی۔ تذکرہ۔ ملفوظات کی بعض جلدیں۔منن الرحمٰن۔ ازالہ اوہام۔ نسیم دعوت۔ ایام الصلح۔ انوار الاسلام۔ الوصیت۔تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ درثمین اُردو۔ درثمین فارسی۔ تبلیغ رسالت کی بعض جلدیں۔

6- کتب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ: تفسیر صغیر۔تفسیر کبیر کی جملہ مجلّدات بالتفصیل مع تفسیر سورۃ البقرۃ۔ دعوت الامیر۔ہستی باری تعالیٰ۔تعلق باللہ لیکچر۔مختلف خطبات وتقاریر حضرت فضل عمرؓ۔کلام محمود۔

7-خطبات وتقاریر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہُ اللہ تعالیٰ۔

8-دیگر کتب ورسائل: سیرت خاتم النبین ہرسہ حصص۔ہمارا خدا (تصنیفات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ) ۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: اپنی تحریروں کی رُو سے مؤلفہ میر داؤد احمد صاحب۔ خطباتِ نُور۔خود حاصل کردہ نوٹ از درس الحدیث بیان فرمودہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ۔ ''مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے'' مؤلفہ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔فائل رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ۔مختلف مضامین علماء سلسلہ شائع شدہ درالفضل وبدر،

یادداشت

ایک ضروری یادداشت متعلقہ نواں باب حاشیہ صفحہ 301

مقالہ ھذا

منجانب مصنف مقالہ معبود حقیقی

1969ء کی بات ہے مدرسہ احمدیہ قادیان میں موسمی تعطیلات تھیں ان دنوں خاکسار فضل عمر فاؤنڈیشن کے تصنیفی مقابلہ کے لئے ایک مقالہ ''معبود حقیقی'' لکھ رہا تھا اسی دوران جب مقالہ کا باب نہم کے اختتام پر معبود حقیقی کے عظیم سہارے کے ضمنی عنوان پر پہنچا تو دل میں شدت سے تڑپ پیدا ہوئی کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا کوئی ایسا تازہ نشان قبولیت دعا کے رنگ میں مجھ خاکسار کو بھی دکھا دے ساتھ بعض ذاتی مقاصد کے لئے دعا کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی حسب موقعہ جس قدر ہوسکا ابتہال کے ساتھ دعائیں کیں

اُنہیں دنوں کی بات ہے میں نے 26,25 اگست کی درمیانی رات ایک خواب دیکھا جس میں ''میں ایک کشادہ اور پختہ سڑک پر جا رہا ہوں جس کے دونوں طرف اونچے اونچے سرسبز درخت ہیں بہت دلربا منظر ہے۔ میرے ساتھ دو اور دوست ہیں ہم تینوں حسب ذیل پنجابی شعر قوالی کی طرز پر وجد آفریں بلند آواز سے گاتے جا رہے ہیں:۔

خدا سب نوں دیندا جو کوئی منگے کوئی ہے منگن والا جو اُس درتوں منگے

یہ شعر ہم ترجیع سے گاتے جا رہے ہیں اور محبت الٰہی میں سرشار ہیں حتیٰ کہ اپنی ہی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔''

جن ذاتی مقاصد کے لئے اُس وقت میں نے دعائیں کی تھیں ان میں پہلا مقصد یہی تھا کہ خدا تعالیٰ میرے اس مقالہ کو قبول فرمائے اور انعام پانے کے قابل ہو جائے۔

چنانچہ 1969ء کے مقابلہ میں زیرنظر مقالہ پیش کر دیا گیا۔ میں خود تو قادیان میں تھا مجھے کچھ علم نہیں کہ مقالہ کے بارہ میں کیا کچھ کارروائی ہوتی رہی۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد اچانک مجھے قادیان ہی میں 27-7-1972 کو نظارت خدمت درویشاں ربوہ کے توسط سے جناب سیکرٹری صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی چٹھی L.149/4-7-72 موصول ہوئی جس میں بائیں الفاظ اطلاع دی گئی کہ:

''ادارہ ھذا آپ کو یہ خوشخبری دینے میں مسرت محسوس کرتا ہے کہ علمی تحقیقی تصانیف کے انعامی مقابلہ بابت 1969ء میں آپ نے اپنا جو مقالہ بعنوان ''معبود حقیقی'' پیش کیا تھا انعام کے فیصلہ کے لئے مقررہ بورڈ نے اسے انعام کا مستحق قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے''

اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے اس خاکسار کو بھی قبولیت دعا کا ایک کرشمہ دکھا دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج جبکہ میں یہ سطور یادداشت کے طور پر لکھ رہا ہوں خدا کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ جن دیگر ذاتی مقاصد کے لئے میں نے اُس وقت دعا کی تھی اور خدا تعالیٰ سے فضل مانگا تھا یہ سب مقاصد خدا کے فضل و کرم سے دو تین سالوں کے اندر اندر نہایت عمدگی کے ساتھ پورے ہو کر ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بنے۔ ان کے پورا ہونے میں خدائے قدوس رحیم و کریم کے فضلوں اور رحمتوں کا نمایاں طور پر دخل ہے۔

فالحمد للّٰہ حمدًا کثیراً طیباً مبارکاً فیه

خاکسار

محمد حفیظ بقاپوری درویش قادیان

سابق ایڈیٹر بدر و ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

3-7-1980

مقالہ ''معبودِ حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا''

کے مصنّف

حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری

کے حالات زندگی پر ایک مختصر نظر

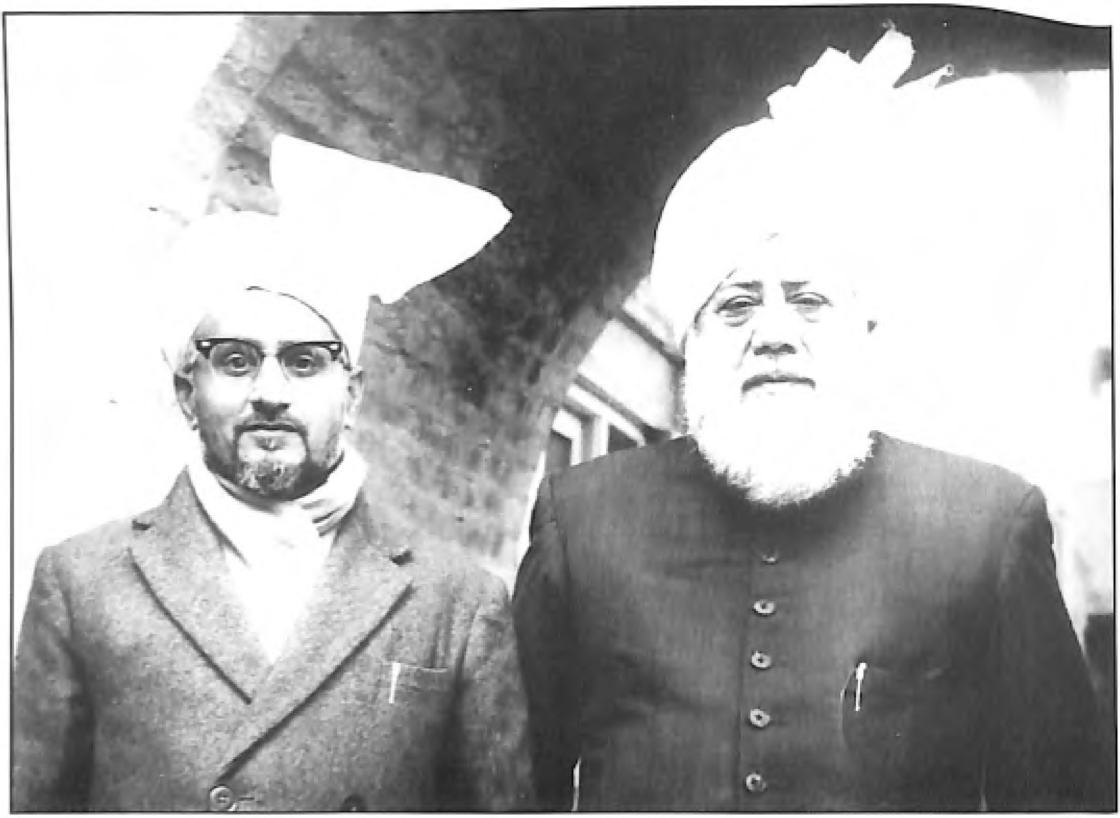
(حیاتِ درویش بقاپوری)

شمع احمدیت کے وہ پروانے، جنہوں نے اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کردی اور تقسیم ملک کے خطرناک طوفان کے وقت، چٹان کی طرح مرکز سلسلہ میں خدمت پر معمور رہے اور جنہوں نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اسلام کے نام کو بلند کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ ان میں سے ایک نہایت قابل قدر وجود جید عالم دین حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش کا تھا۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بہترین مدرس، منتظم اور بہترین صحافی کے طور پر اگر کسی کا ذکر کرنا ہو تو ایسے لوگوں میں محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کا نام نامی شامل ہوگا۔ آپ ضلع گوجرانوالہ پنجاب (حال پاکستان) بمقام بقاپور 14 اگست 1920 کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات اور پھر تحریری بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ مشہور و معروف جلیل القدر صحابی حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے۔

آپ کی عمر 3 سال کی تھی کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور اُن کی آخری وصیت کے مطابق آپ 10 سال کی عمر میں زندگی وقف کر کے قادیان میں آگئے اور یہاں ہی آپ کی دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔ 1939 میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل پاس کیا۔ بعد میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے انگریزی کا امتحان پاس کیا نیز آپ کو مبلغین کورس بھی پاس کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپ 1940 میں مدرسہ احمدیہ میں استاذ مقرر ہوئے جبکہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان تھے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص شفقت آپ پر تھی اور آپ کو بورڈنگ کے ٹیوٹر کی اور دیگر ذمہ داریاں سونپی گئیں جن کو احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق ملی۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ نگرانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادگان کی دینی تعلیم کے لئے جو خصوصی کلاس کا اجراء ہوا تھا اُس کلاس کو پڑھانے کا بھی آپ کو شرف حاصل ہوا۔ 20 فروری 1944 کو ہوشیار پور میں جو عظیم الشان تاریخی جلسہ یوم مصلح موعود منعقد ہوا تھا۔ اُس میں مرکز کی طرف سے حاضرین کے قیام و طعام کے انتظامات کے لئے آپ کو ہوشیار پور بھجوایا گیا۔ ان انتظامات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور آپ کے لئے دعا فرمائی۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں ڈلہوزی اور دیگر مقامات پر سفر پر جانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

آپ کی شادی 1943 میں محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت چوہدری مولا بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمبردار چک 35 جنوبی ضلع سرگودھا صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔ جس سے بفضلہٖ تعالیٰ پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ (حلیمہ بشریٰ صاحبہ مقیم کراچی۔ سلیمہ بشریٰ صاحبہ مقیم لندن۔ نعیمہ بشریٰ صاحبہ ٹیچر نصرت گرلز ہائی سکول قادیان۔ ڈاکٹر عبدالرشید بدر صاحب ایم ایس سرجن قادیان۔ ظہیرہ بدر صاحبہ مقیم یو ایس اے۔ عبدالباسط قمر ایم ٹیک مقیم کینیڈا۔ امتہ الباری قمر صاحبہ مقیم کراچی)۔



پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش قادیان

پارٹیشن کے وقت آپ اُن درویشوں میں سے تھے جو قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے ٹھہرے تھے۔ مولانا صاحب بفضلہٖ تعالیٰ علمی اور انتظامی دونوں صلاحیتوں کے مالک تھے۔ چنانچہ ہر دو لحاظ سے آپ کو سلسلہ کی نمایاں خدمات بجالانے کی سعادت ملتی رہی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ ناظر ضیافت، معاون ناظر دعوۃ وتبلیغ، آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کے عہدوں پر فائز رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ احمدیہ میں تدریس کا کام بھی جاری رہا۔ 30 سال سے زائد عرصہ تک آپ کو نائب افسر جلسہ سالانہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ 25 سال سے زائد عرصہ تک اخبار بدر قادیان کی کامیاب ادارت کی سعادت آپ کو ملی اور آپ نے نہایت عرقریزی اور جانفشانی سے اخبار بدر کے علمی معیار کو بلند کیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل جالندھری کی خاص شفقت آپ پر تھی اور بعض مضامین پر اظہار خوشنودی فرمایا کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مولانا محمد عثمان فارقلیط ایڈیٹر روزنامہ الجمیعۃ دہلی اور مولانا محمد عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر صدق جدید لکھنؤ۔ جیسے نامور صحافی بھی مولانا مرحوم کے ادارتی نوٹس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کئی بار آپ کے اداریہ کا کچھ حصہ یا مکمل اپنے اخبار میں نقل کردیتے تھے۔

مولانا صاحب جید عالم تھے۔ صرف نحو اور عربی ادب پر خوب عبور تھا۔ اسی طرح تفسیر القرآن کا خوب ملکہ رکھتے تھے۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک پر آپ نے بہترین انداز میں صرف نحو پر دو کتابیں ''خلاصۃ الصرف و خلاصۃ النحو'' مرتب کیں جو اب تک جامعہ احمدیہ کے نصاب میں شامل ہیں۔ سالہا سال تک آپ کو رمضان المبارک میں قرآن کریم کا درس دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی طرح آپ کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہر سال اعتکاف بیٹھنے کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ مسجد اقصیٰ قادیان اور مسجد مبارک قادیان میں امام صلوٰۃ اور خطیب ہونے

کے ساتھ ساتھ درس قرآن کریم اور حدیثِ مبارکہ کا درس دینے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ درویشان قادیان کے لئے آپ نے ایک قرآن کلاس کا بھی اجراء کیا جو دورِ درویشی میں کئی سال تک جاری رہی۔ اس کلاس میں قرآن کریم کا سادہ ترجمہ اور اس کی تفسیر نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کرام کے بیان فرمودہ قرآنی حقائق و معارف کا تذکرہ ہوتا تھا۔ یہ کلاس اللہ تعالیٰ کے فضل سے درویشانِ قادیان میں بہت مقبول رہی اس کلاس میں قریباً سارے ہی درویش شامل ہوتے رہے اور اس طرح سے قریباً سب درویش ہی آپ کے شاگرد بن گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قرآن کلاس پر خاص خوشنودی کا اظہار بھی فرمایا۔

مولانا صاحب ایک بہترین مقرر بھی تھے اور تقریر کرنے کا غیر معمولی ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب کچھ میں نے اپنے محسن استاد حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پایا ہے۔ آپ کو سالہا سال تک جلسہ سالانہ قادیان میں ہستی باری تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی سیرت پر تقاریر کرنے توفیق ملی۔ اس کے علاوہ لوکل انجمن کے تحت تعلیمی و تربیتی اجلاسات اور جلسوں میں بھی آپ کا خطاب ہوتا تھا۔ نیز آپ کو ہندوستان کی مختلف جماعتوں کی طرف سے منعقدہ کانفرنسوں میں شمولیت اور خطاب کی بھی توفیق ملی۔

1965 میں محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی کے ریٹائر ہونے پر آپ مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ کا حلقہ تلمذ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند تک بھی ممتد ہے اور تقسیم ملک کے بعد قادیان سے قریباً سارے ہی فارغ التحصیل مبلغین و معلمین آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادگان بشمول محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سابق امیر جماعت قادیان و سابق ناظرِ اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ محترم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت۔ محترم مولانا عبدالحی صاحب ناظر اشاعت ربوہ ۔محترم مولانا سلطان

محمود صاحب انور ناظر خدمتِ درویشان ربوہ ۔محترم مولانا محمود احمد چیمہ مرحوم سابق امیر جماعت ومشنری انچارج انڈونیشیا۔محترم پروفیسر سلطان اکبر صاحب سابق پروفیسر ٹی آئی کالج ربوہ۔ محترم جناب عبدالطیف ستکوہی آف پیپر مارٹ لاہور۔ محترم مولانا مرزا محمد ادریس صاحب مرحوم سابق مشنری بورنیو وانڈونیشیا۔محترم مولانا عبدالقدیر شاہد صاحب سابق مبلغ گولڈکوسٹ و سیرالون حال مقیم ٹورنٹو کینیڈا۔محترم مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم انسپکٹر بیت المال آمد ربوہ مقیم ٹورانٹو کینیڈا۔ محترم مولانا مقبول ذبیح صاحب مرحوم سابق مبلغ افریقہ۔ محترم مولانا بشیراحمد خادم صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ و مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ۔محترم مولانا محمد یوسف صاحب درویش قادیان سابق مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان ۔محترم مولانا عمر علی صاحب بنگالی سابق مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان ۔محترم مولانا منظور احمد صاحب گھنو کے درویش مرحوم نظارت دعوۃ وتبلیغ۔ محترم مولانا شیخ قدیر صاحب درویش ۔محترم مولانا عبدالحمید صاحب مومن درویش ۔محترم مولانا خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش قادیان سابق مبلغ سلسلہ۔ محترم مولانا سید شہامت علی صاحب درویش مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ۔محترم مولانا شریف شاہ صاحب درویش مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ۔محترم مولانا عبدالحق صاحب فضل سابق اڈیٹر بدر۔محترم مولانا محمد کریم الدین شاہد سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان۔ محترم مولانا حمیدالدین صاحب شمس مرحوم سابق مبلغ انچارج صوبہ آندھرا پردیش ۔محترم مولانا عبدالحلیم صاحب سابق مبلغ انچارج صوبہ اُڑیسہ ۔محترم مولانا محمد انعام غوری صاحب امیر جماعت قادیان و ناظرِ اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۔محترم مولانا محمد عمر صاحب مالاباری ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد قادیان ۔محترم مولانا بشیر احمد صاحب طاہر سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان ۔محترم مولانا منیر احمد صاحب خادم سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان حال ناظر اصلاح وارشاد قادیان و اڈیٹر اخبار بدر۔محترم مولانا جلال الدین صاحب نیر ناظر بیت المال آمد قادیان ۔محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان۔محترم مولانا سلطان ظفر صاحب

پرنسپل جامعۃ المبشرین قادیان۔محترم مولانا جاوید اقبال اختر صاحب سیکریٹری بہشتی مقبرہ قادیان۔محترم مولانا غلام نبی صاحب مبلغ انچارج کشمیر۔محترم مولانا بشارت بشیر صاحب مبلغ سلسلہ کشمیر۔محترم مولانا عبدالرشید صاحب ضیاؔ مبلغ سلسلہ۔محترم مولانا رفیق احمد صاحب مالاباری۔محترم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت۔محترم مولانا عنایت اللہ صاحب منڈاشی نائب ناظر اصلاح وارشاد قادیان۔محترم مولانا خورشید انور صاحب سابق اڈیٹر بدر۔محترم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ناظر اشاعت قادیان۔محترم مولانا محمد ایوب ساجد صاحب نائب ناظر اشاعت قادیان۔محترم مولانا محمد یوسف انور صاحب استاد جامعہ احمدیہ قادیان۔محترم مولانا سید کلیم الدین صاحب مشنری انچارج دہلی۔محترم مولانا مظفر اقبال صاحب انچارج مرکزی لائبریری قادیان۔محترم مولانا سعادت احمد صاحب جاید استاد جامعۃ المبشرین۔محترم مولانا عبدالمومن صاحب استاد جامعہ احمدیہ قادیان۔محترم مولانا صباح الدین صاحب۔محترم مولانا مظفر احمد صاحب امروہی۔محترم مولانا مقبول احمد صاحب آف آسنور کشمیر۔محترم مولانا نورالاسلام صاحب۔محترم ڈاکٹر شبیر احمد ناصر فاضل۔محترم بشیر احمد صاحب سندھی۔محترم مولانا قیام الدین برق صاحب مبلغ سلسلہ۔محترم مولانا وسیم احمد تیماپوری صاحب نظارت اشاعت۔محترم مولانا گیانی تنویر احمد صاحب نائب امیر مقامی قادیان۔محترم مولانا قریشی فضل اللہ صاحب نائب اڈیٹر اخبار بدر۔محترم مولانا عبدالوکیل صاحب نائب ناظم وقف جدید ارشاد۔محترم مولانا مصلح الدین سعدی مبلغ انچارج آندھرا پردیش محترم مولانا شرافت احمد خان صاحب محترم مولانا عبدالسلام راتھر مولانا سفیر احمد۔کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان اور قضا بورڈ کے ممبر ہونے کی بھی سعادت میسّر ہوئی۔نیز آپ کو ممبر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ۔صدر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ۔صدر مجلس موصیان۔سیکریٹری تعلیم وتربیت لوکل انجمن قادیان کے طور پر بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں 1969 میں فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے تحت انعامی مقالہ کے مقابلہ میں آپ نے ''معبود حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا'' کے دلپذیر عنوان سے ٹھوس اور مدلّل مقالہ لکھ کر انعام حاصل کیا۔ اب تک ہندوستان سے فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے تحت انعام حاصل کرنے والے واحد وجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولانا صاحب ایک کامیاب داعی الی اللہ تھے۔آپ تبلیغ کا کوئی موقعہ کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اکثر غیراز جماعت مہمان زیارت کے لئے قادیان آتے تو آپ کے دفتر سے ہوکر جایا کرتے تھے اور اسطرح آپ کے ذریعہ اسلام واحمدیت سے متعارف ہوتے تھے۔آپ کا ہر لمحہ خدمت دین اور دعوت الی اللہ میں گذرا ہے حتیٰ کہ بازار جاتے ہوئے یا جب بھی سفر میں ہوتے تبلیغ اور ذکر الٰہی میں وقت گزارتے تھے۔ امیر صاحب جرمنی محترم عبداللہ واگس صاحب جب پہلی بار قادیان کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو جامعہ کے ایک طالب علم (محترم مولانا محمد یوسف انور صاحب استاد جامعہ احمدیہ قادیان) کے ہمراہ آپ کے دفتر میں آئے اور وہیں پہلی بار آپ کو اسلام احمدیت کا پیغام ملا۔آپ نے ہی واگس صاحب کو مکرم محترم ہدایت اللہ صاحب جبش سے پہلی بار متعارف کروایا اور اسطرح آپ کے ہی دفتر میں ہی ایک لمبے وقت تک سوال جواب کی مجلس ہوئی۔مکرم حُبش صاحب اُن دنوں ربوہ سے قادیان آئے ہوئے تھے ۔قادیان سے واپسی پر محترم ہدایت اللہ جبش اپنے ہمراہ محترم عبداللہ واگس صاحب کو بھی ربوہ لے گئے ۔اسطرح ربوہ میں مکرم واگس صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔

دعوت الی اللہ کے ہی تعلق سے، سالہا سال مولانا صاحب کو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ہمراہ پنجاب کی جیلوں میں قیدیوں کا حال احوال پوچھنے کی اور سوال وجواب کی مجالس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

احمدیت کے سخت دشمن بھی آپ کے دلائل کو سن کر یا پڑھ کر احمدیت کا لوہا ماننے پر مجبور ہوجاتے تھے۔1974 میں پاکستان میں احمدیت کے خلاف جو طوفان اُٹھا تھا اُس

کا اخبار بدر قادیان کے ذریعہ دفاع کرتے رہے۔ اس مخالفت کے دور میں آپ کے مضامین ہندوستان کے دیگر اخبارات میں بھی شائع ہوئے جن میں روزنامہ پرتاپ جالندھر۔ ہندسماچار جالندھر۔ ٹریبیون چندیگڑھ۔ روزنامہ الجمیعتہ دہلی۔ نئی دنیا۔ نوائے حیدرآباد۔ رہنمائے دکن۔ وغیرہ شامل ہیں۔ اسی دوران میں شبستان اُردو ڈائجسٹ دہلی نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا تحریری انٹرویو شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مولانا صاحب کے ذمہ تمام سوالات کے جواب تیار کرنے کا کام سپرد ہوا۔ چنانچہ آپ نے انتہائی محنت سے قلیل وقت میں سارے جوابات تیار کئے اور اس مسودے کو دستی شبستان کے دہلی دفتر بھجوایا گیا۔ اور پھر یہ سوال و جواب شبستان رسالہ میں شائع ہوئے تو ہندوستان کے غیر از جماعت لوگوں میں عجیب ہلچل مچ گئی۔ اس رسالہ کی وسیع اشاعت کے ذریعہ ہزاروں لوگوں تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچا۔ اور قادیان میں جماعت کے لٹریچر کے حصول کے لئے خطوط آنے شروع ہوگئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مؤلف اصحاب احمدؑ نے آپ کی اس کاوش کو بہت سراہا۔

آپ 24 گھنٹے خدمتِ اسلام واحمدیت میں مصروف رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمات پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے 9 دسمبر 1967 کو خطبہ میں اشاد فرمایا کہ:

''آپ قادیان میں خدمت دین اور خدمتِ احمدیت میں چوبیس گھنٹے مصروف ہیں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 فروری 1968)

آپ پابند صوم وصلوۃ، تہجد گزار، صاحب الہام اور صاحب رویا کشوف تھے۔ آپ بہت دعا گو وجود تھے اپنے شاگردوں سے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت کرتے تھے اور ان کی ضروریات کا ہر وقت خیال رکھتے اور ہر نماز میں دوسری دعاؤں کے علاوہ اپنے شاگردوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ آدھی رات کو بھی اگر کوئی طالب علم بیمار ہوتا تو اطلاع

ملنے پر فوراً مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں پہنچ جاتے اور جب تک ڈاکٹر آ کر طالب علم کو چیک کر کے تسلی نہ دلاتا گھر نہ لوٹتے۔ اسی طرح اپنے درویش بھائیوں سے بھی محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ درویشان کو تقسیم تحفہ گندم کے سارے انتظامات آپ کے ذمہ تھے۔ آپ نے اس خدمت کو سخت گرمیوں کے ایام میں انتہائی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ حساب کتاب اور تقسیم میں آپ نے تقویٰ اور انصاف کے اعلیٰ معیار کو ہمیشہ قائم رکھا۔ خریداری کے وقت مزدور سے لیکر بیوپاری تک اور تقسیم کے وقت خدام سے لیکر درویشان تک ہر کوئی آپ کی تعریف کرتا اور آپ کے حق میں دعائیں کرتا۔ آپ کو سالہا سال عید کے موقعہ پر اہل قادیان میں قربانیوں کے گوشت کی تقسیم میں خدمت کی توفیق ملی۔ غربا اور یتمیٰ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ صاحب الرائے بھی تھے اور اہم مسائل میں اکثر لوگ آپ سے مشورہ لینے آتے یا خطوط کے ذریعہ مشورہ طلب کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ مرحومؓ سابق امیر جماعت قادیان اکثر جماعت کے اہم معاملات میں مشورہ کے لئے آپ کے گھر پر تشریف لاتے تھے اور آپ سے مشورا کے بعد اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولوی حفیظ صاحب سے مشورہ کر کے بہت سے مسائل کا آسان حل نکل آتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ مرحومؓ کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم بھی اہم معاملات میں آپ کی رائے ضرور لیتے تھے۔

دن رات کی مصروفیات سے یک دم صحت پر اثر پڑا اور آپ ہائی بلڈ پریشر اور ریڑھ کی ہڈی کی درد سے بیمار ہو گئے۔ اس دوران بھی آپ نے اپنے آپ کو خدمت دین میں ہر لحہ مصروف رکھا۔ اپنے آرام کی کوئی پرواہ نہ کی۔ زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپ کو لکھنے پڑھنے کا زیادہ کام کرنے کی صحت اجازت نہیں دیتی تھی۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ قادیان کی طرف سے شائع کی جارہی سیرۃ النبیؐ ﷺ سیریز کے لئے ''شان خاتم النبین۔ امان (تحفظ حقوق انسانی) میں'' کے عنوان پر ایک جامع اور دلنشین مقالہ تحریر کروایا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کی تقسیم ملک کے بعد دور درویشی میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے 40 سال سے زائد عرصہ تک آپ کی فیملی کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت مکان میں رہائش کا موقعہ عطا فرمایا۔

مورخہ 5 نومبر 1987 کو اچانک بلڈ پریشر بہت بڑھ گیا اور مقامی طبیب کے آنے سے قبل اس دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اگلے روز جمعہ کے خطبہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سابق امیر جماعت قادیان نے مولانا مرحوم کی جماعتی خدمات کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور کہا کہ ''آج قادیان کی سرزمین ایک جید عالم دین سے محروم ہوگئی ہے آپ کی ساری زندگی خدمتِ دین میں گذری ہے آپ کو خلافت سے بے حد محبت تھی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے آپ کے کاموں کو نہ صرف بارہا سراہا بلکہ خوشنودی کے بھی اظہار فرمائے۔ اس عاجز کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ وہ آپ کا شاگرد ہے آپ میرے بہت ہی شفیق اور بزرگ استاد تھے۔ وہ میری تمام بچیوں کے بھی استاد تھے مولوی صاحب نے میرے گھر آکر ان سب کو تفسیر قرآن پڑھائی۔ آپ کے جانے سے بہت بڑا خلاء پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اس خلاء کو اپنے فضل سے پورا فرمائے۔ میں تمام اہل قادیان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سب کے سب نماز جنازہ اور تدفین میں شامل ہوں''۔ نماز عصر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سابق امیر جماعت قادیان نے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں کثیر احباب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور مقبرہ بہشتی قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی میّت کو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے کندھا دیا اور قبر تیار ہونے پر اجتمائی دعا فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی وفات کے وقت امریکہ اور کنیڈا کے دورہ پر تھے۔ اس سفر کے دوران حضور انور کو جب محترم امیر صاحب قادیان کی طرف سے وفات کی اطلاع موصول ہوئی تو حضور نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور محترم

امیر صاحب قادیان اور افراد خاندان کے نام تعزیتی خطوط ارسال فرمائے۔ آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مولانا مرحوم ایک مخلص واقف زندگی اور انتھک داعی الیٰ اللہ تھے۔ انہوں نے جماعت کی وفاداری اور سرگرمی سے خدمت کی ہے۔ اُن کی کمی شدّت سے محسوس کی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو دائمی سلامتی بخشے۔ آمین''

(صدسالہ جوبلی مجلّہ جامعہ احمدیہ قادیان 1906-2006 صفحہ 106)

مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش کی ساری زندگی قادیان دارالامان میں خدمت اسلام واحمدیت میں گزری۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گراں بہا خدماتِ دینیہ کہ توفیق بخشی۔ آپ نے اپنے ہم عصروں، شاگردوں، اور آئیندہ آنے والی نسلوں لے لئے خدمت وفدائیت کی نہایت درخشندہ مثال قائم کی۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں آپ کے کارنامے سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔ آپ کا نمونہ ہم سب کے لئے ہی قابل قدر ہی نہیں قابلِ تقلید بھی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئیندہ آنے والی نسلیں اس سے فیضیاب ہوتی چلی جائیں۔ آمین ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حیاتِ درویش بقاپوری
حصّہ اوّل

انشاءاللہ جلد شائع ہورہا ہے

قارئین کی اطلاح کے لئے عرض ہے کہ انشاء اللہ جلد ہی حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کے حالات زندگی پر ایک کتاب **حیاتِ درویش بقاپوری** حصّہ اوّل کو شائع کروانے کا ارادہ ہے اس کا مسودہ آخری مراحل میں ہے اور نظارت اشاعت کی منظوری سے اس کو شائع کیا جائے گا۔ اگر آپ اس کتاب کے لئے حضرت مولانا صاحب کے تعلق سے، اپنا کوئی مضمون، واقعہ یا کوئی اپنی یاد یا اُن کا ذکر خیر لکھ کر ارسال کرنا چاہتے ہوں تو اسے جلد از جلد بھجوادیں تا کہ آپ کا یہ مضمون شامل اشاعت ہوسکے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (پبلشر)

خلفائے احمدیت،

بزرگان جماعت اور دیگر احباب

کی مصنف کے حق میں

دعائیں، تاثرات و تعارفی کلمات

1۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المصلح موعودؓ

1952 میں جب اخبار بدر کا قادیان سے دوبارا اجراء ہوا تو حضور انور کی منظوری سے مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار بدر مقرر ہوئے اور پھر چند سال کے بعد آپ کا تقرر بطور ایڈیٹر اخبار بدر رہوا۔ اخبار بدر کی پہلی اشاعت کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک دعائیہ پیغام ارسال فرمایا۔ حضور کی یہ دعائیں آنے والے دور میں حضور کے مخلص خادم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری صاحب کے حق میں حرف بہ حرف پوری ہوئیں اور آپ کو ایک لمبے عرصہ تک مقبول خدمت کی توفیق ملی۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے روح پرور پیغام میں فرماتے

ہیں:

''سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس اخبار کو بہتر سے بہتر کام کرنے کی توفیق بخشے اور اس اخبار کو چلانے والوں کو ظاہری اور باطنی علوم عطا کرے جن سے وہ قوم اور ملک کی صحیح راہنمائی کر سکیں۔''

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تم کو ایسے طریق پر کام کرنے کی توفیق دے کہ خدا کے فضلوں کی بارش تم پر ہو اور ہمیشہ ہوتی رہے۔ آمین''

(اخبار بدر 7 مارچ 1952 بحوالہ اخبار بدر 15 دسمبر 1977)

☆ - - حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 11 مئی 1948 کو درویشان قادیان کے نام دعائیہ تاریخی پیغام بھجوایا۔ اس میں حضورؓ نے فرمایا:

''اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اِس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی

برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چُنتا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کے خانۂ اعمال بھرتا چلا جائے۔۔۔ اللّٰھمّ آمین"
(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر اگست تا اکتوبر 1963 صفحہ 5)

2۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ۔۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اخبار بدر سے دلی محبت تھی۔ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر کے نام ایک دعائیہ پیغام اپنے قلم مبارک سے رقم فرما کر ارسال کیا۔ آپ نے فرمایا:

"میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صحیح معنی میں بدر کو بدر بنائے۔ وہ اندھیرے میں گھومنے والوں کے لئے ایک روشنی کا مینار ثابت ہو۔ بس یہی میرا پیغام ہے"
(دستخط حضرت) مرزا بشیر احمد (صاحبؓ) 28-9-1957
(اخبار بدر سلور جوبلی نمبر 15 دسمبر 1977 صفحہ 6)

☆۔۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور خط میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ آپکو قادیان میں بیش از پیش خدمت کی توفیق دے آمین۔ یہ خاص خدمت کا وقت ہے۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

آپ کی خواب مبارک ہے اور بشارت پر محمول ہے

۔آپ کا رسالہ ''صرف'' ملا تھا۔ ماشاء اللہ اچھا رسالہ ہے

اللہ مفید کرے۔ فقط والسلام

مرزا بشیر احمد

8-06.1952

3۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

☆---حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمات پر اظہارِ خوشنودی فرماتے ہوئے 9 دسمبر 1967 کو آپ کی بڑی بیٹی عزیزہ حلیمہ بشریٰ صاحبہ کے خطبہ نکاح کے دوران فرمایا تھا کہ:

''عزیزہ کے والد قادیان میں خدمت دین اور خدمتِ احمدیت میں چوبیس گھنٹے مصروف ہیں۔ اس لئے ان کا حق ہے کہ اُن کے لئے اُن کے اگر خاندان کے افراد کے رشتے ہوں تو اُن کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 فروری 1968)

☆---حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شفقت نامہ 23-12-1976 میں اپنے ادنیٰ خادم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری صاحب کو مخاطب کر کے تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ادارہ ہفت روزہ بدر کو خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔آپ سب کی نیک خواہشات کو پورا فرماوے۔ادارہ کو ہر لحاظ سے ترقی عطا فرمائے۔ آمین''

(اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 4)

☆--- حضرت مولانا ابولعطاء صاحب جالندھریؒ مدیر رسالہ الفرقان نے ازراہ شفقت اپنے خط بنام مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری مورخہ 21-05-1969 تحریر فرمایا اور آپ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اظہار خوشنودی کا پیغام پہنچایا۔آپ فرماتے ہیں:

''پرسوں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پیغامِ صلح کے اخبار بدر کے مواخذات سے تنگ آکر چیخ اُٹھنے کا ذکر آیا تھا۔ حضور نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ:

''میں بدر سارا پڑھتا ہوں اور مَیں اِس سے بہت خوش ہوں''

امید ہے کہ یہ اطلاع آپ کے لئے خوشی کا باعث ہوگی۔میں نے ضروری سمجھا کہ یہ اطلاح آپ کو پہنچا دوں تا آپ اِس عاجز کے لئے بھی دُعا فرماویں۔''

(اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 31)

4۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

☆۔۔آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مولانا مرحوم ایک مخلص واقف زندگی اور انتھک داعی الی اللہ تھے۔ انہوں نے جماعت کی وفاداری اور سرگرمی سے خدمت کی ہے۔ اُن کی کمی شدّت سے محسوس کی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو دائمی سلامتی بخشے۔ آمین''

(صدسالہ جوبلی مجلّہ جامعہ احمدیہ قادیان 1906-2006 صفحہ 106)

5۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆---آپ کے حقیقی چچا حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بارے میں حیاتِ بقاپوری حصّہ اوّل میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے بڑے بھائی مولوی محمد اسماعیل صاحب بقاپوری مرحوم بڑے عالم فاضل اور متقی ملہم شخص تھے۔ میرا بڑا بھتیجا چوہدری محمد سعید اعلیٰ نمبردار بقاپور اور میرا چھوٹا بھتیجا مولوی محمد حفیظ (بقاپوری) مولوی فاضل و ایف اے واعظ مقامی و

درویش ہے۔ پسران مولوی محمد اسماعیل صاحب بقاپوری مرحوم اپنے والد کی طرح مخلص احمدی ہیں۔ خصوصاً مولوی محمد حفیظ (بقاپوری) قابل رشک احمدی ہے۔

ہمارا خاندان شروع سے دیندار اور علم کا شائق چلا آرہا ہے۔ خاندان میں اچھے اچھے عالم پیدا ہوتے رہے ہیں۔ حضرت اورنگ زیبؒ کے دربار میں ہمارے مورث اعلیٰ حافظ سعد اللہ صاحب درباری تھے۔ اور چوہدری محمد سعید صاحب (جو حافظ سعد اللہ صاحب درباری کے فرزند تھے) نے ایک ہزار فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب جس کا نام انہوں نے ''ہزاری'' رکھا تھا تالیف کی تھی اس کے خاتمہ پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر شدہ تھی:

''بدست فقیر حقیر محمد سعید عرف جالب تحریر نمود سنہ ۱۱۶۴ ہجری''

(حیاتِ بقاپوری حصہ اوّل چوتھا ایڈیشن صفحہ 3-2)

☆--- حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''الحمد للہ کہ قادیان میں مولوی محمد حفیظ نے میری جگہ سنبھال لی ہے اور دن رات خدمت دین میں وقف ہے۔ میری دعائیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گی انشاء اللہ''

(مکتوب حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ بنام مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب درویش قادیان 1958)

6۔حضرت مولانا ابولعطاء صاحب جالندھریؒ

مدیر رسالہ الفرقان

آپ رسالہ الفرقان میں تحریر فرماتے ہیں:

''مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری تقسیم ملک سے پہلے سے لیکر اب تک آپ قادیان میں سلسلہ کی مختلف خدمات خوش اسلوبی سے بجالاتے رہے ہیں۔ درویشی کا زمانہ آپ نے نہایت صبر و استقلال سے گزارا۔آپ کچھ عرصہ ابتدائی درویشی میں ناظر ضیافت کے طور پر کام کرتے رہے ہیں

1950 میں آپ بطور معاون ناظر دعوت و تبلیغ مقرر ہوئے ۔اس کے بعد تین سال تک آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کے طور پر کام کرتے رہے۔پھر اخبار بدر جاری ہونے پر اسسٹنٹ ایڈیٹر بدر کے طور پر فریضہ ادا کرتے رہے اور 1956 میں آپ ایڈیٹر اخبار بدر مقرر ہوئے اور اُسوقت سے لے کر اب تک آپ یہ کام احسن طور پر ادا کر رہے ہیں۔ مدرسہ احمدیہ میں آپ بطور مدرس بھی کام کرتے ہیں۔آپ کو تقاریر کرنے اور ہر سال رمضان المبارک میں درس دینے کے بھی مواقع ملتے رہتے ہیں۔آپ کی شادی 1942 میں محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری مولا بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔ جس سے بفضلہٖ تعالیٰ چار لڑکیاں اور دو بیٹے ہیں۔ آپ سنجیدہ طبع ، رقیق القلب ، مرنجان مرنج اور شیریں زبان

ہیں۔ مدرسہ احمدیہ میں آپ کو طلبہ پڑھانے کا خاص ملکہ اور مہارت حاصل ہے۔ مسجد اقصےٰ میں آپ کو امامت کرانے کے مواقع بھی ملتے ہیں۔''

(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر اگست تا اکتوبر 1963 صفحہ 82-81)

7۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق صدر عالمی عدالت انصاف ہیگ وسابق صدر جنرل اسمبلی اقوامِ متحدہ

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق صدر عالمی عدالت انصاف ہیگو سابق صدر جنرل اسمبلی اقوامِ متحدہ لندن سے اپنے شفقت نامہ 30 نومبر 1977 بنام مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا والا نامہ مرقومہ 14 ومبر شرفِ صدور لایا۔ جزاکم اللہ۔ بدر کا ہفتہ وار پرچہ باقاعدگی سے میّسر آجاتا ہے۔ اور خاکسار اسے بڑے شوق سے مطالعہ کرتا ہے فالحمدللہ۔ چھبیس (26) سال کے عرصہ میں اسے کامیابی کے ساتھ جاری رکھنے پر خاکسار کی طرف سے دلی مخلصانہ مبارکباد قبول فرمائیں۔ بدر نے شروع سے لیکر تمام عرصہ میں ہر لحاظ سے بلند معیار قائم رکھا ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہت قابلِ قدر خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے جملہ معاونین اور رفقائے کار کو اپنے فضل اور رحم سے اجر عظیم سے سرفراز فرمائے اور اِس خدمت کو

اعلیٰ پیمانے پر ادا کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔
آمین۔ والسلام خاکسار ظفر اللہ خان''
(اخبار بدر سلور جوبلی نمبر 15 دسمبر 1977 صفحہ 10)

☆-- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق صدر عالمی عدالت انصاف ہیگ و سابق صدر جنرل اسمبلی اقوامِ متحدہ لندن سے اپنے گرامی نامہ محررہ 3 جولائی 1974 بنام حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

''اخبار بدر اس نازک مرحلے پر بڑی قابل قدر خدمت کر رہا ہے۔ خاکسار اوّل سے آخر تک بڑے شوق اور توجہ سے پڑھتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے۔ یوں بھی مضامین کا درجہ بہت بلند ہے الحمد للہ!''
(اخبار بدر سلور جوبلی نمبر 15 دسمبر 1977 صفحہ 28)

8۔ حضرت میاں محمد صدیق صاحب بانی
آف کلکتہ مرحوم و مغفور

آپ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر کے نام اپنے مکتوب محررہ 8-5-1963 میں تحریر فرماتے ہیں:

مکرمی و محترمی جناب مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ آپ خیرت سے ہونگے۔ عزیز شریف احمد کی شادی کے سلسلہ میں مجھے قادیان جانے کا فخر حاصل ہوا اور وہاں مسجد اقصےٰ میں آپ کی امامت میں نمازیں پڑھنے اور صبح کے وقت درس سُننے کا بھی شرف حاصل ہوتا رہا۔ بہت ہی بابرکت اور پر مسرت ایام تھے، جوگزر تو چشم زدن میں گئے۔ مگر یاد ہمیشہ رہیں گے۔ مولا کریم پھر توفیق دے کہ اپنے مقدس مرکز میں جا کر مناسب عرصہ کے لئے قیام کرسکوں اور وہاں کی برکات سے بہرا ور ہوسکوں۔

آپ نے شادی کے سلسلہ میں باوجود دینی مصروفیات کے میری بہت ہی قابل قدر امداد کی اور اپنے مفروضہ کام کو بہت ہی خوبصورتی سے سرانجام دیا۔ جس کے لئے میں آپ کا تہہ دل سے مشکور وممنون ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ نے سب درویشان کرام کی معیت میں شادی کی تمام تقاریب کو جس عمدگی، جس محبت اور جس خلوص کے ساتھ سرانجام دیا، وہ میری اُمید اور آرزو سے کہیں بڑھ کر تھا۔ آپ سب نے مجھے عزت سے سرفراز کیا۔ میری مسرت کو دوبالا کیا اور مجھے پر خلوص دعاؤں سے نوازا۔ مختصر یہ کہ مہمان نوازی کا نہایت ہی اعلیٰ اور خوبصورت ریکارڈ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بھی سب کام اِسی طرح سنوارے اور آپ پر اور آپ کے اہل وعیال پر بے شمار فضل وکرم کرے اور سب کو سُکھ وعافیت کی زندگی عطا فرمائے۔ میری اہلیہ اور بچیاں اندرونِ خانہ السلام علیکم عرض کرتی ہیں۔

آپ کا صاحبزادہ (عبدالباسط قمر) علیل تھا۔ اب اُس کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے صحتِ کامل وعاجلہ عطا فرمائے اور اُس کی سب خوشیاں آپ کو دکھائے۔ آمین

دیگر کارِلائقہ سے یاد فرمایا کریں۔

فقط والسلام نیازمند

(محمد صدیق بانی)

8 مئی 1963

9۔محترم جناب بشیر احمد صاحب رفیق سابق امام مسجد لندن

☆ --- محترم جناب بشیر احمد صاحب رفیق سابق امام مسجد لندن نے مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کے نام اپنے مکتوب محررہ 17-7-76 میں لکھتے ہیں:

''اخبار بدر مل رہا ہے۔خدا کے فضل سے اس کا معیار بہت اونچا ہے۔ایک ایک لفظ پڑھتا ہوں اور لطف اُٹھاتا ہوں۔''(اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 28)

10۔محترم میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان مرحوم

☆--- محترم میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان مرحوم 1974 میں انگلستان میں رہائش رکھتے تھے۔اسی جگہ سے ماہ ستمبر 1974 میں آپ نے ایک چٹھی بنام محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (آپ اُس وقت ناظر دعوۃ وتبلیغ تھے) میں بدر کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''بدر بہت مفید کام کر رہا ہے۔۔۔حفیظ بقاپوری صاحب کو اللہ جزاء دے۔''

(از چٹھی آمد تبلیغ زیر 5-10-1974/4423) (اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 28)

11۔محترم ماسٹر محمد ابرہیم صاحب

سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام اسکول ربوہ وسابق مبلغ امریکہ

☆--- محترم ماسٹر محمد ابرہیم صاحب سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام اسکول ربوہ وسابق مبلغ امریکہ جو اُس وقت ڈیٹن (امریکہ) میں اسلام احمدیت کی تبلیغ میں مصروف تھے اپنے مکتوب محررہ 5-4-1974 بنام مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر لکھتے ہیں:

''ماشاء اللہ ہمارا بدر علمی لحاظ سے نہائیت ہی عمدہ اور ٹھوس معلومات بہم پہنچا رہا ہے۔اس میں چھپنے والی مبلغین کی رپورٹیں نہایت مؤثر اور مقبول ہوتی ہیں۔کوائف کے علاوہ ان میں اختلافی مسائل کو جس طرح پیش کیا جاتا ہے۔اس سے یہ بذاتِ خود ایک علمی خزانہ بن جاتا ہے۔اخبار کے ایڈیٹوریل نوٹ ماشاء اللہ زبان اور مواد کے اعتبار سے نہایت معلوم افزاء اور عالمانہ ہوتے ہیں۔اور یہ عِلم خشک اور دقیق نہیں۔ملک اور ماحول کے لحاظ سے مدلّل اور مؤثر ہوتا ہے۔بالغ اور ہر دلعزیز بھی۔الحمد للہ!

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

میرا خیال ہے ہندوستان کے احمدی اور علمی طبقہ کو یقیناً بدر کی اعانت کا پُورا پُورا احساس ہوگا۔اور اگر نہیں تو ضرور ہونا چاہئیے۔بدر کی خریداری سے ہر احمدی اس تبلیغی اور تعلیمی اور علمی جہاد میں شامل ہوسکتا ہے جس کا بدر علمبردار ہے'' (اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 28)

12۔ محترم عبدالغفور صاحب بی۔اے کرناٹک نو احمدی

اخبار بدر کے ذریعہ ہزاروں سعید روحوں کو اسلام و احمدیت کا پیغام پہنچا۔محترم عبدالغفور صاحب بی۔اے کرناٹک نو احمدی کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخبار بدر کے مطالعہ سے ہی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت وحقانیت معلوم ہوئی۔آپ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر کے نام اپنے مکتوب محررہ 10-07-1977 میں تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ میں ایک نو احمدی ہوں لہذا میں ہفتہ وار بدر کے مطالعہ میں غائیت درجہ دلچسپی رکھتا ہوں۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس جریدہ اور اس کے ایڈیٹر کی درازیٔ عمر کے لئے ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں۔اس جریدہ نے ہی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو سمجھنے میں میری بڑی مدد کی تھی۔یہ حقیقت ہے کہ اخبار بدر ہی دراصل عالمگیر مذہب اسلام کا حقیقی خادم اور

علمبردار ہے۔ ہزارہا لوگ جو صراط مستقیم کے متلاشی ہیں۔ وہ بدر کے مطالعہ سے اپنی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ اخبار جس مستقل مزاجی اور خوشگوار طریق پر اپنا فرض ادا کر رہا ہے اس کے لئے میں آپ اور آپ کے معاونین کی خدمت میں اپنی نیک تمناؤں کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔''

(اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 29)

13۔ جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب
سابق پرنسپل گریوال کالج لدھیانہ

اخبار بدر کے حلقہ احباب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر مسلم دوست بھی شامل تھے جن تک اخبار کے ذریعہ پیغام حق پہنچا۔ اس میں جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب سابق پرنسپل گریوال کالج لدھیانہ کا نام قابل ذکر ہے آپ نے اپنے خط بنام مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر محررہ 77-07-16 میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

''دل میں مسرّت کی لہر نے جب مستی کی شکل اختیار کی تو قلم یہ تحریر کرنے سے رُک نہ سکی کہ آپ کا اخبار بدر احمدیہ تحریک کی منزلِ مقصود کی طرف کس قدر تیزی سے گامزن ہے صد آفریں! ایسی ہمّت اور دلی لگن پر!! دُنیا میں بہت مذاہب ہیں۔ بہت اشاعت ہے اُن کے اخبارات و میگزینوں کی۔ کتابیں اور لٹریچر بہت ہے۔ سب اپنی اپنی جگہ اپنی دُنیا کی خدمت کر رہے ہیں۔ میں بہت سَوں کو غور سے دیکھتا ہوں، مگر جو خدمت احمدیہ تحریک کی بدر کر رہا ہے، مجھے اسے دیکھ کر رشک آتا ہے۔ خیال اپنا اپنا۔ میرے خیال میں بدر سبقت لے گیا ہے۔

مضامین، مکالمے، عزم، للکار، تعلیمات احمدی، قرآن کی عزت افزائی، اسلام کے لئے تبلیغ اور اسلام کو بلندیوں تک لے جانے کی لگن، قابل ستائش ہمت اور ثابت قدمی وغیرہ خوبیاں رشک کا باعث ہیں۔

ایک مذہب کے پھیلنے سے دوسرے مذہب کو حسد اور تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر سب یکساں نہیں ہوتے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ اُس کا مذہب پھیلے۔ مگر صرف چاہنے ہی سے کیا ہوتا ہے جب کہ مندرجہ بالا خوبیوں سے لبریز عمل نہ ہو!!

مُبارک ہو آپ کی یہ خدمتِ اسلام۔ اور بھی مُبارک ہو مشکلات کو استقلال سے عبور کرنا۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ پرچہ اور بھی ترقی کرے اور گرونانک جی مہاراج کی تعلیم کے مُطابق خُدا سے ٹوٹے ہوئے لوگوں کو بذریعہ مُرشد کامل خُدا تک پہنچانے کی افضل ترین خدمت انجام دے۔" (اخبار بدر 15 دسمبر 1977 صفحہ 29)

14۔ مکرم مولانا عبدالقدیر شاہد صاحب

سابق مبلغ گولڈکوسٹ وسیرالیون حال مقیم ٹورنٹو کینیڈا

آپ نے بیان کیا کہ:

"پارٹیشن سے پہلے مدرسہ احمدیہ کا دور میری آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ استاذی المحترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ہمارے نہایت ہی شفیق اُستاد ہوا کرتے تھے۔ آپ کی زبان انتہائی میٹھی تھی اور پڑھانے کا انداز انتہائی مؤثر واعلیٰ تھا کہ دلوں میں سارا مضمون اتر جاتا تھا۔ میرے ساتھ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد بھی آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ ہم سب مولانا صاحب کی دل سے عزت اور قدر

کرتے تھے۔آپ ہمارے بورڈنگ کے ٹیوٹر بھی رہے۔آپ کا ہر طالب علم سے نہایت محبت اور شفقت کا سلوک تھا۔ان کی ضروریات کا بہت خیال رکھتے تھے۔حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے کاموں سے بہت خوش ہوتے تھے انہوں نے آپ کے ذمہ اور بھی ڈیوٹیاں لگائیں تھیں، جن کو آپ نے بڑے احسن رنگ میں نبھایا۔''

15۔مکرم مولانا مرزا محمد ادریس صاحب مرحوم سابق مبلغ بورنیو وانڈونیشیا

آپ نے اپنے کینیڈا اقیام کے دوران بیان فرمایا کہ:

''ہمارے پیارے استاد مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کا وجود نہایت ہی شفیق باپ کی طرح تھا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک بار مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں رہتے ہوئے خاکسار بیمار ہوگیا۔جب محترم مولانا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ اپنے گھر سے ہر روز پرہیزی کھانا بنوا کر مجھے کھلاتے رہے، یہاں تک کہ میں تندرست ہوگیا۔ آپ ہم سب طالب علموں کو اپنے ساتھ، پنج وقتہ نماز کے لئے، لائنوں میں مسجد میں لیکر جاتے تھے۔حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ تھے۔حضرت میر صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری بورڈنگ کے بچوں کا بہت خیال رکھتے ہیں مجھے بورڈنگ کے بچوں کے بارے میں ہر وقت تسلی رہتی ہے۔''

16۔مکرم مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم

سابق انسپکٹر بیت المال آمد ربوہ مقیم ٹورانٹو کینیڈا

آپ نے فرمایا:

''مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری پارٹیشن سے پہلے ہمارے استاد اور بورڈنگ میں ٹیوٹر تھے۔آپ نہایت مہربان استاد تھے۔ایک بار مجھے حلوہ کھانے کی خواہش ہوئی۔تو دیکھ کر حیران ہوگیا کہ اُسی روز مولوی صاحب نے اپنے گھر سے حلوہ بنوا کر میرے لئے اور میرے اور بھی ساتھیوں کے لئے از خود لیکر آگئے۔اللہ اللہ! کیسا شفیق اور پیارا وجود تھا۔ مولوی صاحب سے ہر طالب علم محبت کرتا تھا اور ہر کوئی ایک اشارے، ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے مولوی صاحب کا کہنا مانا کرتا تھا۔میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب کو کبھی دوبارہ یاد ہانی کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ یہ زمانہ بہت سادگی کا زمانہ تھا اور آج بھی ہمارے دل سے اِن مہربان اساتذہ کے لئے ہر وقت دعائیں نکلتی ہیں۔''

17۔مکرم محترم کمانڈر محمد اسلم صاحب

سیکریٹری مشن ہاؤس بیت الاسلام ٹورانٹو کینیڈا

آپ فرماتے ہیں:

''خاکسار کا تعارف مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری سے اُس وقت ہوا جبکہ پارٹیشن سے قبل مَیں دفتر امانت صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کام کرتا تھا۔ چنانچہ مولانا صاحب جماعت کے کام سے ہمارے دفتر جب بھی تشریف لاتے وہاں ملاقات ہو جاتی تھی۔آپ اُن دنوں میں

جامعہ میں پڑھاتے تھے۔ نہایت متقی پرہیز گا اور دعا گو وجود تھے۔''

18۔ مکرم محترم مولانا مقبول ذبیح صاحب مرحوم سابق مبلغ افریقہ

آپ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کی وفات پر اپنے تعزیتی خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نماز جنازہ غائب پڑھانے کے اعلان سے استاذی المحترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری کی اچانک وفات کی اطلاح پا کر گہرا رنج وغم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ بہت ہی عالم باعمل انسان تھے اور ہمارے نہایت شفیق استاد تھے۔''

19۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم سابق ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

آپ جب ٹورانٹو کینیڈا تشریف لائے تو آپ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''جامعہ میں اپنی تعلیم کے دوران بہت سے اساتذہ سے تعلیم پائی جنہوں نے نہایت محبت اور اخلاص سے ہمیں پڑھایا اور ہماری تربیت بھی کی ـــــــــ ان اساتذہ میں مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری بھی شامل ہیں۔ آپ بہت ہی شفیق استاد تھے۔ ہم نے آپ سے بہت کچھ پڑھا اور سیکھا۔ وہ میرے ایک محسن استاد تھے ـــــــ ان سب استادوں سے ہم نے سلسلہ عالیہ احمدیہ اور خلافت کے ساتھ کامل اطاعت ووفاداری اور قربانی کے لئے تیار رہنے کا سبق سیکھا۔''

20۔مکرم سید فضل احمد صاحب مرحوم

سابق آئی جی پولیس بہار بھارت

مولانا صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے لکھا کہ:

''مولوی صاحب ایک جیّد عالم دین تھے وہ جماعت کا ایک بہت بڑا علمی خزانہ تھے۔اُن کی وفات ، جماعت کے لئے بہت بڑا خلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو پورا فرمائے۔ میرے ساتھ اور میرے بڑے بھائی جان مرحوم (مکرم ومحترم سید اختر ارینوی صاحب۔ ناقل) کے ساتھ مولوی صاحب کا محبت اور خلوص کا ایک گہرا رشتہ تھا۔ مجھے ہر سال جلسہ سالانہ قادیان پر تقریر کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔تقریر کرنے سے پہلے اکثر مَیں محترم مولوی صاحب کے پاس مشورہ لینے حاضر ہوتا۔ آپ باوجود جلسہ کے انتظامات میں انتہائی مصروف ہونے کے،مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے میری ہر مشکل کو حل فرما دیتے تھے۔آپ کے notesاور Points بہت ہی اعلیٰ درجہ کے ، دل کو چھو لینے والے ہوتے تھے۔

مولوی صاحب دن رات جماعت کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔آپ کی اخبار بدر کی خدمت اُردو صحافت اور اُردو ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جماعت کی تاریخ میں ہمیشہ آپ کا نام زندہ رہے گا۔بائبل میں حضرت داؤد علیہ سلام کا قول درج ہے کہ ایسے نیک وجود جب دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو اُن کی دعاؤں کا فیض سات پُشتوں تک پہنچتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو مولوی صاحب کی دعاؤں کا وارث بنائے اور آپ کے حق میں وہ سب دعائیں قبول ہوں۔اللہ تعالیٰ

مولوی صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ سب کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ (تعزیتی خط دسمبر 1987)

21۔ مکرم مولانا عبدالقادر صاحب دہلوی درویش سابق نائب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

آپ فرماتے ہیں کہ:

''مولانا صاحب سے میرا تعلق طالب علمی کے دور سے شروع ہوا۔ پھر جب آپ کا تقرر بطور مدرس مدرسہ احمدیہ میں ہوا، اُس وقت بھی آپ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ پھر پارٹیشن کے بعد درویشی اختیار کرنے پر یہ تعلق اور بھی بڑھ گیا۔ شروع درویشی میں آپ ناظر ضیافت مقرر تھے۔ یہ وہ مشکل دور تھا جس میں درویشان کو لنگر خانہ سے فی کس روٹی سالن وغیرہ کا راشن ملا کرتا تھا۔ اُس وقت سب دریشان کو ایک محدود خوراک میں گزارہ کرنا ہوتا تھا۔ محترم مولانا صاحب کی زیر نگرانی لنگر خانہ کا سارا کام چلتا تھا۔ کھانے کی تقسیم کا انتظام انتہائی اعلیٰ اور منظم تھا کہ کبھی کسی درویش کو شکایت کا موقع نہ دیا۔ الحمد للہ کہ تھوڑے سے راشن میں انتہائی صبر اور شکر سے درویشان نے یہ وقت گزارا۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل، مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری، مولانا شریف احمد امینی صاحب تقسیم ملک سے قبل مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے اِس لئے دورِ درویشی کے ابتدا میں آپ حضرات کے ذریعہ ہی جامعۃ المبشرین اور پھر بعد میں مدرسہ احمدیہ کا دوبارہ اجراء ہوا۔ درویشان کی تعلیم و تربیت میں مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ دورِ درویشی میں آپ قرآن اور حدیث کا درس دیتے تھے آپ کے درس دینے کا

طریق وانداز بیان انتہائی موثر ہوتا تھا جس میں کچھ کچھ جھلک اپنے استاد حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معلوم دیتی تھی۔ آپ نے دور درویشی میں درویشان کو ہر وقت دینی کاموں میں مشغول رکھا۔آپ نے درویشان کے لئے تعلیم القرآن کی کلاس کا باقائدہ اجراء کیا، جو سالہا سال تک جاری رہی۔ یہ کلاس درویشان میں بہت مقبول رہی۔اس طرح اس کلاس سے قریباً تمام درویش ہی مولانا صاحب کے شاگرد بن گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا صاحب باوجود دن بھر کی مصروفیت کے دیر رات کو میرے ہمراہ مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے درویشان کی ڈیوٹیاں چیک کرنے جاتے تھے اور ہر کسی درویش سے آپ کا محبت اور شفقت کا سلوک تھا۔

1950 میں جب کہ مولانا صاحب معاون ناظر دعوت وتبلیغ تھے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں جلسہ سالانہ قادیان کے حوالہ سے درخواست کی کہ حضور از راہ شفقت جلسہ پر اپنا تازہ کلام اور پیغام ارسال فرمائیں۔اس خط کے جواب میں حضور انور کی طرف سے تازہ منظومِ کلام موصول ہوا جو جلسہ سالانہ میں حاضرین کو سنایا گیا۔ ؎

میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

آپ 1965 میں ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ کے عہدے پر فائز ہوئے۔آپ کے زمانہ میں مدرسہ احمدیہ نے غیر معمولی ترقی کی سینکڑوں طالب علم مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔آپ ایک جید عالم دین تھے اور غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بہت ہی عاجز اور ملنسار وجود تھے۔آپ کو اخبار بدر کی بطور ایڈیٹر ایک لمبے عرصہ تک خدمت کی توفیق ملی۔"

22۔مکرم ومحترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد

امام مسجد فضل لندن

آپ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر کے نام اپنے مکتوب محررہ 6.09.1972 میں تحریر فرماتے ہیں:

''کل اخبار بدر کا تازہ شمارہ موصول ہوا جس سے آپ کی علالت کا علم ہوا۔میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل سے جلد کامل شفا عطا فرمائے اور آپ کی عمر اور صحت میں بہت برکت دے۔آپ کو اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی نمایاں خدمت کی توفیق مل رہی ہے ۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس سلسلہ کو اپنے فضل سے بکمال وخوبی جاری رکھے۔آمین۔۔۔مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مقبول خدمت دین کی توفیق دے۔آمین''

23۔مکرم ومحترم مولانا سلطان محمود صاحب انور

ناظر خدمتِ درویشاں ربوہ

آپ فرماتے ہیں:

''تقسیم ملک سے قبل قادیان میں محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ہمارے اُستاد تھے ۔اُس وقت ہمارا بچپن تھا اور ہم اطفال ہوا کرتے تھے۔مولانا صاحب مدرسہ احمدیہ کے ہوسٹل کے دو کمروں کے نگران وانچارج تھے۔بچپن میں ہماری تعلیم وتربیت، پرورش اور پابند پنجوقتہ نماز بنانے میں مولانا صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔اُن کے ساتھ پیار، محبت اور شفقت کا ایسا عظیم رشتہ تھا کہ اُن کی ہر بات ہمارے دلوں اتر جاتی تھی۔انہوں نے کبھی ہمارے ساتھ سختی نہیں کی۔

ہمیشہ پیار محبت سے سمجھایا کرتے تھے۔آج بھی ہمیں اُس شفیق اُستاد کی یاد آتی ہے تو دل سے دعائیں اُن کے لئے نکلتی ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اُن کی نسلوں میں بھی وہ محبت اور وفا ہمیشہ جاری رکھے۔آمین''

24۔مکرم ومحترم مولانا محمد عمر صاحب مالاباری
ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن) قادیان

آپ فرماتے ہیں:

''مولانا محمد حفیظ بقاپوری ہمارے بہت ہی پیارے اُستاد تھے۔آپ کا پڑھانے کا طرز انداز دل کو چھو دیتا تھا۔ایک دفعہ اگر کہہ دیں تو وہ بات دل میں بیٹھ جاتی تھی پھر دوبارہ مطالعہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ہمیں مولانا صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر، عربی انشاء، فقہ اور دو تین مضامین پڑھائے ہیں۔آپ آسانی سے مضامین سمجھا دیا کرتے تھے۔مولانا صاحب کو ذاتی طور پر میرے ساتھ کافی محبت، انس اور شفقت کا سلوک تھا۔ہمیشہ مجھے انہوں نے اپنا بیٹا سمجھا اور جب میں تبلیغ کے میدان میں گیا تو جب بھی مجھے کوئی کٹھن مسئلہ ہوتا، ہمیشہ مولانا صاحب کو ہی لکھتا تھا۔آپ میرے خط کا فوراً بڑی تفصیل سے جواب دیتے۔اس سے مجھے تسلی ہو جاتی۔بہر حال مَیں زندگی میں مولانا صاحب کو کبھی بھول نہیں سکتا۔''

25۔مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد
سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

آپ فرماتے ہیں:

''استاذی المحترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ہمیں بڑی محنت کے ساتھ

پڑھایا کرتے تھے۔ آپ بڑی فراخدلی سے کہا کرتے تھے کہ جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لیا کریں۔ آپ ہم کو اپنے نوٹس بھی دیا کرتے تھے کہ اُن سے استفادہ کیا کرو۔ پھر محترم مولانا صاحب نے ہمیں اس رنگ میں بھی Encourage کیا کہ آپ نے چونکہ مبلغ بننا ہے اس لحاظ سے مبلغین کو تقریر اور تحریر دونوں میں ملکہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ہماری حوصلہ افزائی کرتے اور ہمیں ایسے مواقع مہیا کرتے تا ہماری مشق ہو سکے۔ آپ اپنے تمام طلباء کے ساتھ بڑی ہی شفقت کا سلوک فرماتے۔ اور اُن کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔ محترم مولانا صاحب کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہمارے طالب علم اس رنگ میں تیار ہوں کہ وہ سابقہ علماء سلسلہ کی جگہ لے سکیں۔

آپ قریباً 30 سال سے زائد عرصہ تک اخبار بدر کے ایڈیٹر رہے۔ آپ کے ایڈیٹوریل نوٹس بہت ٹھوس ہوا کرتے تھے لوگ اُن کو بہت پسند کرتے تھے۔ اخبار بدر کے علمی معیار کو بلند کرنے میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے بلکہ آپ کے ذریعہ سے ہی اس معیار کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ مدرسہ احمدیہ اور اخبار بدر کے علاوہ آپ کے سپرد جماعت کی بہت سی انتظامی ذمہ داریاں بھی تھیں، جن میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ جلسہ سالانہ کا کام ہو یا درویشان کے لئے تقسیم گندم کا کام، غرض کوئی بھی کام ہو، حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم مولانا صاحب کے ہی سپرد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ انتظامی صلاحیتوں کا خاص ملکہ عطا کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے بڑی کامیاب زندگی گزاری اور آپ کے تمام شاگرد آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر میدان میں جماعت کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اسوقت جتنے مبلغین ہیں وہ سب کے سب مولانا صاحب کے ہی شاگرد ہیں، چاہے دفتر ہو یا میدان تبلیغ ہر جگہ آپ کے شاگردوں کو اللہ تعالیٰ خدمت کی توفیق دے رہا ہے۔ بہر حال مَیں سمجھتا ہوں، ان تمام کی خدمت کی جو جزا ہے اس کا یقیناً کچھ حصہ ضرور مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ دے رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین“

مکرم ومحترم مولانا عنایت اللہ صاحب

نائب ناظر اصلاح وارشاد قادیان

آپ فرماتے ہیں:

’’خاکسار 1966 میں جب مدرسہ احمدیہ قادیان میں تعلیم حاصل کرنے لئے آیا تو اُس وقت محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری بطور ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ خدمت بجا لا رہے تھے ۔اُس وقت ہماری عمر چھوٹی تھی اور بچپن کا زمانہ تھا۔حضرت مولانا صاحب کا سایہ ہم پر ایک شفیق باپ کی طرح تھا۔جوں جوں وقت گزرتا گیا، ہم اوپر کی کلاسوں میں چلے گئے مگر مولانا صاحب کی دعائیں اور شفقت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہیں۔جلسہ سالانہ پر مجھے اپنے ساتھ ڈیوٹی پر رکھتے تھے۔جلسہ کے سارے انتظامات کا کام آپ ہی کے ذمہ ہوتا تھا۔آپ دن رات بڑی جانفشانی اور لگن سے اس خدمت کو بجالاتے تھے۔

آپ ایک سچے عاشق رسولؐ، عاشق قرآن، تہجد گزار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ قرآن مجید سے آپ کو بے حد محبت تھی۔آپ ہمیں قرآن مجید کی تفسیر بڑی محبت اور شفقت سے پڑھایا کرتے تھے۔اسطرح سے گویا آپ ایک کامیاب عالم، کامیاب ہیڈ ماسٹر اور کامیاب عزیز تھے۔ہم سب شاگردوں کو اپنا عزیز ہی سمجھتے تھے اور ہمارے حق میں دعائیں کرتے تھے۔

آپ کی زندگی سے میں نے اخذ کیا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان آپ پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کامیاب انسان بنایا۔ پھر آگے چل کر جتنے بھی آپ کے شاگرد ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی کامیابیوں وکامرانیوں سے نوازا۔آپ کے شاگرد چاہے دفاتر میں ہوں، تعلیم کے میدان میں ہوں، یا تبلیغ کے میدان میں، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب خدمت گزار ثابت ہورہے ہیں۔‘‘

☆☆☆☆☆☆☆

مقالہ معبودِ حقیقی کا ایک تاریخی جائزہ اور پس منظر

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت تحریک پر 1969 میں فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ سے انعامی مقابلہ کے لئے مقالہ جات لکھنے کا اعلان الفضل ربوہ میں شائع ہوا

☆ قادیان سے اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے جولائی۔ اگست۔ ستمبر میں تحریر کرنا شروع کیا۔ اور مورخہ 13 اکتوبر 1969 کو مقالہ مکمل ہوا

☆ قادیان سے یہ مقالہ دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کو دستی اکتوبر 1969 کے آخر میں اپنے ایک شاگرد مکرم ومحترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان) کے ہاتھ بھجوایا گیا۔

☆ اس مقالہ کی رسیدگی کی اطلاع حضرت مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سیکریٹری فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ نے اپنے خط مورخہ 24-11-1969 چٹھی نمبر 2379۔ میں دی۔

☆ 27-7-1972 کو نظارت خدمت درویشاں ربوہ کے توسط سے جناب سیکرٹری صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی چٹھی L.149/4-7-72 موصول ہوئی کہ:

> ''ادارہ ھذا آپ کو یہ خوشخبری دینے میں مسرت محسوس کرتا ہے کہ علمی تحقیق تصانیف کے انعامی مقابلہ بابت 1969ء میں آپ نے اپنا جو مقالہ بعنوان ''معبود حقیقی'' پیش کیا تھا انعام کے فیصلہ کے لئے مقررہ بورڈ نے اسے انعام کا مستحق قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے''

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے اس مقالہ کا انعام عنایت فرمایا اور مبارک باد دی۔

☆ دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی طرف سے زیر چٹھی نمبر 28.05.1979 /L-130 ہدایت موصول ہوئی کہ:

''فضل عمر لٹریری کمیٹی کی تجویز پر بورڈ آف ڈائرکٹرز نے فیصلہ فرمایا ہے کہ انعام یافتہ مقالوں میں سے منتخب

مقالوں کو قسط وار سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں شائع کیا جائے۔ آپ کا مقالہ اس غرض سے منتخب کیا گیا ہے۔

لہذا آپ کی خدمت میں تحریر ہے کہ آپ اپنے اس مقالہ کو قسط وار اخبار بدر میں شائع فرمائیں۔ یہ اقساط افادۂ عام کے لئے الفضل میں بھی شائع ہونگی۔''

اس ارشاد کی تعمیل میں مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر بدر کی طرف سے ایک اعلان زیر عنوان ''فضل عمر فاؤنڈیشن کی طرف سے انعام یافتہ مقالہ معبود حقیقی آئندہ پرچہ سے قسط وار شائع ہوگا'' اخبار بدر 14 جون 1979 صفحہ 11 میں شائع ہوا۔

☆ چنانچہ ''معبود حقیقی'' اخبار بدر کے شمارہ 21 جون 1979 سے 19 جولائی 1979 تک مسلسل قسط وار شائع ہوتا رہا

☆ یہ مقالہ دور درویشی کے مالی حالات کی وجہ سے یکجائی طور پر ایک کتاب کی شکل میں شائع نہ ہو سکا اور اس دوران مصنف مقالہ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش مورخہ 5 نومبر 1987 کو قادیان میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆ آپ نے اپنے بچوں کو وصیت کی تھی کہ وہ اس کو شائع کروائیں اور اس کا انگریزی زبان اور دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی کر کے شائع کروائیں۔ چنانچہ اس وصیت اور نصیحت کا ذکر آپ نے اپنے شاگرد محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ قادیان سے بھی کیا، جنہوں نے اس بارے میں یاد دہانی کروائی۔

(مکرم ومحترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ قادیان کی تحریر کردہ روایت اس مقالہ میں الگ سے درج کی جارہی ہے)

☆ مئی 2007 میں قادیان کے سفر کے دوران مکرم ومحترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن نے خاکسار عبدالباسط قمر کو مقالہ معبودِ حقیقی جلد چھپوانے اور اسی طرح حضرت والد صاحب کے حالات زندگی مرتب کر کے شائع کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

☆ فروری 2009 میں خاکسار نے اشاعت کے اس پروجیکٹ کو دعاؤں کے ساتھ شروع کیا۔

☆ ربوہ میں میرا رابطہ مکرم ومحترم طارق سعید صاحب سے ہوا۔ انہوں کے کمال شفقت اور محنت سے میری رہنمائی کی۔

☆1969 میں انعام کے لئے جو مسودہ بھجوایا گیا تھا وہ قادیان میں ہمارے بڑے بھائی جان ڈاکٹر عبدالرشید بدر صاحب کے پاس تھا۔اور اس مقالہ کی تصحیح شدہ کاپی 1980 میں والد صاحب نے دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ میں بغرض ریکارڈ بھجوائی تھی۔

☆ مارچ 2009 مکرم ومحترم سیکریٹری صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ سے اس مقالہ کی اجازت اور مسودہ کی فوٹو کاپی کے حصول کے لئے درخواست دی گئی۔

☆ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مکرم ومحترم جناب مولانا سید عبدالحیٔ شاہ صاحب ناظر اشاعت ربوہ و نائب صدر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کو جنہوں نے اپنے استاد کے اس مقالہ کی منظوری عنایت فرمائی اور فوٹو کاپی اصل مسودہ اشاعت کے لئے مہیا فرمایا۔ (روانگی نمبر 27-4-2009/18/65/IV)

☆ اپریل 2009 اصل مسودہ کی فوٹو کاپی سے scan کی ہوئی کاپی برادرم طارق سعید صاحب کے ذریعہ ای میل پر موصول ہوئی۔

☆ مئی، جون، جولائی اگست تک قسط وار اس مقالہ کی ربوہ میں کمپوزنگ کا کام ہوتا رہا۔ساتھ ساتھ فائل ای میل کے ذریعہ ربوہ سے آتی رہی اور ابتدائی پروف ریڈنگ بھی ساتھ ساتھ خاکسار کرتا رہا۔

☆ اُدھر قادیان سے خاکسار کی درخواست پر بھائی جان ڈاکٹر عبدالرشید بدر صاحب 1969 کے مقالہ کو scan کر کے قسط وار ای میل پر مسودہ بھجواتے رہے۔ آپ ان دنوں شدید بیمار بھی ہو گئے تھے مگر میری اس خواہش کے احترام میں لگاتار scan کر کے صفحات بھجواتے رہے۔اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

☆اس طرح ربوہ اور قادیان کے دونوں مسودوں سے پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ میں بہت مدد ملی۔

☆پروف ریڈنگ کا کام سات مراحل میں ہوا۔جو دن رات جاری رہا اور مارچ 2010 میں الحمدللہ اختتام کو پہنچا۔

پہلا مرحلہ: کمپوزنگ

دوسرا مرحلہ: کمپوزنگ کے بعد پروف ریڈنگ کا پہلا دور

تیسرا مرحلہ: کمپوزنگ کے بعد پروف ریڈنگ کا دوسرا دور

چوتھا مرحلہ: کمپوزنگ کے بعد آیات قرآن مجید کی پروف ریڈنگ

پانچواں مرحلہ: آیات قرآن مجید کی پروف ریڈنگ کے بعد تصحیح

چھٹا مرحلہ: علماء سلسلہ سے پروف ریڈنگ کا پہلا دور

ساتواں مرحلہ: علماء سلسلہ سے پروف ریڈنگ کا دوسرا اور آخری دور

☆ خاکسار کی پروف ریڈنگ میں درج ذیل احباب نے مدد کی اور مفید مشورہ دیا:

مکرم ومحترم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا وصدر قضاء بورڈ کینیڈا۔ مکرم و محترم حافظ رانا منظور احمد محقق علوم عربی وفارسی وانچارج مرکزی لائبریری بیت الاسلام کینیڈا۔ مکرم ومحترم ہادی علی چوہدری صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا۔ مکرم ومحترم مولانا مختار احمد چیمہ صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا۔ مکرم ومحترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان و ڈائیریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن بھارت وامیر جماعت احمدیہ قادیان۔ مکرم ومحترم مولانا منیر احمد صاحب خادم ناظر اصلاح وارشاد قادیان وایڈیٹر اخبار بدر۔ مکرم ومحترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان۔ مکرم ومحترم مولانا محمد یوسف انور صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆ خاکسار نے مارچ 2010 میں قادیان دارلامان کا سفر اختیار کیا اور پروف ریڈنگ کے تمام مراحل مکمل کئے اور تصحیح شدہ کمپوزنگ سے لیکر اشاعت تک کے سارے امور طے کئے۔ الحمد للہ۔

☆ قادیان میں مکرم ومحترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان وڈائیریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن بھارت وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے خاکسار کی راہنمائی کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ نیز آپ نے اس مقالہ کے لئے پیش لفظ اپنی قلم سے خود تحریر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

☆ قادیان (بھارت) سے اس مقالہ کو شائع کرنے کے لئے باقاعدہ نظارت نشرواشاعت سے اجازت لی گئی۔ مکرم ومحترم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشرواشاعت قادیان نے اس مسودہ کو پڑھ کر خاکسار کو زیر چٹھی نمبر 1396 بتاریخ 16-3-2010 اشاعت کی اجازت عنایت فرمائی۔

☆ پرنٹنگ اور پریس کے امور کے لئے عزیزم مکرم خورشید خادم صاحب کا غیر معمولی تعاون شامل حال رہا۔

☆ اپریل 2010 میں یہ مقالہ امرتسر کے Printwell Press میں پہلی بار طبع ہوا۔ سردار گوریندر سنگھ صاحب اس پریس کے مالک ہیں۔

مقالہ معبودِ حقیقی کے بارے میں آپ کی رائے

(1) کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیٔ حق چکیدہ

(درثمین فارسی)

مکرم ومحترم حافظ رانا منظور احمد محقق علوم عربی وفارسی وانچارج مرکزی لائبریری بیت الاسلام کینیڈا تحریر فرماتے ہیں:

مقالہ ''معبودِ حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا'' مصنفہ حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش قادیان کی پروف ریڈنگ کے سلسلہ میں کچھ حصہ کے مطالعہ کی سعادت میسّر آئی۔ باقی حصہ کے مطالعہ کی تشنگی کتاب کی اشاعت کے بعد پوری ہوگی۔ انشاءاللہ۔

فاضل مقالہ نگار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم وعرفان سے لبریز افاضات سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے مقالہ کی ترتیبِ خاص کے متعلق فرمایا ہے۔:

''اس لئے پیش کردہ مقالہ میں اُسی نوروں سے معمور کتاب اللہ سے نورِ الٰہی کے اقتباس کی کوشش کی گئی ہے ۔۔۔۔۔۔۔''

''۔۔۔ نیز اس امر کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ معبودِ حقیقی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والے طالبِ صادق ۔۔۔۔ کے دل میں محبتِ الٰہی اور جذبۂ اشتیاق باری پیدا ہو۔۔۔ طبائع خود بخود اس محسنِ حقیقی۔ سرچشمۂ محبت کی طرف مائل ہوں۔۔۔۔۔۔''

نیز فرماتے ہیں ''چونکہ ایسی تاثیرات عظیمہ کا مخزن کلام اللہ ہی ہے۔۔۔۔''

آیاتِ قرانی کی تشریح اور استدلالات سے معبودِ حقیقی کی محبت چھلک رہی ہے۔اور قاری پر صاحبِ مقالہ کا فہمِ قرآن اور وجدان اور تبحّرِ علم کھلتا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی آیات کی موقعہ اور محل کے مطابق ایسی نادر اور پُر حکمت اور پُر حلاوت تفسیر اور تشریح کی گئی ہے جو دل کی گہراؤں میں اترتا چلا جاتا ہے۔

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد

شہدیست آسمانی ازوحئ حق چکیدہ

(درثمین فارسی)

خدا تعالیٰ اس مقالہ کو ہر جہت سے بابرکت اور نافع الناس بنائے اور صاحبِ مقالہ کے صدقۂ جاریہ اور بلندئ درجات کا موجب بنائے۔آمین۔ثم آمین۔

والسلام

رانا منظور احمد

1/03/10

(2) یہ مقالہ قرآن کریم کی روشنی میں

زندہ خدا کا تصور کو پیش کرتا ہے اور دہریت کا ردّ کرتا ہے۔

مکرم ومحترم ڈاکٹر صالح محمد الہ دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان تحریر فرماتے ہیں:

الحمدللہ مجھے یہ خبر سن کر انتہائی خوشی ومسرت ہوئی کہ میرے محترم بزرگ مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش قادیان کا مقالہ ''معبودِ حقیقی'' جو فضل عمر فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ ہے کو پہلی بار شائع کیا جارہا ہے۔محترم حضرت مولانا صاحب ایک فرشتہ سیرت

جید عالم دین تھے اور اُن کی تقاریر اور مضامین انتہائی عالمانہ ہوتے تھے۔ آپ کی جلسہ سالانہ کی تقریر کا موضوع بھی عموماً ''ہستی باری تعالیٰ'' ہوتا تھا۔

جماعت احمدیہ بھارت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ فضل عمر فاؤنڈیشن کے تحت انعامی مقالہ جات کے مقابلہ میں بھارت سے انعام پانے والے آپ پہلے وجود ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب کو جنّت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور اُن کے فرزند محترم میاں عبدالباسط قمر صاحب کو، جو اسے شائع کر رہے ہیں، بہترین اجر عطا فرمائے۔

یہ مقالہ قرآن کریم کی روشنی میں زندہ خدا کا تصور کو پیش کرتا ہے اور دہریت کا ردّ کرتا ہے۔ تمام مذاہب میں عبادت کا حکم ہے قرآن کریم میں سب سے پہلا حکم جو دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ اے لوگو! اپنے (اُس) رب کی عبادت کرو ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ﴾ (سورۃ البقرا آیت 22) اور ہمارے نہایت ہی پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآنِ مجید میں پہلا تعارف اس طرح کرایا گیا کہ آپؐ عبد ہیں۔ ﴿مِمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا﴾ (سورۃ البقرا آیت 24)

اس لئے یہ مقالہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت بخشے۔ بہت مبارک کرے۔ ہم سب کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ اللّٰھم آمین

آخر میں اس بات کو بھی بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مولانا صاحب کے میرے دادا جان حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب آف سکندرآباد اور میرے والد صاحب سیٹھ سید علی محمد الہ دین صاحب سے بہت قریبی تعلقات تھے اور آپس میں بہت ہی خلوص، محبت اور دعاؤں کا ایک ایسا تعلق تھا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگان کی روح کو دائمی سلامتی عطا فرمائے اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو اُن کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

خاکسار

صالح محمد الہ دین
صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان
بروز جمعۃ المبارک 26 مارچ 1389/2010

(3) مقالہ معبودِ حقیقی کے بارے میں ایک تاریخی یاد

مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان تحریر فرماتے ہیں:

محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش مرحوم کو براہ راست سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر آپ سے سینکڑوں مبلغین وعلماء سلسلہ کو علم حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ خاکسار کو بھی مولانا موصوف سے حصول علم کا شرف حاصل ہے۔ کلاس میں تو آپ ہمیں تفسیر القرآن اور ادب عربی پڑھاتے، مگر آپ کی نصائح اور باتیں ہمیشہ ہمارے علم میں اضافے کا باعث بنتی رہیں۔

آپ نے فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے انعامی مقابلہ بابت 1969 کے لئے ایک مقالہ زیرعنوان ''قرآن کریم کی روشنی میں معبود حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا'' تصنیف فرمایا۔ اس مقالہ کو 1972 میں فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ نے انعام یافتہ قرار دیا۔ جب آپ کو یہ اطلاع ملی، آپ ہماری کلاس (جو اُس وقت جامعہ کی آخری کلاس تھی) تشریف لائے اور یہ خوشخبری سنائی۔ ہم نے مولانا صاحب موصوف کو مبارکباد پیش کی۔

بعد ازاں تفسیر القرآن پڑھاتے ہوئے بسا اوقات اپنے مقالے کے مضامین سے آگاہ فرماتے۔ ایک روز پڑھاتے پڑھاتے مجھے مخاطب کرکے فرمانے لگے:

''حمید! میرے بیٹوں سے کہنا کی وہ اس کا انگریزی ترجمہ کرکے شائع کروائیں۔ انشاء اللہ یہ دہریت کے لئے تریاق ثابت ہوگا۔''

خاکسار نے اس نصیحت و وصیت کا تذکرہ ڈاکٹر عبدالرشید صاحب بدر سے کیا اور ایک دفعہ 2007 میں عبدالباسط قمر صاحب (حال مقیم کینیڈا) سے بھی کیا۔

الحمدللہ، کہ وہ وقت آ گیا جب مولانا موصوف کی تمنا کے مطابق عبدالباسط قمر صاحب اس مقالہ کو شائع کروانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، نیز اس صدقہ جاریہ کا فیض ہمیشہ مولانا موصوف کو جنت الفردوس میں پہنچتا رہے۔ آمین

محمد حمید کوثر

پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

23 مارچ 2010

(3) ''معبودِ حقیقی'' بہت ہی پیارا دلکش اور قرآنی آیات سے بھرپور مضمون ہے۔ مفصل مدلّل دلائل اور باریک بینی سے مضمون کا حق ادا کیا گیا ہے۔

مکرم و محترم مولانا محمد یوسف انور پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان تحریر فرماتے ہیں:

محترم مولانا مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان کا مقالہ بعنوان ''معبودِ حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا'' جسکو خلافتِ ثالثہ کے دور میں فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی جانب سے انعامی مقابلہ میں منتخب کیا گیا تھا، کا مسودہ میری نظروں سے گزرا۔ برادرم عبدالباسط قمر صاحب (جو مولانا صاحب مرحوم کے فرزند ہیں) نے مکرم مولوی محمد حمید صاحب کوثر پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان کو پروف ریڈنگ کے لئے کمپوز کیا ہوا مقالہ بھجوایا تھا۔ محترم پرنسپل صاحب نے یہ مقالہ خاکسار کو پڑھنے کے لئے

دیا۔ خاکسار نے اس مقالہ کو ابتدا سے آخر تک پڑھا۔ بہت ہی پیارا دلکش اور قرآنی آیات سے بھرپور مضمون ہے۔ مفصل مدلّل دلائل اور باریک بینی سے مضمون کا حق ادا کیا گیا ہے۔ الگ الگ باب بنا کر ہر مضمون کو نہایت اعلیٰ، عمدہ اور واضح رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ حوالہ جات کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔

جس سے ہر مطالعہ کرنے والے کو کسی قسم کی دقت پیش نہیں آئے گی۔ موجودہ دور کے لحاظ سے قرآن مجید احادیث نبوی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کی تحریرات کی روشنی میں نہایت آسان رنگ میں خدا تعالیٰ کی صفات کو مزّین کیا گیا ہے، جسکی اس دور میں اہم ضرورت ہے۔

مجھے بہت خوشی ہے کہ مولانا صاحب مرحوم کے بیٹے برادرم عبدالباسط قمؔر صاحب حال مقیم کینیڈا نے اس مضمون کو کتابی رنگ میں شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ برادرم باسط صاحب نے 2007 میں قادیان کے سفر کے دوران مجھ سے ذکر کیا تھا کہ میں والد صاحب کے حالات زندگی لکھنا چاہتا ہوں اور مقالہ معبودِ حقیقی کو بھی شائع کرنے کا ارادہ ہے، آپ بھی تعاون کریں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُسنے مجھے اِس مقالہ کی پروف ریڈنگ کی توفیق عطا فرمائی اور اسطرح سارا مقالہ پڑھنے کا موقعہ میّسر آگیا۔ فالحمدللہ۔

اس مقالہ کے آخر میں عبدالباسط صاحب قمؔر نے والد صاحب مرحوم کے مختصر حالات زندگی بھی تحریر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین

چونکہ خاکسار محترم مولانا صاحب مرحوم کا ایک ادنیٰ شاگرد ہے۔ 'شاگرد نے جو پایا اُستاد کی دولت ہے' ۔ ناانصافی ہوگی کہ اگر میں مرحوم کا ذکر خیر نہ کروں۔

مولانا صاحب مرحوم نہایت شفیق اور ہمدرد اُستاد تھے بے شمار خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے۔ اپنے شاگردوں سے بڑی نرمی اور عزّت سے پیش آتے تھے طلباء کے سکھ دکھ چین و آرام کا بہت خیال رکھتے تھے۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ہر کام تندہی سے کرتے تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے علاوہ بہت سے دیگر جماعتی کام بھی آپ کے سپرد تھے۔ کئی کمیٹیوں کے آپ ممبر رہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ نے سالہا سال تک نائب

افسر جلسہ سالانہ اور افسر جلسہ سالانہ کے فرائض سرانجام دئے۔ مدیر کے طور پر سالہا سال اخبار بدر کی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کے لکھے ہوئے مضامین ، بڑے بلند پایہ علمی ،نہایت عمدہ و اعلیٰ ،معلومات اور حقائق سے بھرپور ہوتے تھے۔ آپ کے اڈیٹوریل ہمیشہ ہی اخبار بدر کی زینت بنتے رہے۔

چونکہ خاکسار قد اور عمر کے لحاظ سے مدرسہ میں سب سے چھوٹا تھا میری عمر 14/15 سال کی تھی جب میں قادیان میں پڑھنے آیا تھا۔ اگرچہ سارے اساتذہ مجھ سے محبت و شفقت کرتے تھے لیکن مولانا صاحب مرحوم نے مجھے ایک بیٹے کی نظر سے دیکھا اور میرا بہت خیال رکھا۔ مدرسہ میں داخلہ کے لئے میرے لئے خصوصی سفارش کی ، کیونکہ اُس وقت صرف تین طلباء کو ہی وظیفہ دیا جاتا تھا۔ آپ مجھے اکثر سکول اور اخبار بدر کے کام سے اپنے گھر بھیجا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر کے سارے افراد بھی مجھ سے قربت رکھتے تھے۔ جب میری والدہ صاحبہ کشمیر میں شدید بیمار ہوگئیں تو مولانا صاحب کو اس تعلق سے ایک خواب آئی ،۔ چنانچہ جب خاکسار نے آپ سے والدہ صاحبہ کی بیماری کا ذکر کیا تو فوری مجھے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ میں جب گھر گیا تو چند دنوں کے بعد والدہ صاحبہ وفات پا گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ بہت نیک اور دعا گو انسان تھے۔ آپ نے اپنی کتاب معبودِ حقیقی میں قبولیت دعا کا ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند تھے اسلام احمدیت اور اپنے شاگردوں کے لئے خاص دعا کرتے تھے۔ حضرت میاں وسیم احمد صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ و امیر جماعت کو آپ پر پورا بھروسہ تھا، اس لئے بہت سارے اہم کام انہوں نے آپ کے سپرد کئے ہوئے تھے۔ جس میں درویشان قادیان کو گندم کی تقسیم کا کام بھی شامل تھا۔ چونکہ وہ غربت کا دور تھا، ہم لوگوں کا وظیفہ 37 روپے ماہانہ تھا بڑی مشکل سے ہمیں صبح شام دو، دو روٹیاں ملتی تھیں۔ لیکن مولانا صاحب کی شفقت تھی کہ ہم چند طلباء خاکسار اور مکرم مولوی عبدالمومن صاحب، مکرم مولوی سید صباح الدین صاحب، مکرم مولوی نورالاسلام صاحب وغیرہ کو جلسہ سالانہ کے لئے چکّی سے چاول چھڑوانے اور آٹا

پسوانے کی اجازت دیتے تھے اور اسی طرح گندم کی تقسیم کے وقت اجازت دیتے کہ ہم درویشان کے گھروں میں گندم ڈال دیں۔ اس طرح ہمیں کچھ مزدوری ملتی تھی ۔ یہ کام فارغ اوقات میں کیا کرتے تھے لیکن جامعہ میں باقاعدہ حاضر رہتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ کا ہیڈ ماسٹر کا دفتر افسر جلسہ سالانہ کا دفتر بن جاتا تھا۔ خاکسار کو آپ نے کئی سال جلسہ سالانہ کے دفتر میں اپنے ساتھ ڈیوٹی پر رکھا۔ آپ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے قیام وطعام کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جلسہ کی سب ڈیوٹیوں کو خود جا کر چیک کیا کرتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا صاحب مرحوم مدرسہ کے کئی اہم کام اساتذی مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ وامیر جماعت قادیان کے سپرد کرتے تھے۔ یہ بھی آپ کی شفقت تھی کہ اپنے شاگردوں کو ہر طرح سے سلسلہ کے کاموں کی ٹریننگ دیتے تھے اور ساتھ ساتھ اُن کی راہنمائی بھی فرمایا کرتے تھے۔

ابھی میرا پہلا ہی سال مدرسہ احمدیہ میں تھا اور اس دوران مدرسہ کی تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر مولانا صاحب نے اپنی غیر معمولی شفقت سے اپنی طرف سے مجھے خصوصی انعام دیا، جبکہ میں نے ابھی کوئی امتحان بھی نہ دیا تھا۔ میری اُس وقت خوشی کوئی انتہا نہ رہی۔ اُس وقت کی خوشی اور حوصلہ افضائی کا منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ حقیقت میں آپ بہت ہی شفیق اور مہربان استاد تھے۔

اب جبکہ آپ کی کتاب ''معبودِ حقیقی'' پہلی بار شائع ہورہی ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے مفید بنائے اور مولانا صاحب کی روح کے لئے سکینت کا موجب بن جائے اور اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ادنیٰ شاگرد

محمد یوسف انور

استاد جامعہ احمدیہ قادیان

اظہارِ تشکر اور درخواستِ دعا

الحمد للّٰہ علٰی احسانہ و توفیقہ جلّ شانہ‘ وعزّاسمہ‘

والسلام علی نبیہ الکریم وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم اور احسان ہے کہ اُس نے حضرت والد صاحب مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش (سابق ایڈیٹر اخبار بدر و سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان) کی تصنیف ’’معبودِ حقیقی‘‘ کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ کتاب کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ میں ہمارا دل ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر بجالاتا ہے اور اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں بھیجتا ہے جس کے طفیل ہم نے زندہ خدا کو پالیا:

’’اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری رُوح اور ہمارا ذرّہ ذرّہ وجود کا سجدہ کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ سے ہراک رُوح اور ہر ایک ذرّہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے تصرف سے نہ اس کے خلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا اور اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے

کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی وہ ہمارا سچا خدا بے شمار برکتوں والا ہے اور بے شمار قدرتوں والا اور بے شمار حُسن والا، احسان والا، اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔'' (نسیم دعوت صفحہ 3)

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام کو اس زمانے میں مسیح موعود اور امام مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا تا اس کی خالص توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت پوری دنیا میں روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا نے ایک بار پھر اسلام کے پیش کردہ معبود حقیقی کا پرکشش حسین وجمیل چہرہ اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل اور احسان ہے اُس نے ہمیں امام الزماں کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی خاص فضل واحسان ہے کہ اُس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ صلوٰۃ والسلام کے بعد دائمی خلافت کے بابرکت نظام سے نوازا، جس کی دوسری صدی میں اب ہم داخل ہو چکے ہیں۔ احمدیت کا یہ قافلہ خلافتِ خامسہ کے بابرکت دور میں اپنی منزل کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری سب اولاد کو ہمیشہ اس دائمی خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین۔

یہاں تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ والد صاحب کے ساتھ ہمیشہ ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہُ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہُ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ شفقت، خصوصی دعائیں، ہدایات وعنایات شامل حال رہیں۔

اُس کے بعد ہم صحابہ کرامؓ کے شکر گزار ہیں جن کی علم وعرفان کی مجالس، صحبت میں بیٹھ کر حضرت والد صاحب فیضیاب ہوئے۔ حضرت والد صاحب نے بہت سے بزرگوں سے علم پایا۔ جن میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ، قمر الانبیا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت

مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ عنہ حضرت بھائی جی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ حضرت والد صاحب کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ آپ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے ہر درس میں شامل ہوتے رہے اور ساتھ ساتھ نوٹ بھی لیتے رہے اور پھر اللہ کے فضل سے اس امانت سے والد صاحب نے دوران تدریس اپنے شاگردوں کو فیضیاب کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل و احسان ہے، درویشانِ قادیان پر، جن کو دیار مہدیٔ معہود و آخرالزماں کے مقدس مقام کی حفاظت کے لئے چُنا گیا اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے وہیں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ ”ہر قسم کے مخالف حالات میں درویشان کا قادیان میں ٹھہرنا اور پھر خدمت و اشاعت دین کی ایسی توفیق پانا جو ایک مثالی رنگ رکھتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے طاقتور سہارے کا ناقابل تردید زندہ ثبوت ہے۔“ (معبود حقیقی۔نواں باب ۔اسلام کا روحانی اور تعبدی پہلو)

ان درویشان کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چُنتا۔“

(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر اگست تا اکتوبر 1963 صفحہ 5)

درویشان کے ساتھ ہی درویش خواتین کا ذکر کرنا بھی نہایت اہم اور ضروری سمجھتا ہوں جو اپنے سب افراد خاندان کی آسائشوں اور آراموں کو چھوڑ کر درویشان کے پاس قادیان میں ہمیشہ کے لئے آ گئیں اور پھر انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ ہر دکھ سکھ میں قدم سے قدم ملا کر درویشان کا ساتھ دیا۔ پھر مخالف حالات میں دعاؤں، صبر اور شکر، استقلال اور قناعت کے اعلیٰ نمونے ہمیشہ کے لئے یادگار چھوڑے جن کو آئندہ نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ انہیں درویش خواتین میں سے ایک میری والدہ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بھی ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد جو پہلا قافلہ گیارہ فیملیز پر مشتمل ربوہ سے قادیان بھجوایا

گیا اُس قافلہ میں حضرت والدہ صاحبہ بھی شامل تھیں۔ آپ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ ربوہ سے قادیان جاتے ہوئے آپ کو حضرت مصلح موعودؓ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت اماں جانؓ، حضرت اماں جیؓ، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے خصوصی دعاؤں اور ضروری نصائح و ہدایات سے نوازا۔ حضرت اماں جیؓ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ) نے تقسیم ملک سے پہلے والدہ صاحبہ کا نام ناصرہ رکھا تھا۔ حضرت اماں جیؓ والدہ سے فرمایا کرتی تھیں کہ ''میں نے تمہارا نام ناصرہ اسلئے رکھا ہے کہ تم مولوی محمد حفیظ بقاپوری کی مددگار رہو، اللہ تمہیں ہمیشہ مولوی صاحب کا مددگار یعنی ناصرہ بنائے''۔ حضرت اماں جیؓ نے والدہ کو ربوہ سے قادیان جاتے ہوئے جو نصائح فرمائے اُن میں ایک نصیحت یہ تھی کہ ''بیٹی قادیان جا کر میرے گھر میں ہی رہنا اور ہماری جلد قادیان واپسی کے لئے دعائیں کرنا''۔ چنانچہ والدہ صاحبہ اس دعا کی روشنی میں ہمیشہ والد صاحب کی ہر قدم پر مددگار بنتی رہیں۔ آپ نے اپنے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کی کہ گھر میں ہر وقت پرسکون ماحول میسر رہا، جس کی بدولت والد صاحب تصنیف و تالیف اور اخبار بدر اور جماعت کے دیگر کام سرانجام دے سکے۔ مقالہ معبودِ حقیقی کی تصنیف کے دوران بھی والدہ صاحبہ کی دعائیں اور ضروری مشورے ہمیشہ والد صاحب کے شاملِ حال رہے۔

اب خاکسار اظہارِ تشکر کے طور پر اُن تمام افراد کے نام یہاں درج کر رہا ہے جن کی تجاویز، مشوروں، تعاون اور مدد کے بغیر اشاعت کا یہ کام ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن سب افراد کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

مکرم ومحترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام صاحب مسجد فضل لندن نے مئی 2007 کو قادیان قیام کے دوران خاکسار کو توجہ دلائی کہ حضرت والد صاحب کی تصنیفات اور حالاتِ زندگی کو جلد از جلد شائع کرنا چاہیئے۔ اس بارے میں آپ نے خاکسار کو انتہائی قیمتی مشورے اور تجاویز دیں۔ نیز اس سلسلے میں راہنمائی بھی فرمائی۔ مکرم ومحترم مولانا سلطان انور صاحب ناظر خدمتِ درویشاں ربوہ بھی ان دنوں قادیان میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے بھی اپنے شفیق استاد کا بہت ہی پیارے انداز میں ذکر خیر کیا

اور مجھے تحریک کی کہ جلد حضرت والد صاحب کی تصنیفات اور حالات زندگی پر کام شروع کروں۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

اس دوران خاکسار نے مکرم ومحترم جناب مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان سے ان ہر دو مہمان کرام کی تجاویز کے بارے میں مشورہ کیا۔ آپ نے اس پر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور اس بارے میں ہر ممکن مدد کی یقین دہانی کروائی۔ آپ نے حضرت والد صاحب (جو آپ کے بھی استاد تھے) کے مقالہ ''معبودِ حقیقی'' کو اوّلین ترجیح دیتے ہوئے جلد کتابی شکل میں شائع کروانے کا مشورہ دیا۔ نیز آپ نے حالات زندگی لکھنے پر بھی رہنمائی فرمائی اور ساتھ یہ قیمتی مشورہ اور تجویز دی کہ حضرت والد صاحب کے اخبار بدر کی ادارت کے، قریباً 30 سالہ دور میں چھپنے والے، اُن کے تمام اداریوں اور مضامین کو، اکٹھا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اسی طرح محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان نے مقالہ کے بارے میں حضرت والد صاحب کی وصیت اور نصیحت کا ذکر خاکسار سے کیا اور جلد اسے شائع کرنے تحریک کی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

مکرم ومحترم مولانا عبدالحی صاحب نائب صدر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ و ناظر اشاعت کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے انتہائی شفقت اور محبت سے اس مقالہ کے مسودہ کو ایک بار پھر دیکھ کر اشاعت کی اجازت دی۔ آپ 2009 میں جب کینیڈا کے سفر پر تشریف لائے تو والد صاحب (جو آپ کے اُستاد تھے) کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ مقالہ کی اشاعت کس سٹیج تک پہنچی ہے۔ اُس وقت اس مقالہ پر کام شروع ہو چکا تھا۔ آپ کی اس بارے میں رہنمائی، دُعاؤں اور غیر معمولی شفقت کا خاکسار بے حد ممنون ہے۔

اس مقالہ کے 1980 کے تصحیح شدہ اصل مسودہ کے حصول، فوٹو کاپی، سکین اور پھر اس کی کمپوزنگ میں مکرم طارق سعید صاحب آف ربوہ کا غیر معمولی تعاون رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ اس مقالہ کی پہلی اصل کاپی (1969) قادیان میں بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالرشید صاحب بدر کے پاس محفوظ تھی ۔ چنانچہ شدید مصروفیت اور ناساز طبیعت کے آپ اس مقالہ کو سکین (Scan) کر کے قسط وار مجھے بھجواتے رہے۔ فجزاھم اللّٰہ واحسن الجزاء. اس میں ان کی اہلیہ محترمہ ڈاکٹر فاطمہ زہرہ صاحبہ اور ان کے تینوں بیٹوں، عزیز صباح السلام بدر منیر، عزیز ڈاکٹر عبدالشکور اور عزیز فضل احمد نے بھی تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس مقالہ کی پروف ریڈنگ اور قرآنی آیات حوالہ جات چیک کرنے کا کام بہت وسیع تھا۔ چنانچہ خاکسار کی مسلسل ایک سال کی محنت کے بعد یہ کام پائے تکمیل کو پہنچا۔ اس دوران میرے ساتھ میری اہلیہ محترمہ سعیدہ باسط صاحبہ نے غیر معمولی تعاون کیا۔ نیز ہمارے تینوں بیٹوں قمر مُنیر، منصور احمد ثاقب اور فرقان باسط، نے اس کام میں میری مدد کی۔

اس کی پروف ریڈنگ ایک بار پھر علماء سلسلہ اور بزرگان سے کروائی گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں خاکسار مکرم ومحترم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا کا مشکور وممنون ہے جنہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اسی طرح مکرم ومحترم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب اور مکرم ومحترم حافظ رانا منظور احمد صاحب کا تہہ دل سے مشکور وممنون ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر پروف ریڈنگ میں مدد کیا اور ساتھ ہی اپنے قیمتی مشوروں سے میری رہنمائی کی۔

مرکز میں خاکسار نے یہ مقالہ مکرم مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان کی خدمت میں پروف ریڈنگ کے لئے بھجوایا۔ جس کو موصوف نے اپنا قیمتی وقت نکال کر پڑھا اور پروف ریڈنگ کے بعد تصحیح، حوالہ جات اور مشوروں سے نوازا۔ مکرم برادرم مولانا محمد یوسف انور صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے بھی خاکسار کی پروف ریڈنگ میں مدد کی۔ اسی طرح مکرم ومحترم مولانا مظفر اقبال صاحب انچارج احمدیہ مرکزی لائبریری قادیان کا بھی ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے اخبار بدر سے حوالہ جات چیک

کرنے میں میری رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بھی بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔
قادیان (بھارت) سے اس مقالہ کو شائع کرنے کے لئے باقاعدہ نظارت نشرو اشاعت سے اجازت لی گئی۔ خاکسار مکرم ومحترم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشرواشاعت قادیان کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ جنہوں نے اس سارے مقالہ کا مسودہ پڑھ کر زیر چٹھی نمبر 1396 بتاریخ 16-3-2010 اشاعت کی اجازت عنایت فرمائی۔
اسی طرح مکرم ومحترم مولانا منیر احمد صاحب خادم ناظر اصلاح وارشاد قادیان کا مشکور وممنون ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اشاعت سے قبل اس سارے مسودے کو دیکھ کر Print Ready چیک کرلیا۔ فجزاھم اللّٰہ واحسن الجزاء
اس سارے پروجیکٹ کے لئے سب سے ضروری اور اہم ضرورت مالی تعاون تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ جس دن سے اس کو شائع کرنے کا عظم کیا اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی تائید ونصرت کے وہ نظارے دکھائے کہ اس کام میں خاکسار کو کوئی مالی روک نہ آئی۔ فالحمدللہ
شروع میں مَیں نے اس پروجیکٹ کے بارے اپنے کسی بہن اور بھائی کو اس کی خبر نہ دی تھی شاید اس وجہ سے کہ کہیں مقالہ شائع کروانے کا یہ پروجیکٹ میری ایک خواب ہی نہ ہو، اس لئے عاجزی اختیار کرتے ہوئے خاموشی سے دن رات اس کام میں لگا رہا۔ یہ اپریل 2009 کی بات ہے کہ اچانک میری ہمشیرہ، باجی ظہیرہ بدر صاحبہ اہلیہ چوہدری شوکت امین صاحب آف یو ایس اے کا فون آیا۔ ہمشیرہ صاحبہ نے اپنی ایک رویاء خاکسار کو سنائی جس میں دیکھا کہ وہ اپنے پرانے گھر (مکان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں مقیم ہیں۔ گھر کے دروازے پر دستک ہوتی ہے تو دیکھتی ہیں کہ ایک پوسٹ مین (ڈاکیہ) کھڑا ہے، اُس کے ہاتھ میں بہت سے خط اور دستاویزات ہیں، جن پر لکھائی والد صاحب کی ہے اور ہمشیرہ ڈاکیہ سے تمام خطوط جلدی جلدی لے لیتی ہیں اور ڈاکیہ کو کہتی ہیں یہ تو ایک زمانے سے پوسٹ ہوئے میرے والد صاحب کے خط اور دستاویزات ہیں جو آج اتنے عرصہ کے بعد مجھے ملے ہیں۔ رویاء میں ہمشیرہ کے جذبات خوشی اور تعجب

کے ہیں اور بار بار کہتی ہیں کہ اتنی دیر کے بعد آج ابا جان کے خط مجھے آج ملے ہیں۔ چنانچہ ہمشیرہ نے اس رویا کی خاکسار سے تعبیر پوچھی۔ میں نے اس رویا کی تعبیر کرتے ہوئے فوراً اس پروجیکٹ کے حوالہ سے بتایا کہ کس طرح ربوہ سے اور قادیان سے مجھے ای میل کے ذریعہ حضرت والد صاحب کی پرانی مقالہ کی تحریر شدہ کاپیاں سکین (scan) ہوکر روز پہنچ رہی ہیں اور اس کی کمپوزنگ سے لیکر اشاعت کے مراحل بتائے اور دعا کی درخواست کی۔ الحمدللہ کہ میری اس ہمشیرہ نے اس پروجیکٹ میں ہر ممکن مدد کی یقین دہانی کروائی۔ اوراس طرح سے وہ اس نیک اور بابرکت کام میں ہر مرحلہ پر ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔ ہمشیرہ ظہیرہ بدر صاحبہ کے ساتھ اُن کے خاوند برادرم چوہدری شوکت امین صاحب اور اُن کے سب بچے عزیزم ظہیر احمد مع اہلیہ عزیزہ نفیسہ، عزیزم عطاء العلیم، عزیزہ سمیرا، عزیزہ وجیہہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں جن کا تعاون اور دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔ عزیزہ وجیہہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ خاکسار اس مقالہ کے اشاعت کے آخری مراحل کے لئے قادیان جا رہا ہے تو فوراً قادیان کے بابرکت سفر کے لئے اپنے ماموں کے ساتھ تیار ہوگئیں اوراس طرح ایک ہفتہ قادیان میں قیام رہا۔ اس کے بعد واپس روانہ ہوگئیں۔ فجزاهم الله واحسن الجزاء

قادیان میں اس کتاب کی اشاعت کے دوران میرا قیام ہمشیرہ باجی نعیمہ بشریٰ اہلیہ برادرم چوہدری محمد اکبر صاحب سابق ناظر امور عامہ قادیان کے پاس رہا۔ آپ دونوں نے میرا ہر طرح خیال رکھا اور مجھے اس کام کیلئے ہر ممکن تعاون دیا اور ساتھ ساتھ دعاؤں کے ساتھ میری مدد کی۔ اس تعاون میں اُن کی بچیاں عزیزہ ماریہ، عزیزہ قانتہ اور ان کے داماد عزیز مولوی ماجد محمود صاحب کا بھی ممنون ہوں اوران کے جڑواں نواسیاں، عزیزہ سارہ، عزیزہ صدیقہ اور نواسہ عزیز شعور احمد کے لئے دعا گو ہوں۔

مکرم ومحترم طارق چوہدری صاحب آرکیٹیکٹ و چیف بلڈنگ آفیسر انسفل کینیڈا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے اس پروجیکٹ میں تعاون دیا اوراس سارے عرصہ میں میری حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح اُن کے بزرگ والد صاحب

چوہدری رفیق احمد صاحب آف لندن کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے خاکسار کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔فجزاھم اللّٰہ واحسن الجزاء

مکرم ومحترم لال خان صاحب ملک امیر جماعت احمدیہ کینیڈا کا بے حد ممنون و مشکور ہوں ،جن کے مشورہ اور دعاؤں سے،خاکسار نے قادیان کا یہ بابرکت سفر اختیار کیا۔اسی طرح خاکسار مکرم مولانا مبارک نذیر صاحب مشنری انچارج کینیڈا۔مکرم ڈاکٹر اسلم داؤد صاحب مکرم عبدالطیف صاحب شرما،مکرم مولانا مختار احمد چیمہ صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان ،مکرم شفقت محمود صاحب صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا،مکرم سید طارق شاہ صاحب ،مکرم رفیق قمر صاحب ،مکرم مبارض وریچ صاحب ،مکرم سید مکرم نظیر صاحب ،مکرم محمد اقبال کاہلوں صاحب ،مکرم حمید غنی صاحب ،مکرم حامد لطیف بھٹی صاحب ،مکرم منصور ناصر صاحب ،مکرم توقیر بٹر صاحب ،مکرم ملک طاہر صاحب ،مکرم ملک منور احمد صاحب آف ورجینیا امریکہ،مکرم فلاح الدین عہدہ صاحب ،مکرم منیرالحق صاحب شاہد،مکرم مرزا اسماعیل بیگ صاحب عزیزم اقبال نوید کا ممنون ومشکور ہے۔کچھ ایسے بھی دوست واحباب ہیں اگر فرداً فرداً ان سب کا ذکر کروں تو ناموں کی لسٹ بہت طویل ہوتی جائے گی۔پرنٹنگ وپریس کے امور کے لئے عزیزم مکرم خورشید خادم صاحب اور عزیزم کرشن احمد صاحب کا غیر معمولی تعاون شامل حال رہا۔اللہ تعالیٰ ان کو بھی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے ۔آمین

آخر میں اپنی بزرگ والدہ صاحبہ کی صحت وسلامتی درازیٔ عمر کے لئے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کا بابرکت سایہ تادیر ہم سب پر سلامت رکھے۔آمین خاکسار اور خاکسار کی فیملی کے تمام افراد کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اس مقالہ کو شائع کرتے وقت ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی اگر کوئی غلطی آپ کو نظر آئے یا کوئی مشورہ یا تبصرہ یا رائے دینا چاہیں تو ضرور ہمیں مطلع کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

طالب دعا

عبدالباسط قمر بقاپوری آف قادیان حال مقیم ٹورنٹو کینیڈا

(پبلشر مقالہ معبودِ حقیقی)

حرفِ آخر

(ازمکرم ومحترم مولانا منیر احمد صاحب خادم ناظر اصلاح وارشاد قادیان وایڈیٹر اخبار بدر)

میرے شفیق اُستاد قابل احترام مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان کا نام ذہن میں آتے ہی دل ودماغ کی ایک عجیب کیفیت ہو جاتی ہے۔ اُن کی علمی اور انتظامی رہنمائی کی بے پناہ صلاحیتیں جو اُنہوں نے اپنے شاگردوں میں ودیعت کرنے کی کوشش کی تھی اور اُن کی وہ شبانہ دُعائیں جو شاگردوں کیلئے وقف تھیں، محسوس ہوتا ہے کہ آج بھی ہمیں قوت وتوانائی بخش رہی ہیں۔

تعلیم دینے کا ایسا ڈھنگ تھا جو نرمی اور ملائمت اور شفقت ومحبت کے غلافوں میں لپٹا ہوا ہوتا جو پڑھنے والے کو بجائے اُکتا دینے کے، مزید بیٹھنے پر مجبور کرتا تھا۔

علمی اور انتظامی قابلیت کے علاوہ آپ تحریر کے بھی شہسوار تھے۔ آپکے گراں قدر اداریے جو ہفت روزہ بدر کی زینت بن چکے ہیں، اس کے روشن گواہ ہیں۔ اور اس کا ثبوت آپ کا یہ علمی مقالہ بھی ہے جو آپ نے ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر لکھا اور فضل عمر فاؤنڈیشن کے اوّل انعام کا مستحق قرار پایا۔

اللہ تعالیٰ محترم مولانا صاحب کے بیٹے محترم عبد الباسط قمر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اُنہوں نے حضرت مولانا صاحب موصوف کی اس علمی کاوش کو کتابی شکل میں شائع کر کے اِس قیمتی دستاویز کو دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ فجزاهم الله واحسن الجزاء.

مولانا صاحب موصوف کا ایک ادنیٰ شاگرد

منیر احمد خادم، قادیان